17

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

اشاعت خصوصی

www.tanzeem.org

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید

خواتین نمبر
18 تا 24 مئی 2006ء

بانیٔ تنظیم اسلامی کا خصوصی پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عورت کو عام طور پر بھی انسانیت کی ''نصفِ بہتر'' قرار دیا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے ایک اور رنگ میں کہا ہے کہ: ع ''وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ!'' ہمارے لیے سب سے بڑھ کر اہمیت کا حامل نبی اکرم ﷺ کا قولِ مبارک ہے کہ: ''خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ'' یعنی ''دنیا کی نعمتوں میں سب سے بڑھ کر قدر و قیمت کی حامل نیک بیوی ہے!''

ندائے خلافت کے خصوصی خواتین نمبر کے لیے پیغام کے طور پر میں صنفِ نازک کے لیے خود کچھ کہنے کی بجائے علامہ اقبال کے دو اشعار پیش کرتا ہوں: ؎

''بتولےؓ باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرؓے بگیری!''(1)

اور ؎

''تو می دانی کہ سوزِ قرأتِ تو
دگرگوں کرد تقدیرِ عمرؓ را''(2)

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

---

(1) اے مسلمان عورت! حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مانند بن اور موجودہ زمانے کی تہذیب اور چال چلن سے روپوش رہ تاکہ تیری گود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی اولاد سے ہری ہو''

(2) ''اے مسلمان خاتون! تجھے معلوم ہے کہ ایک خاتون ہی تھیں (یعنی حضرت فاطمہ بنت خطاب، ہمشیرہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جن کی قراءت قرآن کے سوز و گداز نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقدیر بدل دی تھی! (یعنی وہؓ ایمان لے آئے تھے اور پھر انہوں نے وہ درجہ حاصل کیا کہ فاروقِ اعظم قرار پائے!)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

حافظ عاکف سعید' امیر تنظیم اسلامی

ندائے خلافت کا یہ خصوصی نمبر طویل انتظار کے بعد شائع ہوا ہے۔ اس کا اعلان گزشتہ سال کر دیا گیا تھا لیکن بعض وجوہ اس کی اشاعت میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ خواتین نمبر نکالنا ہمارے لیے ایک نیا تجربہ تھا اور ہمیں اعتراف ہے کہ اس راہ کی مشکلات سے ہم خود بھی پورے طور پر آگاہ نہ تھے۔ بہرکیف اب یہ جیسا بھی ہے' حاضر خدمت ہے۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین اسے نہایت مفید اور معلومات افزا پائیں گے۔

یہ خصوصی نمبر دراصل تمام تر حلقہ خواتین تنظیم اسلامی کی مساعی اور کاوشوں کا مرہونِ منت ہے۔ خواتین نمبر کا آئیڈیا بھی انہی کی طرف سے آیا تھا اور اسے از اوّل تا آخر مرتب کرنے کی تمام تر ذمہ داری بھی انہی کے حصے میں آئی جسے انہوں نے نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے نبھایا اور ''دیر آید درست آید'' کے آفاقی مقولے کو سچ ثابت کر دکھایا۔ فجزاھن اللہ احسن الجزا۔

یہ امر واقعہ ہے کہ اس نوع کا خصوصی نمبر شائع کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت تھی۔ مغرب میں ''مساواتِ مرد وزن'' کے زوردار نعرے کے ساتھ اٹھنے والی آزادیٔ نسواں کی تحریک نے معاشرتی اقدار کو تلپٹ اور خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ آسمانی ہدایت کی ضیا پاشیوں سے محروم معاشروں میں ہمیشہ سے عورت کا کسی نہ کسی انداز میں استحصال ہوتا چلا آیا ہے مگر گزشتہ صدی کے دوران مغرب میں اٹھنے والی آزادیٔ نسواں کی تحریک نے جس کے اثرات سے دنیا کا کوئی خطہ محفوظ نہیں رہا' آزادی کے خوشنما نعرے کی آڑ میں عورت کے استحصال اور اس کی تذلیل کا جو بدترین سامان کیا ہے پوری انسانی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لیکن جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے' چنانچہ عورت جو کبھی خاندانی نظام کی آبرو ہوتی تھی اور بحیثیت ماں' بہن اور بیٹی تقدس کا ایک نشان اور اپنے پرائے سب کے نزدیک قابل احترام سمجھی جاتی تھی' اپنا پاکیزہ تشخص گنوا کر اور محض ایک ذریعہ تشہیر بازاری جنس کے پست ترین درجے تک گر کر بھی اس خود فریبی کا شکار ہے کہ وہ آزاد ہے اور وہ اپنے اصل مقام کے حصول کی جانب محوِ سفر ہے۔ یہ ہے دورِ حاضر کی عورت کا المیہ۔

لیکن ہم مسلمانوں کا المیہ سنگین تر ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خصوصی ہوئی کہ اس نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے ذریعے ہمیں وہ بہترین ضابطۂ حیات اور نظامِ اجتماعی عطا فرمایا ہے جو ہر اعتبار سے اعلیٰ و عمدہ' معتدل و متوازن اور عادلانہ و منصفانہ ہے۔ فطرتِ انسانی کے تمام پہلوؤں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مرد و زن کے مابین حقوق و فرائض کا جو توازن اسلام نے عطا کیا ہے' کوئی دوسرا نظام اس کی گرد کو نہیں پہنچ سکتا لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہم اس ہدایت سے دور اور رحمت سے محروم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ہمارے دشمن بھی ہمارے معاشرتی اور سماجی نظام کی خوبیوں کے معترف ہیں لیکن ہم اپنی معاشرتی اقدار کے لیے یورپ سے بھیک مانگنے کو موجبِ سعادت سمجھتے ہیں۔ راجیو گاندھی نے بحیثیت وزیر اعظم ایک بار اپنی پارلیمنٹ (لوک سبھا) میں اسلام کے معاشرتی نظام کے بارے میں یہ اعتراف کر کے سنسنی پھیلا دی تھی کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں' دنیا کے کسی نظام نے وہ حقوق عورت کو نہیں دیے ـــــ زیر نظر خصوصی نمبر کے ذریعے اسلام کے معاشرتی نظام کے اسی اہم گوشے کو ہمہ پہلوؤں سے واضح اور اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کا تعلق اسلام میں عورت کے مقام' اس کے حقوق اور ستر و حجاب پر مشتمل معاشرتی اقدار سے ہے۔ ہماری دعا ہے کہ یہ خصوصی نمبر اس حوالے سے ایک مفید علمی دستاویز ثابت ہو۔ باقی اس کے حسن و قبح کے بارے میں بہتر رائے تو قارئین ہی دے سکیں گے۔ ○○

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

جلد 15 — شمارہ 17
18 تا 24 مئی 2006ء
19 تا 25 ربیع الثانی 1427ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسؤل: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود - ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان - محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6316638 - 6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت خصوصی شمارہ 50 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

الھدیٰ

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا﴿۳۵﴾﴾ (الاحزاب)

''(جولوگ اللہ کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' اور مومن مرد اور مومن عورتیں' اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں' اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں' اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں' اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں' اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں' اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں' اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں' اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں' کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

جوامع الکلم

❁ ((عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا فَاطِمَۃُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا)) (رواہ مسلم وترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے فاطمہ! اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچانے کی فکر کرو' اس لیے کہ میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آ سکوں گا۔''

❁ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ قَالَ: ((اُمُّكَ)) قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((ثُمَّ اُمُّكَ)) قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((ثُمَّ اُمُّكَ)) قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((ثُمَّ اَبُوْكَ)) (رواہ البخاری)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! لوگوں میں میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: ''تمہاری ماں!'' اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: ''پھر تمہاری ماں!'' اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: ''پھر تمہاری ماں!'' اُس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: ''پھر تمہارا باپ!''

❁ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ: اَیُّ النِّسَاءِ خَیْرٌ؟ قَالَ: ((اَلَّتِیْ تَسُرُّہٗ اِذَا نَظَرَ' وَتُطِیْعُہٗ اِذَا اَمَرَ' وَلَا تُخَالِفُہٗ فِیْ نَفْسِھَا وَمَالِہٖ بِمَا یَکْرَہُ)) (صحیح سنن النسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سی عورت بہتر ہے؟ آپؐ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ''وہ عورت بہت بہتر اور اچھی ہے جسے اس کا شوہر دیکھ کر خوشی محسوس کرے' جو اپنے شوہر کے حکم پر چلے اور اپنی ذات اور اس کے مال کے تعلق سے اس کی ناپسندیدہ چیزوں کو اختیار کر کے اس کی مخالفت نہ کرے''۔

اس شمارے میں

حرفِ آغاز	حافظ عاکف سعید امیر تنظیم اسلامی	3
الہدیٰ جوامع الکلم		4
اداریہ		6

حقیقتِ ہستی

فلسفۂ موت وحیات	حنا ضمیر	7
ہماری بے جا آرزوئیں	فوزیہ فرید	8

حقوق و فرائض

عورت: شوہر کے گھر اور اولاد کی نگران	طوبیٰ احمد	9
بچوں کی تربیت پر والدین کے کردار کا اثر	گل فشاں ملک	11
خواتین کے حقوق	شاہدہ شوکت ظفر	13

شرعی پردہ

حیا: ہمارا قیمتی زیور	نوشین تاج	14
شرعی پردے کے تین درجے	مولانا اشرف علی تھانویؒ	16
پردہ: نفسیات کیا کہتی ہے؟	مظہر علی ادیب	18
کیا پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟	پروین رضوی	20
پردہ اور اللہ کی رضا	اہلیہ انصار احمد	23
شرعی پردہ اور صبر	ڈاکٹر طاہرہ ارشد	24
برقع	ہنری مکاؤ	26
بے پردگی کا طوفان	بنت مطیع الرب	27

تہذیبِ حاضر

آزادیٔ نسواں کا فریب	جسٹس (ر) مولانا محمد تقی عثمانی	28
گلوبل کلچر کا نعرہ	عبدالنعیم	29
مساوات مرد وزن	نسیم جہاں	31
آزاد خیالی	عامرہ احسان	32
مغرب کی ''آزاد'' خواتین	اقتدار احمد (مرحوم)	34
خواتین اور جرائد	رعنا خان	34

تعمیر کردار

عائلی زندگی: اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ	عائزہ ندیم	36
مثالی بیوی کی خوبیاں	عاتکہ علاؤالدین	38
میک اپ کا نسخۂ کیمیا	بنت صدیق	39
رول ماڈل	رعنا خان	40
ایمان اور اخلاق کا تعلق	حنا ضمیر	41
گفتگو کی حیا	مسز محمد حامد حسن	42
حسد	زیرک ضیاء	44

گوشۂ تنظیم

تعارف تنظیم اسلامی حلقہ خواتین	اہلیہ شیخ رحیم الدین	45
داعی کے اوصاف	بلقیس عزیز	47
نظم کی اہمیت	رفیقہ تنظیم اسلامی کراچی	49
فکر تنظیم سے قلبی تعلق پیدا کیجیے	بنت محمد علی ابراہیم	51

انٹرویوز

انٹرویو اہلیہ محترمہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب	ڈاکٹر طاہرہ ارشد+	52
انٹرویو والدہ محترمہ جناب اظہر بختیار خلجی	فوزیہ متین	55

دعوتِ فکر

اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد	بنت محمد علی ابراہیم	57
آہ! تم نے قرآن کے ٹکڑے کر دیے	امۃ الحی	58
تذکیر بالآء اللہ سے تذکیر بایام اللہ تک	امۃ الحی	59
میں محو حیرت ہوں (نظم)	مسز اسعد احمد مختار	61
تاریخ انسانی کا اہم ترین واقعہ	امۃ المغنی	62
وقت نہیں ملتا	رعنا خان	64

قرآن اور سائنس

عورت کی آدھی گواہی	محبوب الحق عاجز	65
دودھ پلانے والی ماں: شوگر سے محفوظ	نائلہ بنت فرمان الٰہی	66
آیت: ''انسان خسارے میں ہے'' کی وضاحت: سائنسی اسلوب میں	ڈاکٹر نور باقی	67

تذکرۂ صحابیات

صحابیات کے چند ایمان افروز واقعات	مرسلہ: قاضی عبدالقادر	69
ایماندار لڑکی	فوزیہ متین	70

متفرق

خواتین کی جسمانی زینت و آرائش	عابدہ انجم	71
ہم چلے گاڑی خریدنے	ڈاکٹر طاہرہ ارشد	72

تعلیم اور نصاب

نصاب تعلیم میں تبدیلی	ڈاکٹر طاہرہ ارشد	73
ہجرت	حمیرا عبیدالرحمٰن	75

جنھیں بھلایا نہ جائے گا

میری ماں	مرتبہ: بنت محمد علی ابراہیم	76
صبر و محبت کا عظیم پیکر	رحمیٰ اسد	78
اشک رواں کے ساتھ......	وردہ احمد	80

مسائل و احکام

حج کے موقع پر خواتین کا احرام	ام صائم	81
عورت: وفات سے غسل و تکفین تک	رفیقہ تنظیم اسلامی	82
اسلام اور موسیقی	خولہ عارف	84
طلاق کے اہم نکات	رفیقہ تنظیم اسلامی	85

انتخاب

عورت کی مختلف حیثیتیں	مرسلہ: قاضی عبدالقادر	87

کچن کارنر

89

اداریہ

امۃ المحصی

خواتین نمبر

معزز قارئین! ندائے خلافت کا "خواتین نمبر" آپ کے ہاتھ میں ہے۔ شکر صد شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں اس خصوصی نمبر کی تیاری اور اشاعت کی توفیق بخشی۔ خواتین نمبر شائع کرنے کا ارادہ کرنا جتنا آسان تھا' اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا اتنا ہی مشکل تھا' اس لیے کہ ہم خواتین اس دشت کی صحرا نوردی میں بالکل نو وارد ہیں۔ بہرحال موجودہ شمارہ "ایں سعادت بزور بازو نیست" کے مصداق کلیتاً تائید و توفیق ایزدی کا مظہر ہے۔ "اَلسَّعْیُ مِنَّا وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ"۔

عالم اسلام اس وقت جس بے سکونی کا شکار ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ضعفِ ایمان اور دین سے دوری کے نتیجے میں آج امتِ مسلمہ سخت آزمائش سے دوچار ہے۔ اور وعدہ الٰہی ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ﴾ کے مطابق عذاب الٰہی کے کوڑے پوری دنیا میں جابجا ہم پر برس رہے ہیں۔ دجالی فتنہ عروج پر ہے اور دجال کا آخری حربہ "عورت" اب پوری طرح لباسِ حیا سے آزاد ہو کر میدان میں اتر چکی ہے۔ اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے وطن عزیز پاکستان کی موجودہ حکومت کے زیر سایہ ہمارا میڈیا اب بالکل بے لگام ہو چکا ہے۔ اخبارات' رسائل اور ٹیلی ویژن ترقی اور حقوقِ نسواں کے دھوکے میں ایک دوسرے سے بڑھ کر نسوانیتِ زن کی تذلیل کر رہے ہیں۔ ع

لٹا رہی ہے وطن کی بیٹی 'خود اپنی عزت خود اپنے ہاتھوں

یہود و ہنود کی ذہنی غلامی کے نتیجے میں ہماری سیاست' معیشت اور معاشرت تو پہلے ہی بری طرح متاثر ہو چکی تھیں' اب فتنۂ دجالیت کا ایک اور بہت بڑا وار ہمارے تعلیمی اداروں اور نصاب تعلیم پر ہوا ہے۔ پنجاب کے بہت سے تعلیمی اداروں کا الحاق آغا خان یونیورسٹی سے ہو چکا ہے۔ چند سال پہلے سکولوں کالجوں کی سطح پر یہودی سازشوں کو جن ڈھکی چھپی باتوں کے ذریعے بتایا جاتا تھا آج علی الاعلان بیان ہو چکی ہیں۔ خونِ مسلم میں گرمی پیدا کرنے والے گنے چنے چند ادارے خون گرمانے کی اپنی سی کوشش کر رہے ہیں' مگر دنیا دیکھ چکی ہے کہ ع

حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

اس ضمن میں ہمارے اربابِ اقتدار کا کردار انتہائی مایوس کن ہے۔ تعلیمی نصاب کو تبدیل کرنے کی کوششیں آپ سب کے سامنے ہیں۔ یہاں تک کہ حکومت کو اسلامیات کا سطحی سا نصاب بھی ہضم نہیں ہو رہا۔ جس کا مظہر صدر مشرف کا وہ بیان ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ موجودہ اسلامیات مسائل پیدا کر رہی ہے' اسے تبدیل کر دیں گے۔ الغرض ہماری آنے والی نسلوں کو دین و مذہب' نظریہ پاکستان' اسلامی تہذیب و تمدن' اخلاقی اقدار' اسلاف کی روایات اور اپنے ماضی سے دور کرنے کی بھرپور کوششیں کی جا رہی ہیں۔

ملت کی موجودہ صورت حال ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ آج مسلمان ہی سب سے زیادہ بے سکون اور مسائل میں گھرے ہوئے کیوں ہیں! اور اقبال کے الفاظ میں۔

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

اس کا جواب بھی کچھ مزید سوالات پر غور کرنے کے بعد مل جاتا ہے۔ مثلاً کیا ہم اللہ کے سچے اور مخلص بندے ہیں؟ کیا ہم دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ علم دین بھی حاصل کر رہے ہیں؟ کیا ہم قرآن پاک سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ کیا ہم اپنے مسلمان بہن بھائیوں کے لیے وہی پسند کرتے ہیں جو اپنے لیے کرتے ہیں! کیا ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں؟ کیا ہم حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ کیا ہم اپنے نفس' اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اگر ان سوالات کا جواب جزوی طور پر بھی نفی میں ہے تو پھر یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔ آج جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے وہ وعدۂ الٰہی ہی تو ہے۔ چند ماہ پہلے آنے والا ہولناک زلزلہ کیا تھا' جو آنِ واحد میں ہزاروں گھروں کا نام و نشان مٹا کر آئندہ سالہا سال تک اپنے اثرات چھوڑ گیا۔ لاکھوں متاثرین عمر بھر اس کی تباہ کاریوں کو برداشت کرتے رہیں گے۔ یہ زلزلہ سراسر منجانب اللہ تھا اور ہمارے لیے آزمائش اور تنبیہ تھی۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ 70 ماؤں سے زیادہ رحیم کریم ہستی آخر کیوں ہمیں سزا دینے پر آمادہ ہو گئی۔

دراصل یہ وقت ہے توبہ کرنے کا۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کا اور اپنے بھائی بہنوں کی معافی مانگنے کا اور اپنے جملہ ہم وطن بھائی بہنوں تک اس پیغام کو پہنچانے کا کہ باز آ جاؤ۔ وہ الرحمٰن الرحیم ہستی اب بھی تمہیں اپنے دامن رحمت میں سمیٹنے کو تیار ہے۔ تمہارا عرق انفعال ابھی بھی اس کے نزدیک قیمتی موتی کی طرح اہم ہے' بشرطیکہ تمہاری توبہ خالص ہو۔ سورۃ الزمر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ......﴾

ہمارے میڈیا کے ناخداؤں نے اس زلزلے سے کچھ بھی سبق نہیں سیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ فحاشی و عریانی جوں کی توں برقرار ہے اور حقیقت یہ ہے کہ عوام کو ایک بہت بڑا دھوکہ دیا گیا' کہ انہیں یہ باور کرایا گیا کہ زلزلہ عذاب الٰہی نہیں بلکہ زمین کی اندرونی پلیٹوں میں حرکت کا نتیجہ ہے' تاکہ قوم کو اپنے جرائم پر غور و فکر کا موقع ہی نہ ملے۔ یاد رکھیے! سوتے کو جگایا جا سکتا ہے لیکن جاگتے کو جگانا ناممکن ہے۔ ہم سر کی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لینے کے باوجود بھی سوئے ہوئے ہیں۔ غافل ہیں' مست ہیں' دھوکے میں ہیں وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ۔

ہمیں اس غفلت سے بیدار ہونا ہے۔ اپنا بھولا ہوا سبق یاد کرنا ہے۔ اپنے رب سے کئے ہوئے وعدوں کی تجدید کرنی ہے۔ اپنے ذہن میں اپنا مقصد زندگی ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ از سر نو تازہ کرنا ہے۔

(باقی صفحہ 12 پر)

فلسفہ موت و حیات اور ہمارا طرزِ عمل

حنا ضمیر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ o﴾ (الملک:2)

''اُسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا' تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔''

یہ سلسلۂ موت و حیات ایک آزمائش ہے کہ کون لوگ اس مہلتِ عمر سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی آخرت کا سامان کرتے ہیں۔ جیسے یہ حقیقت ہے کہ ہم زندہ ہیں' ویسے ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک دن ہم سب کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس سے انکار یا فرار ممکن نہیں ہے۔ اس سلسلے میں سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس اہم مرحلے کے لیے ہم نے کیا تیاری کی ہے؟ سفرِ آخرت پر روانہ ہونے سے پہلے کچھ زادِ راہ بھی ساتھ ہے یا نہیں ہے؟ ہم اِس مرحلے کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں؟

اِس موضوع پر بحث کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

1۔ موت کا قرآنی تصور کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟
2۔ موت کے بارے میں ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟
3۔ میت کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟

موت کا قرآنی تصور

قرآن کی رُو سے موت کا تصور کوئی Depressing بات نہیں ہے۔ یہ تو ایک عالم سے دوسرے عالم کو منتقل ہونے کا نام ہے۔ یہ کوئی معدوم ہو جانے کی یا ختم ہو جانے کی کیفیت بالکل نہیں ہے۔ خاص طور پر ایک مومن کے لیے تو یہ اپنے رب سے' اپنے محبوب سے ملاقات کا مرحلہ ہے۔ اقبال نے کہا ہے کہ:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلبِ اُوست

پھر وہ لوگ جو اپنے رب کی راہ میں گردن کٹادیں اُن کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ''بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے'' (البقرہ) دراصل ذاتِ ربانی کا پرتو' ہماری روح جو عالمِ بالا سے آ کر اِس خاکی جسم میں قید تھی وہ تو اپنے رب سے ملنا چاہتی ہے' واپس اپنے ٹھکانے پر جانا چاہتی ہے۔ ((الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر)) (الحدیث) موت تو قید سے رہائی اور محبوب سے ملاقات کا وقت ہے۔

موت کے بارے میں ہمارا طرزِ عمل

قرآن پاک میں جہاں جہاں موت کا تذکرہ آیا ہے' سب آیات میں ایک ہی حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ یہ دنیا فانی اور اس کا ساز و سامان ایک متاعِ فریب ہے۔ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ جب تک انسان زندہ رہتا ہے اُس کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا رہتا ہے اور وہ اس طرف توجہ نہیں دیتا لیکن مرنے کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش کرے گا جو کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ اس لیے صحیح راستہ یہی ہے کہ انسان موت کو اور اپنے انجام کو یاد رکھے اور آخرت کی تیاری سے کبھی غافل نہ ہو۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے میرا کندھا پکڑا اور فرمایا: ''تم دنیا میں اِس طرح رہو جیسے پردیسی یا رہ چلتا مسافر''۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی تندرستی کے زمانے میں بیماری کے لیے اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کرو''۔ (صحیح بخاری)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لذتیں ختم کرنے والی چیز (یعنی موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو''۔ (ترمذی)

یہ طرزِ عمل جو اوپر ذکر ہوا یہ تو اپنی موت کے متعلق ہے کہ ہم سب اپنے اوپر آنے والے اس مرحلے کو یاد رکھیں۔ اور اس کے لیے تیاری کرتے رہیں۔ البتہ کسی مصیبت یا تکلیف سے گھبرا کر موت کی آرزو کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ شہادت کی آرزو کرنا یا کسی مقدس جگہ میں مرنے کی دُعا کرنا جائز ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے جو اُسے پہنچی ہو' موت کی آرزو نہ کرے اور اگر (اس کے بغیر) چارہ نہ ہو تو اس طرح دُعا کرے' اے اللہ تو مجھے اُس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور اُس وقت مجھے فوت کر دے جب وفات میرے لیے بہتر ہو''۔ (متفق علیہ)

دوسروں کی موت پر ہمارا طرزِ عمل ایک صابر مومن کا سا ہونا چاہیے۔ بچے' بیوی' والدین' عزیز اور رشتہ دار وغیرہ انسان کے لیے محبوب رشتے ہیں۔ اِن کی وفات کو اللہ کا حکم سمجھ کر صبر کرنا کمالِ ایمان کی علامت ہے اور بے صبری' جزع فزع اور اول فول بکنا ضعفِ ایمان کی دلیل ہے۔ پہلی بات کا صلہ جنت ہے اور دوسری بات اللہ کی ناراضی کا باعث ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب (ترین چیز) میں واپس لے لوں لیکن وہ اُس ثواب کی نیت سے صبر کرے' اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔ (صحیح بخاری)

میت کے بارے میں احکام

1۔ قریب الموت کے پاس بیٹھ کر لا الٰہ الا اللہ پڑھنا مسنون ہے۔ مسلم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو''۔ ایک اور روایت سے سورۃ یٰسین پڑھنے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

2۔ میت پر رونا' چلانا اور ماتم کرنا منع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس میت پر نوحہ کیا جائے اُس کو نوحے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے''۔ (متفق علیہ) البتہ میت پر آنسو بہانا یا خاموشی سے رونا جائز ہے۔

3۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا سنت ہے۔

4۔ مرنے کے بعد میت کی آنکھیں بند کر دیں' ٹانگیں اور بازو صحیح کر دیں اور خیر کی باتیں کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مرنے والے کا ذکر بھلائی کے سوا نہ کرو (نسائی)

5۔ میت کے ذمے قرض ہو تو ورثاء مل جل کر ادا کریں۔ فرض حج یا نذر مانا ہوا حج اور فرض روزے بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اُس پر فرض روزے رکھنے باقی ہوں تو اُس کا وارث روزے رکھے (صحیح بخاری) میت کی طرف سے قربانی کرنے کی دلیل بھی حدیث سے ملتی ہے۔

6۔ مردوں کے حق میں دعائے مغفرت کرنا سنت سے ثابت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مرنے کے بعد انسان کے اعمال کے ثواب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے جن کا ثواب میت کو پہنچتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ' لوگوں کو فائدہ دینے والا علم اور نیک اولاد جو میت کے لیے دُعا کرتی ہے (صحیح مسلم)

مسند احمد میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزّ وجل جنت میں نیک آدمی کا درجہ بلند فرمائے گا تو وہ آدمی عرض کرے گا' یا اللہ یہ درجہ مجھے کیسے حاصل ہوا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: ''تیرے بیٹے نے تیرے لیے استغفار کیا تھا۔'' (مسند احمد)

7۔ سوگ منانا: تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں۔ صرف بیوہ کے لیے سوگ کی مدت 4 ماہ 10 دن ہے۔ تین دن تعزیت کے لیے آنے جانے والوں سے ملاقات ہے۔ اس کے بعد معمول کے شب و روز ہوں۔ پہلی عید پر اچھے کپڑے نہ پہننا یا عید کو یوم سوگ کے طور پر منانا جائز نہیں۔ اِس سلسلے میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ پیش نظر رہنا چاہیے جنہوں نے اپنے بیٹے کی وفات کے تیسرے دن خوشبو لگائی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی مگر اس لیے کہ 3 دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں ہے (بخاری)

8۔ زیارتِ قبور: عورتوں کے لیے قبرستان جانا پسندیدہ قرار نہیں دیا گیا۔ البتہ عبرت حاصل کرنے کی غرض سے کبھی کبھی جا سکتی ہیں۔ وہاں جا کر جذبات پر قابو رکھیں' قبروں پر پھول یا چادریں نہ ڈالیں بلکہ مسنون دعائیں کریں' مثلاً

ترمذی میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے یہ دُعا بھی منقول ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ''اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمہارے بعد (آنے والے) ہیں''۔

> شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے!
> یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے!
> (اقبال)

ہماری بے جا آرزوئیں

ہماری خود فریبی کی گرہ کب کھلے گی؟

انسان کا مقصد حیات اللہ کی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے بھی انبیاء بھیجے ان سب نے ایک ہی تعلیم دی: اُعْبُدُوا اللّٰہَ یعنی اللہ کی عبادت کرو۔ عبادت محض نماز' روزہ اور حج کا نام نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی کو اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں پر گزارنے کا نام عبادت ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا کیا جو مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں ہمارے تمام شعبہ ہائے زندگی کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس میں وہ تمام طریقے درج ہیں جن پر عمل کر کے ہم اپنے مقصد حیات کو پورا کر سکتے ہیں۔ مگر آج ہم قرآن سے دوری کی وجہ اپنے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ اللہ کی اس کتاب کو محض قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا ذریعہ بنا لیا ہے' نتیجتاً اپنے مقصد حیات ہی سے ناواقف ہو گئے ہیں اور بنیادی ارکان کو پورا کر کے بہت مطمئن ہیں جبکہ زندگی بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے کیونکہ ہماری بے جا آرزوئیں اور خواہشات مسلسل بڑھتی جا رہی ہیں:

1) نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل تو کرتے نہیں' اور ہم سوچتے ہیں کہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں اس لیے حضور ﷺ روزِ حشر میں ہماری شفاعت کریں گے اور ہم بخش دیے جائیں گے۔

2) قرآن کے احکامات سے ناواقف ہیں' اس کو کھول کر پڑھتے نہیں مگر آرزو رکھتے ہیں کہ بیٹی کو اس کے سائے میں رخصت کریں۔ اس طرح وہ سدا سکھی رہے گی۔

3) کاروبار میں حرام حلال کا فرق ختم کر رہے ہیں' تول میں برابری کا حکم توڑتے ہیں' سودی کاروبار کرتے ہیں مگر دکان' مکان' دفتر میں قرآنی آیات کے طغرے' خانہ کعبہ کی تصاویر لگاتے ہیں' کہ اس طرح رزق میں اضافہ ہوگا اور خیر و برکت دروازے پر دستک دے گی۔

4) رشوت اور غیر قانونی طریقوں سے پیسہ کماتے ہیں مگر دروازے کے باہر نمایاں طور پر لکھا ہوتا ہے: ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔

5) آنحضرت ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے مگر ان کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے اور خیر و برکت کے لیے میلاد مناتے ہیں' نعتیہ مشاعرے وغیرہ کرواتے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ پر گلی گلی کوچہ کوچہ روشن کیا جاتا ہے کہ اس طرح حضور ﷺ کی روح خوش ہوگی اور ہمیں شفاعت ملے گی۔

6) اداکار و فنکار شریعت کے بالکل برخلاف زندگی گزارتے ہیں۔ قرآن سے لاعلمی کی وجہ سے اپنا مقصد زندگی نہیں جانتے اور حج اور عمرہ ادا کر کے مطمئن ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے یہ مقام عطا کیا۔

7) ناجائز ذرائع سے آمدنی حاصل کرنے کے باوجود برکت و رحمت کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

8) ہم اپنے مفاد کی خاطر دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ مارتے رہتے ہیں۔ رشوت اور سفارش سے کام لیتے ہیں مگر جب ہمارا اپنا کام پھنس جائے تو درود و وظائف کا سہارا لیتے ہیں۔

9) صحت مند ہوتے ہیں تو کبھی کسی کی عیادت پر نہیں جاتے یا تو وقت نہیں یا اسپتال میں جانا نہیں چاہتے مگر جب خود کو مرض لاحق ہوا تو دل میں خواہش ہوتی ہے کہ لوگ دیکھنے آئیں۔ صحت یابی کے لیے بڑے بڑے وظیفے کروائے جاتے ہیں' کہ اس طرح اللہ صحت دے دے گا۔

10) حقوق اللہ کا خیال رکھتے ہیں نہ ہی حقوق العباد کا مگر سوچتے ہیں کہ جب بوڑھے ہوں گے تو اللہ اللہ کر لیں گے اور بخش دیے جائیں گے۔

11) ہر غلط کام یہ سوچ کر کرتے ہیں کہ اللہ تو بہت رحیم ہے' رحمان ہے' ہم تو خطا کے پتلے ہیں۔ اللہ ہمیں معاف کر دے گا۔

12) مجموعی زندگی اپنی ہی مرضی سے گزارتے ہیں مگر بنیادی ارکان کی پابندی کر کے خود کو متقی پرہیزگار تصور کرتے ہیں۔ آرزو ہوتی ہے کہ سیدھے جنت میں جائیں گے۔

13) بہو کی تلاش میں سرگرداں و پریشان پھرتے ہیں۔ خوب سے خوب تر کی تلاش ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ جہیز کی خواہش کرتے ہیں' جب اپنی بیٹی کا وقت آتا ہے تو وظائف کا سہارا لیا جاتا ہے اور جہیز کو لعنت قرار دیا جاتا ہے۔

عورت: شوہر کے گھر اور اولاد کی نگران

طوبیٰ احمد

نکاح مرد اور عورت کی اس جائز اور علانیہ وابستگی کا نام ہے جسے اسلامی معاشرہ قبول کرتا ہے۔ مذاہب عالم میں اسلام کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ اس نے اس رشتے کو تقدس عطا فرمایا۔ اللہ رب العزت نے نکاح کے بندھن کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا۔ سورۃ الروم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ......﴾ (آیت: 21)

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے پیدا کیں تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں تا کہ تم سکون حاصل کرو ان کے پاس‘ اور پیدا کر دی اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت“۔

نکاح کے بعد مرد اور عورت کی زندگیوں میں سکون‘ قرار‘ آسودگی اور توازن کی کیفیات پیدا ہو جانی چاہئیں۔ تاہم اس کا انحصار زوجین کے باہمی رویوں پر ہے۔ نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نسل انسانی کی صحیح تربیت اور پرورش کا دارو مدار بھی اس پر ہے کہ گھر کے اندر کی فضا پرسکون ہو اور ماں باپ کے باہمی تعلقات کسی قسم کے کھنچاؤ کا شکار نہ ہوں۔ بصورتِ دیگر ایک ایسے ماحول میں جہاں ماں باپ میں باہمی ہم آہنگی کا فقدان ہو‘ اولاد کے اذہان بھی انتشار کا شکار ہوں گے اور وہ معاشرے میں بھی بے سکونی اور انتشار پھیلانے کا باعث ہوں گے۔

جہاں تک گھر کے اندرونی ماحول کی درستگی‘ اصلاح اور سکون کا تعلق ہے تو اس معاملے میں عورت کا کردار مرد کے مقابلے میں زیادہ اہم ہے۔ اولاد پر جس درجہ ماں اثر انداز ہوتی ہے‘ باپ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ باپ معاشی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے دن بھر گھر سے باہر ہوتا ہے‘ جبکہ ماں بالعموم گھر میں بچوں کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ اگر عورت کے رویے میں شوہر کی فرمانبرداری اور شکر گزاری کا جذبہ ہو اور مرد کے رویے میں بیوی کے ساتھ حسن سلوک موجود ہو تو گھر کا ماحول کبھی بھی خراب نہیں ہو سکتا اور بچوں کی تربیت بھی بہترین ماحول میں ہو سکتی ہے۔

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ اگر عورت فرمانبردار اور شکر گزار ہو لیکن مرد کا رویہ غصیلا یا ڈانٹ ڈپٹ کا ہو تب بھی ایک نیک اور سمجھ دار عورت دانشمندی سے حالات پر قابو پا سکتی ہے اور بچوں کو باپ کے مزاج کی وجہ سے پڑنے والے برے اثرات سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس مرد خواہ کتنا ہی حسنِ سلوک سے کام لے اگر عورت شوہر کی نافرمان اور ناشکری ہے تو اس کے بچے محض باپ کے حسنِ سلوک کی وجہ سے بہترین تربیت کبھی بھی نہیں پا سکیں گے۔

انسان اچھائی اور برائی کے اپنے معیارات رکھتا ہے لیکن بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ معیاراتِ حسن و قبح اور تصوراتِ خیر وشر ہی دراصل برحق اور قابل تقلید و اتباع ہیں۔ اس لیے ایک نیک اور مثالی بیوی اور عورت کی خصوصیات کے علم کے لیے ہمیں کتاب اللہ اور احادیثِ نبویہ کی طرف ہی رجوع کرنا ہو گا۔ ایک مثالی بیوی کی خصوصیات اور خوبیاں درج ذیل ہیں:

> رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:
>
> ”بہترین بیوی وہ ہے
> جس کی طرف تُو دیکھے تو تجھے خوش کر دے
> اور جب تُو کسی بات کا حکم دے تو بجا لائے
> اور تیری عدم موجودگی میں تیرے مال اور
> اپنی ذات کی حفاظت کرے“۔

1) اطاعت گزار

قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ﴾

”نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں“۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا صَلَّتِ الْمَرْاَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيْلَ لَهَا اُدْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ اَىِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ)) (رواہ ابن حبان‘ صحیح)

”جو عورت پانچ نمازیں ادا کرے‘ رمضان کے روزے رکھے‘ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اسے (قیامت کے روز) کہا جائے گا کہ جنت کے دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے“۔

2) شکر گزار

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے آگ دیکھی اور آج جیسا ہولناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا‘ جہنم میں مَیں نے عورتوں کی دیکھی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: کیوں یارسول اللہ! آپؐ نے ارشاد فرمایا: ان کی ناشکری کی وجہ سے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: (نہیں بلکہ) وہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور ان کا احسان نہیں مانتیں۔ عورتوں کا حال یہ ہے کہ اگر عمر بھر تم ان کے ساتھ احسان کرتے رہو پھر تمہاری طرف سے کوئی معمولی سی تکلیف بھی انہیں آ جائے تو کہیں گی: میں نے تو تجھ سے کبھی سکون پایا ہی نہیں۔ (رواہ البخاری)

3) شوہر سے محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ)) (رواہ ابو داؤد‘ صحیح)

”محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو‘ کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا“۔

4) شوہر کو خوش رکھنے والی

نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ بہترین عورت کون سی ہے؟ آپؐ نے جواب دیا:

((اَلَّتِي تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِيْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهٗ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ))

(رواہ النسائی‘ حسن)

”وہ عورت کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے‘ جب کسی بات کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرے نیز عورت کی جان اور مال کے معاملے میں شوہر جس چیز کو ناپسند کرتا ہو اس میں اس کی مخالفت نہ کرے“۔

5) شوہر کے جذبات کا احترام کرنے والی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا مِنْ رَّجُلٍ يَدْعُوْا امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهَا فَتَاْبٰى عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا)) (رواہ مسلم)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور بیوی انکار کر دے تو وہ ذات جو آسمانوں میں ہے ناراض رہتی ہے' حتیٰ کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو جائے''۔

6) شوہر کے مال اور اپنی عزت کی محافظ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((خَيْرُ النِّسَاءِ مَنْ تَسُرُّكَ اِذَا بَصُرْتَ تُطِيْعُكَ اِذَا اَمَرْتَ وَتَحْفَظُ غَيْبَتَكَ فِي نَفْسِهَا وَمَالِكَ)) (رواہ الطبرانی' صحیح)

''بہترین بیوی وہ ہے جس کی طرف تو دیکھے تو تجھے خوش کر دے اور جب تو کسی بات کا حکم دے تو بجا لائے اور تیری عدم موجودگی میں تیرے مال اور اپنی ذات کی حفاظت کرے''۔

7) شوہر کی آخرت کا خیال رکھنے والی

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لِيَتَّخِذْ اَحَدُكُمْ قَلْبًا شَاكِرًا وَلِسَانًا ذَاكِرًا وَزَوْجَةً مُؤْمِنَةً تُعِيْنُ اَحَدَكُمْ عَلٰى اَمْرِ الْآخِرَةِ)) (رواہ ابن ماجہ' صحیح)

''تم میں سے ہر ایک کو شکر گزار دل' ذکر کرنے والی زبان اور مؤمنہ بیوی جو آخرت کے بارے میں تمہاری مددگار ہو' حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے''۔

8) اولاد سے محبت کرنے والی

حدیث مبارکہ ہے:

((نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ اَحْنَاهُ عَلٰى طِفْلٍ وَاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ)) (رواہ مسلم)

''اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سے بہترین عورتیں قریش کی ہیں۔ بچوں پر نہایت شفقت اور مہربانی کرنے والیاں ہیں اور اپنے شوہروں کے مال و دولت کی محافظ اور امین ہوتی ہیں''۔

9) اولاد کی تربیت کے معاملے میں محتاط

حدیث مبارکہ ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ...... وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ)) (رواہ البخاری)

''تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے..... اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر حاکم ہے۔ پس ہر شخص حاکم ہے اور اپنی اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے''۔

10) شیریں گفتار اور قناعت پسند

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالْاَبْكَارِ فَاِنَّهُنَّ اَعْذَبُ اَفْوَاهًا اَنْتَقُ اَرْحَامًا وَاَرْضٰى بِالْيَسِيْرِ)) (رواہ ابن ماجہ' صحیح)

''کنواری عورتوں سے نکاح کرو کہ وہ شیریں گفتار ہوتی ہیں' زیادہ بچے جنتی ہیں اور تھوڑی چیز پر جلد خوش ہو جاتی ہیں''۔

مثالی عورت بننے کے لیے چار قابل تقلید مثالیں

حدیث مبارکہ ہے:

((خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ اَرْبَعٌ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ))

(رواہ احمد و الطبرانی' صحیح)

''کائنات کی بہترین عورتیں چار ہیں: حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام' حضرت خدیجہؓ بنت خویلد' حضرت فاطمہؓ بنت محمد ﷺ' حضرت آسیہؓ فرعون کی بیوی''۔

بحیثیت ایک مسلمان خاتون کے ہم سب عورتوں کا فرض ہے کہ ہم مثالی عورت بننے کے لیے قرآن و حدیث کے معیارات کو اپنائیں۔ اور مندرجہ بالا چاروں خواتین کی زندگیوں کا مطالعہ کریں اور ان کے عمل کو اپنے لیے اُسوہ اور مشعلِ راہ بنائیں۔ شوہر کی فرمانبرداری و شکر گزاری ہو یا اولاد کی تربیت کی ذمہ داری' ہر معاملے میں اللہ کی رضا کو ہی اپنا مقصود و مطلوب بنائیں۔ ان شاء اللہ اس کا نقد انعام اس دنیا میں ہی داخلی و خارجی سکون کی صورت میں مل جائے گا اور آخرت تو ہے ہی متقین کے لیے (وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ)۔ آیئے ہم اللہ سے دعا کریں: اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔ (آمین یارب العالمین)

طوبیٰ گرلز کالج لاہور

برائے انٹرمیڈیٹ و بی اے کلاسز

☆ دینی ذہن رکھنے والے گھرانوں کی بچیوں کے لیے تعلیمی و تربیتی مرکز
☆ قابل اور کوالیفائیڈ فیکلٹی
☆ باپردہ ماحول اور دینی تعلیم و تربیت کی اضافی سہولت
☆ لاہور بورڈ اور پنجاب یونیورسٹی میں نمایاں پوزیشنیں
☆ قریبی علاقوں سے ٹرانسپورٹ کی سہولت

احباب کالج کا نیا ایڈریس نوٹ فرمالیں

239-C' جوہر ٹاؤن' لاہور۔ فون: 5172018

اہم اطلاع

بسلسلہ

دینی معلوماتی تربیتی کورس برائے خواتین

نوٹ فرمالیں کہ اس سال یہ کورس 19 جون سے 31 جولائی تک قرآن اکیڈمی کے بجائے طوبیٰ گرلز کالج 239-C جوہر ٹاؤن لاہور (فون نمبر: 5172018) میں منعقد ہوگا۔

برائے رابطہ: دفتر حلقہ خواتین تنظیم اسلامی

قرآن اکیڈمی 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-5869501

بچوں کی تربیت پر والدین کے کردار کا اثر

گل فشاں ملک

''بچہ'' چھوٹا سا لفظ ہے جو ایک ننھی منی سی جان کا تصور پیش کرتا ہے تو ہم محض مسکرا کر رہ جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے پیار کی لہر اٹھتی ہے اور شفقت و محبت کے جذبات نظر آتے ہیں۔ اور کچھ ہی دیر میں محبت ختم ہو جاتی ہے۔ جذبات ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں' ہم زندگی کی مختلف مصروفیات میں گم ہو جاتے ہیں اور یہ بچہ اپنی نوعمری کے راستے پر تنہا رہ جاتا ہے' دائمی شفقتوں سے محروم' ابدی خلوص سے ناآشنا' اچھے برے کی تلاش میں گم ہو جاتا ہے۔

ہمارا سرمایۂ حیات جان و مال نہیں بلکہ ہمارے بچے ہیں جو ہمارا کل ہیں' جنہوں نے ہماری روایات' اقدار کو آگے بڑھانا ہے' جو ہمارا آئینہ ہیں۔ انہیں صحیح راستے پر چلتا دیکھ کر ہم اپنا سر فخر سے بلند کر سکتے ہیں کیونکہ ہر بچہ صالح نظریات لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے بچے کی سیرت کی تشکیل اور تعلیم و تربیت پر بہت زور دینا چاہیے۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں نسل در نسل اخلاقی اقدار کی تباہی ہو رہی ہیں۔ صحیح اور غلط کی پہچان' حقوق و فرائض کا صحیح علم' زندگی گزارنے کا طریقہ جو صراط مستقیم ہے' ایک خواب بن کر رہ گیا ہے۔ آج ہم اپنی ہی بنائی ہوئی کھوکھلی رسومات و روایات اور غلط اقدار کی بدولت اپنی اولاد کو نہ صرف اپنے آپ سے دور کر رہے ہیں بلکہ وہ بری طرح بھٹک بھی چکے ہیں۔

کسی بھی بچے کی تربیت میں اس کی زندگی کے پہلے پانچ سال بے حد اہم ہیں اور یہ ابتدائی سال وہ اپنے والدین کے زیر سایہ گزارتا ہے۔ زندگی کے ہر پہلو میں ہر شعبے میں' محبت' شفقت' حسنِ سلوک اور صحیح تربیت بچے کی بنیادی ضروریات ہیں۔ وہ ایک ایسی خالی اور صاف شفاف سلیٹ کی مانند ہے جس پر والدین اپنے کردار اور عمل سے جو لکھ دیں وہ اس کی شخصیت کا ایک اٹوٹ حصہ بن جاتا ہے۔ والدین اپنی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے' حالانکہ ان کا ایک ایک عمل بچے کے ذہن پر نقش ہوتا ہے اور اسی کی بنیاد پر وہ اپنے آپ کو اس معاشرے میں پیش کرتا ہے۔

گھریلو لڑائیاں' پریشانیاں مثلاً والدین کے درمیان کسی بھی مسئلے پر ایک دوسرے کی تذلیل کرنا' کردار کشی اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنا' بچے کے ذہن پر انتہائی منفی اثر ڈالے گا۔ وہ انتہائی بے یقینی کے عالم میں ہوگا۔ اکثر ایسے ماں باپ جو گالی گلوچ کریں اور بات جسمانی تشدد تک پہنچتی ہو تو ان کی اولاد میں بھی یہی عادت آ جاتی ہے اور نسل در نسل یہ سلسلہ جاری رہتا ہے' کیونکہ انسان ویسا ہی بن جاتا ہے جیسے ماحول میں وہ رہتا ہو۔ ایک ریسرچ کے مطابق وہ بچے جن کی والدہ اگر طلاق یافتہ ہو تو اِن میں سے ستر فیصد آئندہ چل کر اپنی عائلی زندگی میں اسی عمل کی وجہ سے خوفزدہ رہتے ہیں اور اُن کی ازدواجی زندگی بے حد متاثر

> **شیخ سعدیؒ کا قول ہے:**
> بچوں کے سروں کے اوپر اپنا سایہ ڈالو اور جو گرد و غبار اُن کے سروں پر پڑا ہے اُس کو صاف کرو اور جو کانٹا اُن کے پاؤں میں چبھا ہے اُسے نکالو

ہوتی ہے کیونکہ ایک خوف' اس رشتے کی ناپائیداری' اور اس کے ٹوٹ جانے کا ڈر انہیں ساری زندگی کشمکش میں ڈالے رکھتا ہے۔

والدین گھر میں ماحول پر توجہ نہیں دیتے۔ روز مرہ زندگی میں جھوٹ بولنا ایک عام سا فعل ہے مثلاً باپ اکثر بچے سے کہہ دیتا ہے کہ ''بیٹا کہہ دو' ابو گھر میں نہیں ہیں'' کوئی بہانہ بنا کر فون پر ٹال دینا اور اسی طرح اس کے سامنے رشوت' دھوکہ بازی اور سفارش کا ذکر جو کہ معصوم ذہن پر اپنے اثرات چھوڑتا ہے اور جب یہی بچہ بڑا ہو کر والدین کی نافرمانی کرے اور جھوٹ بولے اور ان کی عزت نہ کرے تو اسے نفسیات دانوں کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ بیج جو جھوٹ کی صورت میں آپ بو چکے ہیں اب کاٹنا تو پڑے گا۔

قول و فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے۔ آپ بچوں کو جن فلموں اور گانوں سے منع کرتے ہیں وہ ہی خود پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح جھوٹ بولنے یا غلط بات کہنے پر لیکچر دیتے ہیں۔ بڑوں کی عزت کا درس تو دیتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے۔ مائیں بھی یہ سوچے بغیر کہ بچے کی تربیت پر کیا اثر پڑتا ہے' اپنے سسرالی رشتہ داروں کی غیبت کر کے ان پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں۔ اور وہ بھی اسی کردار کا حصہ بنتے ہیں۔ والدین کو اکثر شکایت رہتی ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے۔ اب تو بچے عزت نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ' لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ والدین ہی وہ نہیں رہے جیسے کبھی ہوا کرتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد بڑے ہو کر عزت کرے یا کہنا مانے تو خود اپنے بڑوں کی عزت کیجیے۔ اور اپنی ذات کو ایک اچھے رول ماڈل کے طور پر اسے مثال بن کر دکھائیں۔ شیخ سعدی کا قول ہے:

> ''بچوں کے سروں پر اپنا سایہ ڈالو اور جو گرد و غبار ان کے سروں پر پڑا ہے اس کو صاف کرو اور جو کانٹا ان کے پاؤں میں چبھا ہے اسے نکالو''۔

بچے جو سوالات کریں ان کے جوابات بہت سوچ سمجھ کر اور صحیح دینے چاہئیں کیونکہ انسان کی فطرت میں تجسس ہے اور وہ اسی کے تحت ان کے جوابات ضرور تلاش کرتا ہے چاہے وہ غلط ہوں یا صحیح۔ اور ان کی بنیاد پر اس کے نظریات و اقدار بنتی چلی جاتی ہیں۔ جس بچے کی تربیت کام کے وقت کام اور کھیل کے وقت کھیل اور راست گوئی کے اصول پر کی گئی ہو' وہ محض اپنے آرام کے لیے جھوٹے بہانوں میں کبھی پناہ نہیں لیتا۔ ایسا بچہ بڑا ہو کر جفاکش' راست گو' پروقار' قابل اعتماد اور مفید شہری ثابت ہوتا ہے' لیکن اس کے لیے بے حد ضروری بات یہ ہے کہ والدین ایک مثال کے طور پر اس کے سامنے زندگی گزاریں۔ کیونکہ کتابوں کو پڑھ کر' یعنی فقط تعلیم سے وہ مکمل انسان نہیں بن سکتے اس کے لیے صحیح علم کی ضرورت ہے جو ساری کائنات میں ہے۔ اور اس کی پہلی آماجگاہ اس کا گھر ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مثال لے لیں۔ ان کی ماں نے دینار کپڑوں میں سی دیے اور ہدایت کی کہ بیٹے سفر پر جا رہے ہو' بس کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ راستے میں ڈاکوؤں نے پوچھا تو آپ نے انہیں سچ سچ بتا دیا۔ اس عمل کی بدولت ان کا سردار اتنا متاثر ہوا کہ یہ بچہ اپنی ماں کا کتنا فرمانبردار ہے اور ہم کیسے اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ یہ سوچ کر سارے کا سارا گروہ اسلام لے آیا۔ سچ کا یہ سبق جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی ماں نے دیا اس کے لیے کسی مدرسے جانے کی ضرورت نہیں پڑی اور نہ ہی کتابوں کو پڑھنے کی۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

> ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی گھر والوں کے لیے بہتر ہو''

والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بہترین تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کریں تاکہ زندگی کے ہر موڑ پر وہ صحیح فیصلہ کریں' اور اپنی اقدار' بنیادی عقائد کو بھی صحیح رکھیں۔ اکثر اوقات مائیں اپنے سسرالی رشتہ داروں کی مہمان نوازی میں اور گھر کے کاموں میں اس قدر مصروف رہتی ہیں کہ انہیں اپنے بچے کو نظر انداز کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور اتنی جھنجھلائی' مصروف اور تھکی ہوئی ماں بچے کو کیا توجہ اور محبت دے سکے گی۔ یا پھر والدین کے آپس کے جھگڑے میں بچے پس جاتے ہیں۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے اچھی اور کامیاب زندگی گزاریں تو ان کے سامنے اچھی مثال قائم کریں' تاکہ مستقبل میں وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ انتہائی پراعتماد اور محبت سے بھرپور زندگی گزاریں۔ بچوں کے جذبات کو سمجھیں' ان کے ساتھ دوستانہ ماحول رکھیں' انہیں وقت دیں' توجہ دیں اور سب سے بڑھ کر بہترین تربیت دیں تاکہ آپ کے بچوں کو آپ پر اعتماد ہو اور آپ کے کردار کی بنا پر آپ سے متاثر ہوں کہ ہر فیصلے سے پہلے وہ کسی بھی مشکل میں آپ کو اپنا بہترین دوست پائیں اور ان کی زندگی آپ کے سامنے کھلی کتاب ہو۔ یہ سب تبھی ممکن ہے جب آپ کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ بچوں سے بے حد شفقت فرماتے تھے۔

روزمرہ زندگی کی مثال لے لیں۔ اکثر والدین سفر کرتے وقت گاڑی کا شیشہ کھول کر کوئی چیز باہر پھینک دیتے ہیں۔ ایسا کرتے وقت وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس فعل کا ان کے بچوں پر کیا اثر ہوگا۔ اور یہ بھی ایسے ہی شہری بنیں گے۔ اسی طرح ہم عام طور پر جھوٹ کی بنیاد پر زندگی گزارتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بات پر بچوں کے سامنے غلط بیانی کرنا ایک رواج بن گیا ہے۔ ان کے سوالات کے جوابات میں انہیں خاموش کرا دیا جاتا ہے یا گول مول جواب دے کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔

یہ بھی نہ سوچیں جو دولت آپ رشوت' سفارش اور دھوکہ دہی سے اپنی اولاد کی آسائش کے لیے کمائیں گے وہ انہیں ایک بہترین زندگی دے سکتی ہے۔ آپ پیسے سے اولاد کو دنیا کی قیمتی ترین چیز لے کر دے سکتے ہیں مگر پیسے سے کردار نہیں بنا سکتے۔ اپنے بچوں کے سامنے اتنے بلند کردار ہیں کہ ہمیشہ نظر ملا کر پورے اعتماد کے ساتھ بات کر سکیں اور کبھی شرمندگی کا کوئی لمحہ نہ آئے۔ ہمیشہ یہی ایک کامیاب والدین کی نشانی ہے کہ ان کی اولاد ان کی دولت سے نہیں بلکہ ان کے اچھے کردار اور بہترین تربیت کے بل بوتے پر پہچانی جائے۔

بچوں کی تربیت اتنی پختہ بنیاد پر ہونی چاہیے کہ وہ اپنی مرضی سے غلط پر صحیح کو ترجیح دیں۔ کیونکہ سچ' جھوٹ اور صحیح غلط کا فرق پہچاننا اور اپنے لیے صحیح کا انتخاب کرنا ہی ایک اچھے انسان اور مسلمان کی شان ہے۔ ہم زبردستی ٹی وی بند کر دیں' بچوں کا پارٹیز پر جانا بند کر دیں یا ان پر سختی سے انہیں ایک اچھے مسلمان بنانا چاہیں تو ایسا ممکن نہیں کیونکہ جیسے ہی آپ کی توجہ کہیں اور ہوگی وہ پھر ویسے ہی بن جائیں گے۔ اس لیے انہیں بتائیں کہ ہم اپنے ہر عمل کے لیے اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں تو اس طرح ان شاء اللہ بچے ایک نئی صبح کی طرح بہترین قوم بن کر سامنے آئیں گے۔

ذرا سوچئے کیا والدین کی حیثیت سے ہم نے بچوں کو تعلیم کے ساتھ تربیت بھی دی؟ کیا خود ایک اچھے مسلمان کا کردار ان کے سامنے پیش کیا؟ کیا اچھے اور برے اور صحیح اور غلط کی پہچان بتائی؟ کیا کردار کی بنا پر بلند درجہ ہونے کی حقیقت سمجھائی؟ کیا ہم سب وہ کرتے ہیں جس کی اپنی اولاد سے توقع رکھتے ہیں؟ اور بہت سے سوالات ایسے ہی ہیں جن کا جواب اگر آپ ڈھونڈ لیں تو بچوں کی بے راہ روی کے اسباب اور ان کے حل بھی نظر آ جائیں گے۔

قیامت کی علامتیں

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

...... جب مال غنیمت کو دولت قرار دیا جانے لگے گا اور جب زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے گا۔

...... اور جب علم کو دین کے علاوہ کسی اور غرض سے سکھایا جانے لگے گا۔

...... اور جب مرد بیوی کی اطاعت کرنے لگے۔

...... اور جب ماں کی نافرمانی کی جانے لگے۔

...... اور جب دوستوں کو تو قریب اور باپ کو دور رکھا جانے لگے گا۔

...... اور جب مسجدوں میں شور و غل مچایا جانے لگا۔

...... اور جب قوم و جماعت کی سرداری' اس قوم کے فاسق شخص کرنے لگیں۔

...... اور جب قوم و جماعت کے زعیم و سربراہ اس قوم و جماعت کے کمینے اور رذیل شخص ہونے لگیں۔

...... اور جب آدمی کی تعظیم اس کے شر اور فتنے کے ڈر سے کی جانے لگے۔

...... اور جب لوگوں میں گانے والیوں اور ساز و باجوں کا دور دورہ ہو جائے اور جب شرابیں پی جانے لگیں۔

...... اور جب اس اُمت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا کہنے لگیں اور ان پر لعنت بھیجنے لگیں۔

تو اس وقت تم ان چیزوں کے ظاہر ہونے کا انتظار کرو

...... سرخ یعنی تیز و تند اور شدید ترین طوفانی آندھی کا

...... زلزلے کا۔

...... زمین میں دھنس جانے کا۔

...... صورتوں کے مسخ ہو جانے کا۔

...... اور پتھروں کے برسنے کا۔

...... نیز ان چیزوں کے علاوہ قیامت اور تمام نشانیوں اور علامتوں کا جو اس طرح پے در پے وقوع پذیر ہوں گی جیسے (موتیوں کی) لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے پے در پے گرنے لگیں''۔ (رواہ الترمذی)

بقیہ: اداریہ

یاد دہانی کی غرض سے ایک نظم پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

یہ جسم خدا کی امانت ہے
یہ روح خدا کی امانت ہے
یہ جان خدا کی امانت ہے
یہ قلب خدا کی امانت ہے
یہ نطق خدا کی امانت ہے
یہ عقل خدا کی امانت ہے
اولاد خدا کی امانت ہے
اور مال خدا کی امانت ہے
یہ کیسے امین بنے ہیں ہم؟
کوئی ہم سا امین بھی دیکھا؟
اس جسم پہ نفس کا غلبہ ہے
اور روح سسکتی رہتی ہے
یہ جان بہت ہی پیاری ہے
اور قلب کے اوپر دھبے ہیں
یہ نطق ذکر سے غافل ہے
اور عقل کے اوپر پردے ہیں
اولاد خدا سے دور رہی
اور مال سے مال بناتے ہیں
یہ کیسے امین بنے ہیں ہم؟
کوئی ہم سا امین بھی دیکھا ہے؟
اس جسم کو سربسجود کرو
اور روح کو پالو قرآں سے
یہ جان تو آنی جانی ہے
اور قلب میں نور ہو ایماں سے
اس نطق سے جاری ذکر کرو
اور عقل کا مرشد عشق کرو
اولاد کو فہم دو قرآں کا
اور مال خدا کی راہ میں دو
تم چونکہ امین منعم ہو
اب حق امانت دے بھی دو

خواتین کے حقوق

شاہدہ شوکت ظفر

ہر سال خواتین کا عالمی دن بڑے زور و شور سے منایا جاتا ہے۔ ٹی وی پر پروگرام ہوتے ہیں۔ اخباروں میں آرٹیکل چھپتے ہیں' مگر نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ کیا آج تک کوئی مسئلہ حل ہوا؟ خواتین کی معاشرے میں عزت بحال ہوئی ہے؟ سوائے خواتین کو بھڑکانے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جب کوئی تعمیری بات ہی نہ ہوگی تو مسائل تو جوں کے توں رہیں گے۔ خواتین کی نمائندگی مخصوص قسم کی خواتین کریں گی تو اصل مسائل تو ویسے ہی رہیں گے۔ بیجنگ کانفرنس ہو یا قاہرہ کانفرنس یہودی شیطانی افکار ہم پر زبردستی ٹھونسے جا رہے ہیں۔ کیا خدانخواستہ ابارشن ہمارا قومی مسئلہ بن چکا ہے؟

کبھی مرد کا معاشرہ کہہ کر دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور کبھی بدزبان اور حد سے گزری خواتین کے محض مذاکروں کو ہی یہ تصور کر لیا جاتا ہے کہ خواتین میں شعور بیدار ہو رہا ہے۔ کبھی حکومت اسمبلی میں خواتین کی نمائندگی کو فتح قرار دیتی ہے۔ یہ فخریہ اعلان اگر مخلوط معاشرہ' بے حیائی' فحاشی' کرپشن' بداخلاقی ترقی کا معیار ہیں تو پھر ہر طرف بے سکونی' تنزل اور ہاہا کار کیا مچی ہے۔ پھر تو ہمیں خوش ہونا چاہیے کہ ہم ترقی یافتہ اقوام میں شمار ہو رہے ہیں اگر ہمارے حکمرانوں کا آئیڈیل کمال اتاترک ہے تو علامہ اقبال نے اُسے ناداں کیوں قرار دیا' ع

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا

مغربی معاشرے میں عورتوں کو بظاہر ہر طرح کی آزادی میسر ہے مگر حقیقت میں مغرب کی عورت اتنا پڑھ لکھ کر بھی بے وقوف بن رہی ہے۔ وہ مردوں کی جنسی ہوس پوری کرنے کے لیے آلہ کار بنی ہوئی ہے۔ علامہ اقبال فرما گئے ہیں ع

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

اور آج یہ تہذیب عملاً خودکشی رہی ہے کہ اس کی 60 فیصد نسل حرام زادوں اور زادیوں پر مشتمل ہے۔ اپنے معاشرتی رویوں کی وجہ سے معاشرے میں ہر طبقہ چیخ رہا ہے کہ ہمارے حقوق' ہمارے حقوق' مرد عورت کے حقوق حتیٰ کہ بچوں کے حقوق کی آواز بھی چائلڈ لیبر کی شکل میں لگ رہی ہے۔ اگر ہم کتاب اللہ کا مطالعہ کرنے والے ہیں تو چودہ سو سال پہلے صرف خواتین ہی کا نہیں بلکہ معاشرے کے تمام طبقات کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کر دیا گیا تھا۔ اسلام کا Code of life مکمل کر دیا گیا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آیات اتریں: (اے لوگو!) آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔

یہودیوں نے جب یہ سنا کہ مسلمانوں پر یہ آیت اتری ہے جس میں دین کی تکمیل کی خوشخبری ہے تو کہنے لگے اگر ہم پر یہ آیت اترتی تو ہم جشن مناتے لیکن افسوس ہم اس کامل ہدایت کی قدر نہیں کرتے' روز روز دین میں نئی نئی باتیں نکالتے ہیں۔ باغیانہ خیالات رکھنے والی خواتین بہت واویلا مچاتی ہیں کہ مردوں کے لئے انعام واکرام حوریں ہیں اور عورتوں کے لئے کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ یہی سب سے بڑی ناسمجھی ہے۔

صبر' قربانی' تسلیم و رضا' نرم جذبات' الفت و محبت یہ سارے خوبصورت الفاظ عورت کا خاصہ ہیں۔ ہم عورت کو مرد کے شانہ بشانہ لانے پر تلے بیٹھے ہیں حالانکہ عورت اور مرد کی جنس اور ساخت مختلف ہے۔ عورتیں مردوں کی سطح پر آ کر ان کی طرح کا کام نہیں کر سکتیں۔ مرد بھی کہاں پیدائش کے عمل سے گزر سکتے ہیں۔ 30 مہینے کا ولادت اور دودھ پلانے کا عمل ہے۔ مردوں میں اتنا صبر کہاں کہ بچے' کچن' خاندانی معاملات' گھریلو امور اور تو اُن کی تعلیم کے مسائل سے بھی بیک وقت نبرد آزما ہو سکیں۔ یہ صرف عورت ہی ہے جو صبر و برداشت' ساخت اور بناوٹ کے اعتبار سے یہ کام کر سکتی ہے۔

رہ گئی حقوق کی بات تو جو مقام چودہ سو سال پہلے اسلام نے عورت کو دیا وہ کسی بھی دوسرے مذہب حتیٰ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں بھی نہیں۔ نومسلم مسز غفران قریشی سے میں نے اسلام کو چننے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ مذاہب کے تقابلی مطالعے میں میں نے عورت کے حقوق کے حوالے سے اسلام کو چوٹی پر پایا۔ جو مقام عورت کو اسلام نے دیا ہے کسی بھی مذہب نے نہیں دیا۔

ہمارے بعض مردوں کو عورتوں کے حقوق سے کوئی دلچسپی نہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں انتہائی تشدد کا رواج ہے۔ اسی تشدد کی وجہ سے آج عام عورت باغی نظر آ رہی ہے۔ ہم دوسرے مذاہب کے ہر رواج کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ جہیز کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں۔

ہمارے عالم اور مولوی حضرات بھی مسجد کے منبر پر جو حدیث بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بعد عورت کو کسی کے سجدے کا حکم ہوتا تو وہ اس کا خاوند تھا۔ سوائے چند ایک کے کبھی کسی نے بھی یہ حدیث بیان نہیں کی جس میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھروں والوں سے بہترین (اچھا اخلاق والا) ہے' اور میں تم میں سے سب سے زیادہ اپنے گھر والوں سے اچھا ہوں"۔

بیویوں پر خرچ کرنے کے معاملے میں یہ تک فرمایا گیا کہ بہترین دینار وہ ہے جو تم اپنے گھر والی پر خرچ کرتے ہو۔ عورتوں پر قوامیت' خاوند کے لیے سجدے کا حکم یہ سب تو سنایا جاتا ہے لیکن عورتوں کے ساتھ کیسا سلوک کرو' یہ نہیں بتایا جاتا۔ سنو ہم کس نبی رحمت کے پیروکار ہیں۔ آپ نے ساربان (اونٹ بھگانے والے سے) فرمایا: اونٹوں کو تیز مت بھگاؤ ان میں شیشے کے نازک آبگینے ہیں' کہیں ٹھیس نہ لگ جائے۔ اُن اونٹوں پر ازواج مطہرات ؓ سوار تھیں۔

آج کا مرد پوری دنیا میں سب سے سخت چیز اپنی بیوی کو سمجھتا ہے اور ہر قسم کا غصہ اُسی پر نکالا جاتا ہے حتیٰ کہ اپنی ساری غلطیوں کی سزا بھی اسی کو دی جاتی ہے۔

جنگ احزاب کے موقع پر یہودیوں پر قابو پا لینے کے بعد مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو یہودی قلعہ دار کی بیوی اور یہودی سردار کی بیٹی تھیں حضور ﷺ کے حصہ میں آئیں۔ حضور ﷺ نے ان کو اسلام پیش کیا اور فرمایا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تم سے نکاح کر لوں گا۔ انہوں نے دونوں پیشکشیں قبول فرما لیں۔

اگر ہم وہ حقوق جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ایک مسلمان عورت کو عطا فرمائے عورت کو دے دیں تو وہ سکون کی دولت اور خوشیاں سمیٹ سکتی ہے۔ نبی رحمت فرمایا کہ: لوگو! عورتوں اور غلاموں کے حقوق کا خیال رکھنا کہ دونوں کمزور مخلوق ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ دل میں تقویٰ آ جائے تو پھر میاں ہو یا بیوی ہر کوئی اپنے حقوق اللہ سے ڈر کر ادا کرے گا اور معاشرہ تشدد روش سے نکل آئے گا۔ اور مسلمان عورت باغی ہونے سے بچ جائے گی۔ گھر کا نظام اگر ٹوٹنے سے بچانا ہے تو ہمیں اپنے رویوں پر نظر ثانی کرنا ہوگی ورنہ جسے ہم ترقی سمجھ رہے ہیں وہی ہماری تباہی کا باعث بن جائے گی۔

حیا: ہمارا قیمتی زیور

نوشین تاج

حیاء کے معنی

اسلام کی مخصوص اصطلاح میں حیاء سے مراد وہ شرم ہے جو کسی امر منکر کی جانب مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اللہ سبحان وتعالیٰ کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ یعنی بُری باتوں سے انسان کا دل تنگی محسوس کرے اور وہ اُنہیں چھوڑ دے۔ حیاء وہ جذبہ ہے جو انسان کو اچھائیوں پر اُبھارتا اور برائیوں سے باز رکھتا ہے۔

جذبۂ حیا معاشرے سے اُس وقت رخصت ہوتا ہے جب زندگی بے عقیدہ ہو جائے اللہ کی موجودگی کا تصور معدوم ہو جائے اور اگر صاف صاف پُر زور طریقہ سے اللہ کا انکار نہ بھی ہو تو ذہنی اور عملی کردار میں اللہ کی کوئی جگہ نہ ہو اس کو ماننے میں کوئی فائدہ محسوس نہ ہو۔

حیا کی اہمیت

اسلام میں حیا کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

حدیث رسول ﷺ ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ))

(متفق علیہ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے پاس سے گزرے وہ اپنے بھائی کو شرم و حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا (یعنی اتنی شرم نہیں کرنا چاہیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، حیا تو ایمان کا حصہ ہے۔"

آپؐ نے فرمایا:

((اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ))

(بخاری)

"جب تم حیا نہ کرو تو جو جی میں آئے کرو۔"

ایک حدیث مبارکہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاء کو سراپا خیر قرار دیا۔

((اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ)) (ریاض الصالحین)

"حیا سراپا خیر اور بھلائی ہے۔"

حقیقی حیا کیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَقَّ الْحَيَاءِ)) قَالَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَسْتَحْيِيْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ: ((لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظِ الرَّاْسَ وَمَا حَوٰى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا وَعٰى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَقَّ الْحَيَاءِ)) (رواہ احمد مشکوٰۃ)

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز اپنے صحابہؓ سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے حیا کرو اور پوری طرح اس بات کا حق ادا کرو۔" انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! الحمد للہ ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "یہ اس طرح نہیں اصل بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے یہاں حیا کا صحیح حق ادا کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے سر اور جو کچھ اس میں ہے (یعنی آنکھ، کان، زبان، منہ) کی نگہبانی کرے اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں ہے (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کرے۔ موت اور ہلاکت اُس کے پیش نظر رہے اور جو شخص آخرت کی آرزو رکھتا ہو تو پھر وہ دنیا کی زیب و زینت (میں محو نہیں ہوتا بلکہ اُس) سے الگ تھلگ ہو جاتا ہے اور جو ایسا کرتا ہے تو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا صحیح معنوں میں حق ادا کرتا ہے۔"

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پردہ نشین لڑکیوں سے زیادہ شرم تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات ناپسند ہوتی تو ہم آپؐ کے تیور پہچان لیتے تھے۔

شرم و حیا ہی سے ایمان کی تروتازگی اور بہار ہے۔ یہ مسلمان کا قیمتی زیور ہے اور یہ ایسا زیور ہے کہ جس کی چمک دمک میں وقت گزرنے کے ساتھ اضافہ ہی ہوتا ہے۔

سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

انسان کا یہ (حیا) وہ فطری وصف ہے جس سے اس کی بہت سی اخلاقی خوبیوں کی پرورش ہوتی ہے۔ عفت اور پاکبازی کا دامن اسی (حیاء) کی بدولت ہر داغ سے پاک رہتا ہے۔ درخواست کرنے والوں کو محروم نہ پھیرنا اسی وصف کا خاصہ ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مروت اور چشم پوشی اسی کا اثر ہے اور بہت سے گناہوں سے پرہیز اسی وصف کی برکت ہے۔"

دراصل یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو شاہراہوں میں سے ایک کو اپنے لیے چن لینے پسند کر لینے کا پورا پورا اختیار دیا ہے۔ ایک شاہراہ ایمان و یقین، سچائی و راستبازی، استقامت و حق گوئی، شرم و حیا اور ایسی بہت سی خوبیوں کی شاہراہ ہے جو جنت تک لے جاتی ہے۔ اس کے برعکس دوسری شاہراہ کفر و نفاق، مکر و فریب، غداری و دغابازی، فحش و منکرات اور ایسی بہت سی برائیوں کی شاہراہ ہے جس کا اختتام جہنم پر ہوتا ہے۔

﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا﴾ (الدھر)

"ہم ہی نے اسے راہ (حق) دکھا دی (یعنی قوت ارادی دی) خواہ وہ شکر گزار ہو یا ناشکر گزار رہے۔ (دونوں کی راہیں الگ الگ ہیں)۔"

پھر غور کیجیے تو نیکی اور پاکیزگی کی شاہراہ دشوار گزار، صبر آزما اور تکالیف سے اٹی ہوئی ہے، مگر اس کا اختتام باغ و بہار ابدی اور دائمی راحت و آرام ہے۔ اس کے برعکس بدی اور بے حیائی کی شاہراہ دلکش و دلفریب، سہل و آسان، لذیذ اور شیریں ہے، مگر اس کا انجام سوائے دہکتی آگ اور حسرت و افسوس کے اور کچھ نہیں ہے اور اس دن کا افسوس کسی کام نہیں آئے گا۔

حیا کیسے قائم رہے؟

"حیا" کا وصف انسان میں بچپن ہی سے فطری ہوتا ہے۔ اگر اس کی مناسب تربیت کی جائے تو یہ قائم رہتا ہے بلکہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور اگر بری صحبت مل جائے اور اچھے لوگوں کا ساتھ نہ رہے تو جاتا بھی رہتا ہے۔ اسی لیے اسلام اس کی مناسب نگہداشت کے لیے کچھ راہنما تدابیر ہمیں دیتا ہے جو درج ذیل ہیں:

1۔ لباس

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ

سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ......﴾ (الاعراف:26)

"اے اولادِ آدم! اللہ نے تم پر لباس اس لیے اتارا ہے کہ تمہارے جسموں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے موجب زینت ہو۔"

فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے:

"اللہ کی لعنت ہے اُن عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی ننگی کی ننگی رہیں۔" (مسند احمد)

2- ستر کی حفاظت

لباس کے ذریعے جسم کو چھپانے کے ساتھ ساتھ مردوں اور عورتوں کے لیے ستر کی حدود بھی متعین کی گئی ہیں۔ شرعی اصطلاح میں جسم کے اس حصے کو "ستر" کہتے ہیں جس کا ڈھانکنا فرض ہے۔ مرد کے لیے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ستر قرار دیا گیا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

"جو کچھ گھٹنے کے اوپر ہے وہ چھپانے کے لائق ہے اور جو کچھ ناف کے نیچے ہے وہ چھپانے کے لائق ہے۔"

(دار قطنی عن ابی ایوب الانصاریؓ)

عورت کے لیے ستر کی حدود زیادہ وسیع ہیں۔ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کو تمام لوگوں سے چھپائیں۔ اس حکم میں باپ' بھائی اور تمام رشتہ دار مرد (سوائے شوہر کے) شامل ہیں۔

حدیث مبارکہ ہے:

"کسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے۔ یہ فرما کر حضورؐ نے اپنی کلائی کے نصف حصے پر ہاتھ رکھا۔" (ابن جریر)

موطا امام مالکؒ میں ہے کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰنؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ ایک باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس کو پھاڑ دیا اور ایک موٹی اوڑھنی ان پر ڈال دی۔"

3- پردہ اور حجاب

حجاب ستر سے بڑھ کر ہے جو نامحرم مردوں سے لازم ہے۔ شریعت کی رو سے محرم مرد وہ ہیں جن کے ساتھ کسی عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ وہ مرد جن کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے غیر محرم یا نامحرم ہیں۔ محرم و نامحرم کی تفصیل سورۃ النور کی آیات 30-31 میں موجود ہے۔

حجاب کیا ہے؟ اس کی وضاحت سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 59 یوں کرتی ہے:

"اے نبیؐ! اپنی بیویوں' اپنی بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ اس تدبیر سے یہ بات متوقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں ستایا نہ جائے گا۔"

حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جب کسی ضرورت سے نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادروں کے دامن لٹکا لیا کریں اور چہروں کو ڈھانک لیا کریں۔" (تفسیر ابن جریر جلد 22 ص 29)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ ایک مسلمان عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ مسلمان عورت کے لیے بہتر ہے کہ وہ نہ مرد کو دیکھے نہ مرد اُس کو دیکھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سوار ہمارے قریب سے گزرتے تھے اور ہم عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں۔ پس جب وہ لوگ ہمارے سامنے آ جاتے تو ہم اپنی چادریں اپنے سروں کی طرف سے اپنے چہروں پر ڈال لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو منہ کھول لیتیں تھیں۔ (ابوداؤد)

4- غضِ بصر

اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں "دل" کو بہت اہمیت دی ہے فرمایا: "وہی دراصل کامیاب ہوا جو قلب سلیم لے کر آیا۔" (ق: آیت 33)

حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پہ ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے اور جب توبہ کرتا ہے تو مٹ جاتا ہے' لیکن اگر توبہ نہیں کرتا اور دوبارہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا دھبہ پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ دلوں کی پاکیزگی کے لیے ضروری ہے کہ نگاہوں کو نیچا رکھا جائے اور دلوں میں آنے والے خیالات کی حفاظت کی جائے۔ اسی لیے حکم دیا گیا:

"اے نبیؐ! مؤمن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ اُن کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اُس سے باخبر ہے۔ اور اے نبیؐ! مؤمن عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔" (سورۃ النور 30-31)

آنکھیں بے حیائی دیکھنے سے جھجکتی ہیں۔ اگر تھوڑی تھوڑی بے حیائی کی جرأت بڑھتی رہے گی تو رفتہ رفتہ انسان پکا بے حیا بن جائے گا۔

5- آواز اور گفتگو

غیر اخلاقی گفتگو' ناشائستہ الفاظ' گالی گلوچ' چغلی' غیبت اور جھوٹ سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

"انسان کوئی بات کرتا ہے اور اُسے اتنا معمولی سمجھتا ہے کہ اُسے کہنے میں کوئی حرج نظر نہیں آتا' مگر درحقیقت وہ بدی ہوتی ہے جس کے بدلے وہ ستر برس کی راہ تک آگ میں گر جائے گا۔" (ترمذی)

مردوں سے بات کرتے ہوئے خواہ وہ ملازم ہوں' ڈرائیورز' دکاندار یا اساتذہ ہوں' ہمیں ہدایت دی گئی ہے کہ "دبی زبان سے بات نہ کرو جس شخص کے دل میں (بدنیتی کی) بیماری ہو وہ تم سے کچھ اُمیدیں وابستہ کرے گا۔ بات کرو تو سیدھے سادے طریقے سے۔"

(الاحزاب:32)

6- خوشبو کا استعمال

اسلامی فلسفۂ حیات ایک مسلمان عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ خوشبو لگا کر نامحرم مردوں میں سے گزرے یا محفلوں میں شریک ہو' کیونکہ خوشبو ایسی گفتگو ہے جس کے لیے زبان کا ہونا ضروری نہیں۔ حدیث راہنمائی کرتی ہے کہ جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔ (ترمذی)

"جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔" (مسلم' موطا)

7- اظہارِ زینت کی ممانعت

زینت جس میں زیورات' سامانِ آرائش' ملبوسات اور بالوں کی آرائش شامل ہیں کی نامحرم مردوں کے سامنے اظہار کی ممانعت ہے۔ ارشاد باری ہے:

"اور اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔"

(الاحزاب:33)

8- تخلیہ اور لمس

کسی مرد اور عورت کو تنہا نہیں ہونا چاہیے خواہ وہ اپنے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے سختی سے اس سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح اجنبی مرد و عورت کو ایک دوسرے کے چھونے سے روکا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی (نامحرم) شخص تنہائی میں کسی عورت سے ملے اور وہاں تیسرا شیطان موجود نہ ہو۔" (جامع ترمذی)

حیا کو متاثر کرنے والے عوامل

1- فحش لٹریچر/ غیر معیاری ادب
2- اختلاط مرد و زن
3- آزادانہ میل جول
4- مخلوط تعلیمی ادارے
5- ستر و حجاب سے بے نیازی
6- نام نہاد تفریحی پروگرام
7- صحبت بد
8- بے باک گفتگو
9- غیروں کی نقالی

شرعی پردے کے تین درجے

مولانا اشرف علی تھانویؒ

مسلمان عورت جو آزاد ہو باندی نہ ہو بالغ ہو چکی ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو جوان ہو یا بوڑھی اس کے لیے اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کے تین درجے ہیں:

1) ایک یہ کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ اور بعض کے نزدیک پیروں کے علاوہ بھی باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے اور یہ اوّل (سب سے کم) درجہ کا پردہ ہے۔

2) دوسرے یہ کہ چہرے، ہتھیلیوں اور پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپایا جائے۔ یہ درمیانی درجہ کا پردہ ہے۔

3) تیسرے یہ کہ عورت دیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں (اس طرح) رہے کہ سر کے کپڑوں پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے۔ یہ سب سے اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے اور یہ تینوں درجے کے پردے قرآن و حدیث میں مذکور ہیں اور شریعت میں ان کا حکم موجود ہے۔

پہلے درجے کا ثبوت

(1) ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ (النور:31)

''عورتیں اپنی زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کیا کریں مگر جو ان میں سے اکثر کھلا ہی رہتا ہے''۔

جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ کی گئی ہے (کہ ان کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے) اور پیروں کو فقہاء نے قیاساً داخل کیا ہے۔

(2) ((يَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ تَصْلُحْ اَنْ يُّرٰى مِنْهَا اِلَّا اِنَّ هٰذَا وَهٰذَا)) وَاَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ (ابوداؤد)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت اسماءؓ سے کہ اے اسما! جب عورت بالغ ہو جائے تو علاوہ اس کے اور اس کے (اور حضور ﷺ نے اپنے چہرے اور ہتھیلی کی طرف اشارہ فرمایا) اس کے علاوہ اور کسی عضو کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں۔''

پردہ کے دوسرے درجے کا ثبوت

(1) ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط﴾ (الاحزاب:۵۹)

''عورتیں اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں''۔

(2) قَالَتِ امْرَاَةٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ: ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)) (متفق علیہ)

''ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو (تو عید کی نماز کو کیسے جائے) حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر اوڑھا دے۔''

(3) ((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تُرْخِيْنَهٗ شِبْرًا)) قَالَتْ (اُمُّ سَلَمَةَ) اِذَا تَنْكَشِفَ اَقْدَامُهُنَّ قَالَ تُرْخِيْنَهٗ ذِرَاعًا وَلَا تَزِدْنَ عَلَيْهِ)) (رواہ النسائی)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں اپنی ازار کو (پنڈلی سے) ایک بالشت نیچے لٹکائیں تو حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا کہ اس صورت میں ان کے پیر کھلے رہیں گے! حضور ﷺ نے فرمایا تو ایک ہاتھ لٹکا لیا کریں، اس سے زیادہ نہیں۔''

ان آیات و احادیث میں پردہ کے دوسرے درجہ کا ذکر ہے (یعنی یہ کہ چہرہ، ہتھیلی اور پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپا لیا جائے جو پردہ کا دوسرا اور درمیانی درجہ ہے)۔

تیسرے یعنی اعلیٰ درجہ کے پردے کا ثبوت

(1) ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (الاحزاب:33)

''اور اے بیبیو! تم اپنے گھروں میں رہا کرو''۔

(2) ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط﴾ (النور:53)

''اور جب تم عورتوں سے استعمال کے لیے کوئی چیز مانگو تو پردہ کی آڑ میں ہو کر مانگو''۔

(3) ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ﴾ (الطلاق:1)

''اور عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ خود نکلیں''۔

(4) ((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاُمِّ سَلَمَةَ وَمَيْمُوْنَةَ) اِحْتَجِبَا مِنْهُ (اَىْ مِنِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ) فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ)) (رواہ الترمذی وابوداؤد)

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُم سلمہ و میمونہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو (یعنی عبداللہ بن اُم مکتوم نابینا سے)۔ حضرت اُم سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ نابینا نہیں ہیں کہ ہم کو دیکھ نہیں سکتے اور نہ پہچانتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم بھی اندھی ہو، کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں؟''

(5) ((اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ)) (رواہ الترمذی)

''عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔''

ان آیات و احادیث میں پردہ کے تیسرے درجے کا ذکر ہے یعنی یہ کہ عورت دیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں رہے کہ اس کے کپڑوں پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

پردہ کی قسموں میں اصل پردہ تیسرے درجہ کا ہی ہے

نقلی و عقلی مسئلہ ہے کہ احکام بعض اصلی ہوتے ہیں اور بعض عارضی، اسی طرح پردہ کے دو درجے ہیں ایک اصل جو ان آیات میں مذکورہ ہیں۔ ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ ''اے عورتو! اپنے گھروں میں رہا کرو''۔ اور ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ ''جب عورتوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کی آڑ سے مانگو'' (یہ پردہ کا حکم اصلی ہے جو تیسری قسم ہے)۔

اور دوسرا درجہ عارضی ہے وہ یہ کہ ضرورت کے موقع پر اس (حکم اصلی) میں تخفیف کر دی گئی اور یہ درجہ ان آیات میں مذکور ہے: ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾۔

پردہ کے تینوں درجوں کے احکام اور ان کا باہمی فرق

(1) پردہ کے ان تینوں درجوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اور دوسرا اور تیسرا درجہ کسی عارض کی وجہ سے واجب ہے، مگر اس فرق سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تینوں درجوں میں سے کوئی درجہ واجب نہ رہے، بلکہ اس فرق کے ساتھ تینوں درجے واجب ہیں۔

(2) اور چونکہ پہلا درجہ (یعنی چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ پورے بدن کا چھپانا) اپنی ذات سے واجب ہے اس لیے اس کا حکم بھی جوان اور بوڑھی عورتوں سب کو عام ہے، یعنی چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا باقی بدن یا سر کے کسی حصہ کا اجنبی کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی جائز نہیں۔

(3) اور دوسرے اور تیسرے درجے کا پردہ (یعنی

برقع کے ساتھ باہر نکلنا یا گھروں کے اندر رہنا) چونکہ عارض (یعنی فتنہ) کی وجہ سے واجب ہے اس لیے ان کے واجب ہونے کا مدار اس عارض (فتنہ) ہی پر ہے جہاں فتنے کا خطرہ موجود ہوگا وہاں یہ درجے واجب ہوں گے اور جہاں فتنے کا خطرہ موجود نہ ہوگا وہاں یہ درجے واجب نہ ہوں گے۔ اور وہ فتنہ کا اندیشہ ہے جس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ)) نیز حق تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے: ﴿فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ﴾ (احزاب: ۳۲)

"کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ طمع کرنے لگے گا"۔

فتنہ کس عورت میں ہے اور کس میں نہیں

رہا یہ کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور کہاں نہیں اس کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی بلکہ قرآن میں اس کا فیصلہ خود ہی فرما دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِي لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ وَأَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ......﴾ (النور)

"اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کوئی امید نہ رہی ہو ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار دیں (جن سے چہرہ وغیرہ چھپایا جاتا ہے) بشرطیکہ زینت کے مواقع ظاہر نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لیے اور زیادہ بہتر ہے"۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ جو بوڑھی عورتیں نکاح کے قابل نہیں رہیں ان کو زینت ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں جس سے مراد تمام بدن ہے البتہ چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے جیسا کہ دوسری آیت ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ میں ہے۔ پس بوڑھی عورتیں اگر ان زائد کپڑوں کو اجنبی کے سامنے اتار دیں جن سے منہ چھپایا جاتا ہے (جیسے برقع چادر) تو اس میں گناہ نہیں لیکن اگر یہ بڑی بوڑھی اس سے احتیاط رکھیں تو مستحب ہے۔

اس آیت نے صاف بتلا دیا کہ فتنہ کا اندیشہ صرف ان بڑی بوڑھی عورتوں میں موجود نہیں ہے جو نکاح کے قابل نہیں ہیں اور ان کے سوا جو جوان (گوری، کالی) سے فتنہ کے اندیشہ کی نفی کی گئی بلکہ ان میں اندیشہ موجود ہے اور یہی وہ عارض (فتنہ) ہے جس پر دوسرے اور تیسرے درجہ (کا پردہ واجب ہونے) کا مدار تھا۔

اور جب شریعت نے جوان اور ادھیڑ عورتوں کے بارے میں یہ حکم کر دیا کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود ہے تو اب کسی کو اپنی رائے سے یہ کہنے کا اختیار نہیں کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود نہیں جس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (احزاب)

"کسی مومن مرد اور عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی بارے میں فیصلہ فرما دیں تو ان کو اپنے بارے میں کوئی اختیار حاصل ہو"۔

خلاصۂ کلام یہ کہ پہلے درجہ کے واجب ہونے میں فتنہ کا احتمال شرط نہیں بلکہ وہ ہر حال میں واجب ہے۔ اور دوسرے اور تیسرے درجہ کے واجب ہونے کے لیے فتنہ کا احتمال شرط ہے (اور احتمال فتنہ صرف بوڑھی عورت میں نہیں پایا جاتا، باقی عورتوں جوان اور ادھیڑ عمر عورت میں پایا جاتا ہے)

حجاب نے مجھے شناخت تحفظ اور وقار بخشا

امریکی نو مسلم طالبہ لیلیٰ اونگر کی ایمان افروز باتیں

ایک وقت تھا جب میں حجاب کو بہت عجیب و غریب تصور کرتی اور اس سے خوفزدہ تھی۔ اس وقت دوسری بہت سی عورتوں کی طرح میں اس بات سے نا آشنا تھی کہ مسلمان خواتین حجاب کا اہتمام کیوں کرتی ہیں؟ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرا پہلا خیال اسی خوف پر مبنی تھا کہ کیا اب مجھے حجاب کا اہتمام کرنا پڑے گا جس سے میرے بال چھپ جائیں گے۔

میں نے اس حوالے سے بہت غور و فکر اور لوگوں سے خوب بحث و مباحثہ کیا۔ جس کے نتیجے میں میں حجاب کے اصل مقصد سے آشنا ہوگئی اور شعوری طور پر ایک باحجاب لڑکی بن گئی۔

میں حجاب کے عمل سے آہستگی کے ساتھ گزرنے لگی۔ سب سے پہلے میں حجاب کا اہتمام صرف مسجد کے اندر کرتی تھی۔ جب کہ مسجد سے باہر لمبی آستینوں والی شرٹ اور پینٹ پہن کر جاتی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد میں نے اپنی زندگی کے اس رخ کو بھی "باحجاب" کر لیا۔ یوں میں سکول میں موسم بہار کی تعطیلات گزارنے کے بعد پہلی مرتبہ حجاب کے ساتھ گئی۔ جب میں گھر سے سکول کی طرف جانے لگی تو عجیب و غریب احساسات و خیالات نے میرا گھیراؤ شروع کر دیا مگر جب سکول پہنچی اور پہلا دن گزارا تو میں اپنے اس تجربے سے بہت محظوظ ہوئی۔ وہاں ہر ایک کی توجہ کا مرکز بننا مجھے بہت دلچسپ لگ رہا تھا۔ تفریح کے وقت میری کلاس فیلوز میرے اردگرد جمع ہوگئیں۔ انہوں نے پہلے حیرانی کا اظہار کیا اور پھر حجاب کے حوالے سے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ میری ٹیچر خود بھی اس حوالے سے خاصی دلچسپی لے رہی تھیں۔ انہوں نے جب میرے اردگرد کلاس فیلوز کا ہجوم دیکھا تو تجویز پیش کی کہ سوال و جواب کا یہ سلسلہ تاریخ کی کلاس میں بھی جاری رہنا چاہیے۔

یہ چار سال پہلے کی بات ہے۔ اس کے بعد میں نے حجاب کے ان تمام فوائد کا تجربہ بھی کر لیا جو قرآن بیان کرتا ہے۔ حجاب کا سب سے پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ مجھے ایک منفرد شخصیت کی حیثیت سے عزت ملی۔ اب میری حیثیت جنسی کھلونے کی سی نہیں ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ میں دور سے ہی بحیثیت مسلمان پہچانی جاتی ہوں۔ حجاب کی بدولت مجھے دوسرے لوگوں کو سمجھنے اور ان کو مجھے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اب جبکہ میں ایک باحجاب لڑکی ہوں، میرا اس بات پر کامل یقین ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کے حجاب کو طعن و تشنیع کا موضوع بنائے۔ حجاب ان ظاہری اعمال میں سے ایک ہے جو انسان کے باطنی عقیدے کے اظہار کا باعث بنتے ہیں۔

حجاب کی بدولت میرے کردار میں بڑی تبدیلی اور بہتری پیدا ہوئی۔ اب مجھے احساس ہوا ہے کہ بہت سارے لوگ حجاب کے بارے میں منفی خیالات کے مالک کیوں ہیں؟ (بشکریہ "ماہنامہ خواتین میگزین لاہور" مارچ 99ء)

پردہ

نفسیات کیا کہتی ہے؟

سید مظہر علی ادیب

بعض لوگ ''پردہ'' کے خلاف یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ انسانی نفسیات ہے کہ جس قدر کسی چیز کو چھپایا جاتا ہے، اُسی قدر اس چیز کی چاہت بڑھ جاتی ہے اور انسان اُس چھپائے جانے والی چیز کے بارے میں بالخصوص کچھ زیادہ ہی تجسس کرنے لگتا ہے۔ سیدھے لفظوں میں' یہ حضرات یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ ایک بے پردہ عورت کے مقابلے میں ایک چادر یا بُرقع پوش باپردہ عورت کا' گھر سے باہر زیادہ تعاقب کیا جاتا ہے اور اوباش نوجوان اُس کے جسمانی حسن و جمال کی ''تحقیق'' کے نسبتاً زیادہ درپے ہوتے ہیں۔ اسی بات کو مزید سمجھانے کی غرض سے یہ حضرات یہ مثال پیش کرتے ہیں کہ اگر ایک آقا اپنے خادم کو کسی خاص صندوق کو نہ کھولنے کے بارے میں ہدایت کرے تو وہ خادم' موقع پاتے ہی اُس خاص نشان زدہ صندوق کو کھولنے کی طرف ضرور متوجہ ہوگا اور معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ آخر اُس صندوق میں ایسی کیا چیز ہے کہ جس کی خاطر اُسے وہ صندوق نہ کھولنے کے لیے کہا گیا تھا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جب ایک مسافر کی نگاہ سے اس کی منزلِ مقصود پوشیدہ رہتی ہے' مسافر اُس کی تلاش اور جستجو جاری رکھتا ہے اور جوں ہی مسافر اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے اور وہ اُسے پالیتا ہے تو اُس میں تلاش اور جستجو کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔

اگر ان دلائل اور مثالوں پر گہرا غور و فکر نہ کیا جائے تو ایک نظر میں یہ خاصی وزنی اور جان دار دکھائی دیتی ہیں اور ایک عام آدمی یہ یقین کرنے لگتا ہے کہ گویا عورت کی عصمت و عفت ''پردہ'' کی بجائے بے پردگی میں پنہاں ہے اور یہ کہ عورت کو چھپایا جانا غلط ہے اور اُسے سب کے سامنے پبلک میں لانا زیادہ صحیح ہے اور ایسا ہونا انسانی نفسیات کے حقیقی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ لیکن اگر ہم ان دلیلوں اور ان مثالوں پر عمیق نظر سے غور و فکر کریں اور ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ ان کا مفصل جائزہ لیں تو یہ حقیقت بالکل کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ مخالفین پردہ کی یہ ''نفسیاتی'' دلیلیں اور مثالیں اتنی ہی بے جان' بے وزن' کمزور یا بودی ہیں جتنی کہ اس ضمن میں بعض دوسری پیش کی جانے والی دلیلیں یا مثالیں وغیرہ۔

بیشک یہ انسانی ''نفسیات'' ہے کہ پوشیدہ اور نامعلوم اشیاء کے بارے میں انسان تجسس و آرزو کرتا ہے' لیکن یہ بھی ویسی ہی انسانی نفسیات ہے کہ ہر انسان اپنی قیمتی اشیاء کو چھپا کر' بڑی حفاظت کے ساتھ رکھتا ہے۔ سونے چاندی کے زیورات اور نقدی عموماً ہم بنک میں رکھتے ہیں یا مضبوط تالوں کے ساتھ لوہے کی الماری کی سیفوں اور صندوقوں کے اندر بند کر کے رکھتے ہیں۔ اگر معترضین کی مذکورہ دلیل کو اس معاملے میں درست تسلیم کیا جائے تو پھر تو کسی بھی شے کی حفاظت کا صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ اس شے کو انتہائی غیر محفوظ انداز سے رکھا جائے۔ یعنی اگر ایک جوہری چاہتا ہے کہ اس کے بیش قیمت جواہرات چوری نہ ہوں تو اُسے رات کے وقت بھی اپنی دکان کو کھلا چھوڑ دینا چاہیے' اس لیے کہ دکان بند کرنے سے چوروں کا ''تجسس'' بڑھے گا اور اُن کے دل میں جواہرات چرانے کی ''آرزو'' پیدا ہوگی!!! استغفر اللہ! یوں تو پھر انسان کو کپڑے بالکل ہی نہیں پہننے چاہئیں' کیونکہ کپڑے ''تجسس'' پیدا کرتے ہیں۔

> مغرب کی عورت مکمل بے حجاب ہو چکی ہے' تو کیا اب مردوں کے ہاتھوں اُس کی عزت و عصمت محفوظ ہو چکی ہے؟ کیا وہ اپنے آپ کو عفت مآب تصور کرتی ہے؟

شریعت اسلامیہ نے عورت کے لیے ''پردہ'' کا اہتمام جو لازمی قرار دیا ہے' تو اس اہتمام کی بنیاد بھی دوسری انسانی نفسیات پر رکھی گئی ہے' یعنی عورت کی عصمت و عفت ایک انمول شے ہے اور اس شے کی قابلِ اعتماد حفاظت کے لیے عورت کو غیر مردوں کی نگاہ یا ان کی پہنچ سے چھپانا اور بچانا ضروری ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ ایک پردہ دار عورت گھر کے اندر نامحرم مردوں کے سامنے نہیں آتی اور محرم مردوں کے ساتھ بھی معاملات طے کرتے وقت حجاب کا مظاہرہ کرتی ہے۔ گھر سے باہر نکلتی ہے تو اپنے آپ کو سرتاپا چادر یا برقع میں لپیٹ کر رکھتی ہے۔ اس کا حسن مستور رہتا ہے۔ اس کے جسمانی محاسن کسی غیر مرد کو دعوتِ نظارہ نہیں دیتے' کسی شخص سے اُس کی آنکھیں چار نہیں ہوتیں' کسی مرد سے وہ آزادانہ طور پر بات چیت نہیں کرتی۔ بتائیے' ایسی عورت کی عزت یا عصمت زیادہ محفوظ رہے گی یا اُس عورت کی کہ جو گھر کے اندر ہر نامحرم مرد کے سامنے آتی ہے اور محرم نوجوان لڑکوں کے ساتھ بے حجابانہ انداز میں گھل مل جاتی ہے۔ باہر جاتی ہے تو جسم کے نشیب و فراز اور لباس کی خوبصورتی کو چھپانے کے لیے نہ چادر لیتی ہے نہ برقع! محرم و نامحرم کی کوئی تمیز نہیں، گھر سے باہر عام دعوتِ نظارہ دیتی پھرتی ہے؟

کیا یہ انسانی نفسیات نہیں کہ ہم میں سے ہر شخص ''مشکل'' کی بجائے ''آسانی'' چاہتا ہے' دشوار راستوں کی جگہ سہل راستوں کو اختیار کرتا ہے۔ موجود پسندیدہ چیز کو چھوڑ کر غیر موجود یا غائب پسندیدہ چیز کے پیچھے پڑنا انسانی نفسیات کے خلاف ہے۔ بھوکے شیر کے سامنے اس کا ایک شکار کھلا پڑا ہوا ہو اور دوسرا شکار یا تو اس کے سامنے ہی نہ ہو اور اگر سامنے بھی ہو تو وہ کسی جھاڑی وغیرہ میں چھپا ہوا ہو' تو بتائیے وہ شیر کون سے شکار کے کھانے میں پہل کرے گا؟ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ جھاڑی میں چھپے ہوئے شکار کی طرف پہلے متوجہ ہو اور کھلے اور واضح شکار کو نظر انداز کر دے! بعینہٖ ایک ایسی عورت کہ جس کا حسن سر سے پاؤں تک ظاہر اور نمایاں ہے' بمقابلہ اُس عورت کے کہ جس کا حسن سرتاپا مستور ہے' مردوں کے لیے بہتر اور سہل ''شکار'' ثابت ہو سکتی ہے۔ لڑکا اسی لڑکی کا پیچھا کرے گا کہ جس کے حسن و جمال کی گواہی اُس کی آنکھیں اور اُس کا دل پہلے ہی دے چکے ہیں۔ وہ ایسی لڑکی کے تعاقب کو حماقت اور تضیع الوقت سمجھے گا کہ جس کے حسن و جمال کا اُسے فی الحال کوئی اندازہ ہی نہیں ہے۔

مغرب کی عورت مکمل طور پر بے حجاب ہو چکی ہے' تو کیا مردوں کے ہاتھوں اُس کی عزت و عصمت محفوظ ہو چکی ہے؟ کیا وہ اپنے آپ کو عفت مآب تصور کرتی ہے؟ کیا یہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات رہ گئی ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ ناجائز بچے انہی مغرب کی آزاد اور قلیل اللباس عورتوں کی کوکھ سے جنم لے رہے ہیں؟

معترضین کو ایک اور ضروری بات نہیں بھولنی چاہئے اور وہ یہ کہ ''چھپنا'' خود عورت کی فطرت یا نفسیات میں شامل ہے۔ قدرت نے ''حیا'' اُس کی سرشت میں شامل کر دی ہے۔ اگرچہ غلط ماحول نے عورت کی اس نفسیات کو وقتی طور

پر متاثر کیا ہے۔ تاہم وہ اب بھی وقتاً فوقتاً اپنی اس دبی ہوئی نفسیات کا برملا اظہار کرتی رہتی ہے۔ مثلاً حال ہی میں جب خواتین کو ''حسینۂ عالم'' کے انتخاب کے سلسلے میں مصنفین کے سامنے تیراکی کے کپڑوں میں آنے کے لیے کہا گیا تو ان سب نے ایسا کرنے سے بیک آواز انکار کر دیا! (عربی' فارسی اور اُردو زبانوں میں عورت کے لیے جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں' اُن سب کے لغوی معنی ''چھپنے یا ''پوشیدہ'' رہنے کے ہیں) اللہ تعالیٰ نے سورۂ واقعہ (۱۵۔۲۶) میں ''جن بڑی بڑی آنکھوں والی' گوری حوروں'' کا ذکر فرمایا ہے' اُن کے لیے بھی ''المکنون'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے (یعنی ''محفوظ'' رکھے ہوئے آبدار ''موتی'')۔

انسانی جسم میں وہ تمام اعضاء کو جن پر زندگی کا دارومدار ہے یا جن کا نقصان سارے جسم کا نقصان ہے' مثلاً دماغ' دل' گردے' جگر' پھیپھڑے وغیرہ اللہ تعالیٰ نے ان سب اعضاء کو انتہائی محفوظ طریقے سے چھپا کر رکھا ہے۔

جدید ماہرین طب نے عورتوں کے مردوں کے مقابلے میں مختلف امراض کا کم شکار ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ وہ یعنی عورتیں مردوں کی نسبت اپنے جسم کو زیادہ کپڑوں سے ڈھانپ کر رکھتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں عورتوں کے لیے اپنے عام کپڑوں کے اوپر کوئی لمبی چادر' برقع یا کوٹ وغیرہ لینا صحت کے نقطۂ نظر سے بھی مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں صاف فرماتے ہیں کہ:

''اے نبیؐ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتیں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہچانی جائیں گی اور اُن کو ستایا نہ جائے گا۔''

(سورۃ الاحزاب 59)

کیا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بھی کوئی اور انسانی نفسیات سے واقف ہے؟ وہ تو کل نفسیات کا خالق ہے۔ عام عورتیں تو کجا رہیں اللہ تعالیٰ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک ترین بیبیوں کو بھی اپنا ''بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرنے'' کا حکم دیتے ہیں۔ نیز انہیں وقار کے ساتھ گھروں میں جمی بیٹھی رہنے کے لیے ہدایت دیتے ہیں۔ (سورۃ الاحزاب 32-33)

اللہ تعالیٰ کے بعد انسانی نفسیات کو سب سے زیادہ جاننے اور سمجھنے والے ہادیٔ برحق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''عورت پوشیدہ رکھی جانے والی مخلوق ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اُس کی طرف جھانکتا ہے۔''

(رواہ ترمذی)

مسند احمد' جلد 6 ص 297 پر آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''عورتوں کی بہترین مسجدیں اُن کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔''

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے۔ اوّل کہ اُسے کوئی نامحرم نہ دیکھے' دوسری یہ کہ وہ کسی نامحرم کو نہ دیکھے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''عورت پوشیدہ رکھی جانے والی مخلوق ہے' لہٰذا تم اس کو نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ مرد فطرتاً عورت کا پرستار ہے۔ وہ عورت کی طرف بے اختیار کھنچا آتا ہے۔ کبھی کبھی وہ اُسے حاصل کرنے کے لیے تخت و تاج کو بھی لات مار دیتا ہے۔ گھر بار' وطن' عزیز و اقارب' یہاں تک کہ اپنا عقیدہ اور مذہب تک چھوڑ دیتا ہے' اُسے پانے کے لیے خون خرابہ کرتا ہے' اُس کے عشق میں اپنی جان تک قربان کر دیتا

جو مرد نفسیات کی آڑ میں عورت کو بے پردہ کرنا چاہتے ہیں' وہ اپنے نفس اور ہوس کے غلام ہیں' دھوکہ باز اور مکار ہیں۔ عورت کو اُن کے مکروہ جال میں نہیں پھنسنا چاہیے

گھروں میں چھپاؤ۔'' (عیون الاخبار جلد 4 ص 78)

علامہ اقبال ؒ کا قول ہے:

''عورت کا جنسی تقدس اس امر کا متقاضی ہے کہ اُسے اجنبی نگاہوں سے ہر طرح محفوظ رکھا جائے۔ عورت ایک بہت ہی عظیم ذریعہ تخلیق ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی تخلیقی قوتیں مستور و محجوب ہیں۔''

علامہ اقبال ؒ کے دو مشہور اشعار ہیں:

عزت ہے محبت کی قائم اے قیس حجاب محمل سے
محمل جو گیا عزت بھی گئی غیرت بھی گئی لیلیٰ بھی گئی!
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر!

امام غزالی ؒ کا مشہور قول ہے:

''عورت کو ضعف اور ستر سے کیا ہے۔ ضعف کا علاج خاموشی اور ستر کا علاج پردہ میں رکھنا ہے۔''

عورت کے حوالے سے انسانی نفسیات پر بحث کرتے ہوئے' ہمیں مردوں کی نفسیات' مع جنسیات کو بھی ہے۔ عورت کی انفعالیت' قبولیت' تاثیر اور مغلوبیت کی صلاحیتوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو فاعلیت' قابلیت' تاثر اور غلبہ کی استعداد بخشی ہے۔ نیز دونوں کی جسمانی مشینری میں کچھ ایسا فرق رکھا ہے کہ ایک کا گناہ چھپ سکتا ہے تو دوسرے کا گناہ مجسم گناہ بن کر اُس کے سامنے آجاتا ہے۔

یہ سب باتیں اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ عورت کو مرد سے چھپایا جائے اور اُس کے حسن و جمال کو مستور رکھا جائے۔ عورت کی عصمت و عفت کی حفاظت کی خاطر ''پردہ'' سے بہتر کوئی دوسرا نظام تشکیل نہیں دیا جا سکتا۔ عورت کو گھر سے باہر پبلک میں لا کر اور اُس کے جسم کو حیا کی چادر یا برقع سے محروم کر کے' باعصمت نہیں رکھا جا سکتا۔ جو مرد نفسیات کی آڑ میں عورت کو مکمل طور پر بے پردہ کرنا چاہتے ہیں' درحقیقت وہ اپنے نفس اور ہوس کے غلام ہیں' دھوکہ باز اور مکار ہیں..... عورت کو ان کے مکروہ جال میں نہیں پھنسنا چاہئے!

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پر فضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امان کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

کیا پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟

پروین رضوی

پردہ ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے یا نہیں؟ اس سوال کا فیصلہ کرنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ پردہ سے مراد کیا ہے؟ اس کے بغیر ہم اس کی غرض' اس کے فائدے اور اس کے نقصان کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ ترقی کیا ہے جسے ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اس کے بغیر ہم نہیں معلوم کر سکتے کہ پردہ اس میں حائل ہے یا نہیں۔ پردہ عربی زبان کے لفظ حجاب کا لفظی ترجمہ ہے۔ جس چیز کو عربی میں حجاب کہتے ہیں اسی کو فارسی اور اردو میں پردہ کہتے ہیں۔ حجاب کا لفظ سورۂ احزاب کی آیت ۵۳ میں آیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نبی ﷺ کے گھر میں بے تکلف آنے جانے سے منع فرمایا تھا اور حکم دیا کہ اگر گھر کی خواتین سے کوئی چیز مانگنی ہو تو حجاب کی اوٹ سے مانگا کرو۔

اسی حکم سے پردے کے احکام کی ابتدا ہوئی' اور پھر جتنے احکام اس سلسلے میں آئے ان سب کے مجموعے کو احکامِ حجاب کہا جانے لگا۔ پردے کے یہ احکام سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ ان میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھر میں وقار کے ساتھ رہیں' اپنے حسن اور آرائش کی نمائش نہ کرتی پھریں جس طرح زمانہ جاہلیت کی عورتیں کرتی تھیں' گھروں سے باہر نکلنا ہو تو اپنے اوپر ایک چادر ڈال کر نکلیں اور بجنے والے زیور پہن کر نہ نکلیں' گھروں کے اندر بھی محرم مردوں اور غیر محرم مردوں کے درمیان امتیاز کریں' محرم مردوں' گھر کے ملازموں اور میل جول کی عورتوں کے سوا کسی کے سامنے زینت کے ساتھ نہ آئیں۔ پھر محرم مردوں کے سامنے بھی عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈال کر رکھیں اور اپنا ستر چھپائیں۔ گھر کے مردوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ماں بہنوں کے پاس بھی آئیں تو اجازت لے کر آئیں' تاکہ اچانک ان کی نگاہ ایسی حالت میں نہ پڑے جب کہ وہ جسم کا کوئی حصہ کھولے ہوئے ہوں۔ یہ احکام ہیں جو خود قرآن حکیم میں دیئے گئے ہیں اور انہی کا نام ''پردہ'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کی تشریح کے دوران فرمایا کہ عورت کا پورا جسم ستر ہے سوائے چہرے' کلائی کے جوڑ تک ہاتھ اور ٹخنے تک پاؤں کے۔ عورت کو اپنا ستر محرم مردوں سے بھی چھپا کر رکھنا چاہئے اور ایسے باریک اور چست کپڑے نہیں پہننے چاہئیں جن سے جسم نمایاں ہو۔ نیز اپنے محرم مردوں کے سوا کسی اور مرد کے ساتھ تنہا رہنے سے عورتوں کو منع فرمایا اور محرم مردوں کے بغیر تنہا یا کسی غیر

> آپ ذمہ داریوں کی تقسیم کو مٹانا چاہتے ہیں تو یہ فیصلہ کر لیجئے کہ اب دنیا کو ماؤں کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی سی مدت گزرے گی کہ انسان ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے بغیر ہی ختم ہو جائے گا

آدمی کے ساتھ سفر کرنے سے روک دیا۔ آپؐ نے عورتوں کو اس بات سے بھی منع فرمایا کہ وہ گھر کے باہر خوشبو لگا کر نکلیں۔ مسجد کے اندر نماز باجماعت میں آپؐ نے عورتوں کے لیے الگ جگہ مقرر فرمائی تھی اور اس بات کی اجازت نہ دی تھی کہ عورت مرد مل جل کر ایک صف میں نماز پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ اور سب مرد اس وقت تک بیٹھے رہتے تھے جب تک عورتیں نہ چلی جاتیں۔ یہ احکام جس کا جی چاہے قرآن مجید کی سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب میں اور حدیث کی مستند کتابوں میں دیکھ سکتا ہے۔ آج جس چیز کو ہم پردہ کہتے ہیں اور اس میں چاہے عملی طور پر افراط و تفریط ہو گئی ہو لیکن اصول اور قاعدے سب وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مدینہ پاک کی مسلم سوسائٹی میں جاری کئے تھے۔

آج ہمارے اندر یہ آواز اٹھنا کہ یہ ''پردہ ہماری ترقی میں رکاوٹ ہے'' ہماری دورخی ذہنیت کی کھلی علامت ہے۔ یہ آواز اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ ہے' اور اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ اور رسول ﷺ نے ہماری ترقی کے راستے میں روڑے اٹکا دیئے ہیں۔ اگر واقعی ہم ایسا سمجھتے ہیں تو آخر ہم کیوں خواہ مخواہ مسلمان بنے ہوئے ہیں اور کیوں اُس اللہ اور رسول ﷺ کو ماننے سے انکار نہیں کر دیتے جنہوں نے ہم ایسا ظلم کیا ہے۔ اس سوال سے یہ کہہ کر چھٹکارا حاصل نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ اور رسول ﷺ نے پردے کا حکم ہی نہیں دیا ہے۔ میں ابھی عرض کر چکی ہوں کہ پردہ کس چیز کا نا ہے' اور اس کے تفصیلی احکام جس کا جی چاہے قرآن حکیم ا احادیث کی مستند کتب میں سے نکال کر دیکھ سکتا ہے۔ قرآ اور حدیث کے کھلے کھلے احکام کو آخر وہ کہاں چھپائے گا۔

پردے کے یہ احکام جو اسلام نے ہم کو دیئے ہیں ان پر تھوڑا سا بھی غور کیجئے تو سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اس کے تین بڑے بڑے مقاصد ہیں:

1- عورتوں اور مردوں کے اخلاق کی حفاظت کی جا اور ان خرابیوں کا دروازہ بند کیا جائے جو مخلو سوسائٹی میں عورتوں اور مردوں کے آزادا میل جول سے پیدا ہوتی ہیں۔
2- عورتوں اور مردوں کا دائرہ عمل الگ کیا جائے تا ک فطرت نے جو فرائض عورت کے سپرد کیے ہیں انہیں وہ سکون کے ساتھ انجام دے سکے اور جو خدمات مرد کے سپرد کی ہیں انہیں وہ اطمینان کے ساتھ بجا لا سکے۔
3- گھر اور خاندان کے نظام کو مضبوط اور محفوظ کیا جائے جس کی اہمیت زندگی کے دوسرے نظاموں سے کم نہیں' بلکہ کچھ بڑھ کر ہی ہے۔

خواتین و حضرات! میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ ٹھنڈے دل سے ان مقاصد پر غور کریں۔ اخلاق کا مسئلہ کسی کی نگاہ میں اہمیت نہ رکھتا ہو تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں' مگر جس کی نگاہ میں اس کی کوئی اہمیت ہو تو اسے سوچنا چاہئے کہ مخلوط سوسائٹی میں جہاں بن سنور کر عورتیں آزادانہ پھریں اور زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے ساتھ کام کریں وہاں اخلاق بگڑنے سے کیسے بچ سکتے ہیں اور کب تک بچ سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں یہ صورتِ حال جتنی بڑھتی جا رہی ہے' جنسی جرائم بھی بڑھتے جا رہے ہیں اور ان کی خبریں آپ آئے روز اخبارات میں پڑھ رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ ان خرابیوں کا اصل سبب پردہ ہے' جب پردہ نہ رہے گا تو لوگوں کا دل عورتوں سے بھر جائے گا' بالکل غلط ہے۔ جہاں پوری بے پردگی تھی وہاں لوگوں کے دل نہ بھرے اور ان کی خواہشات کے تقاضوں نے عریانی تک نوبت پہنچائی' پھر عریانی سے بھی دل نہ بھرے اور کھلی کھلی جنسی آوارگی تک نوبت پہنچی اور اب جنسی آوارگی کے کھلے لائسنس سے بھی دل نہیں بھرا ہے اور آج بھی کثرت سے جرائم ہو رہے ہیں جن کی رپورٹیں امریکہ' انگلستان اور

دوسرے ملکوں کے اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔ کیا یہ کوئی قابل اطمینان حالت ہے؟

یہ صرف اخلاق ہی کا سوال نہیں ہے ہماری پوری تہذیب کا سوال ہے۔ مخلوط سوسائٹی جتنی بڑھ رہی ہے عورتوں کے لباس اور بناؤ سنگھار کے اخراجات بھی بڑھ رہے ہیں۔ اس کے لیے جائز آمدنیاں ناکافی ثابت ہو رہی ہیں اور رشوت' غبن اور دوسری حرام خوریاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ حرام خوریوں نے ہماری ریاست کے پورے نظام کو گھن لگا دیا ہے اور کوئی قانون ٹھیک طرح سے نافذ ہونے ہی نہیں پاتا۔ پھر یہ بات بھی سوچنے کے قابل ہے کہ جن کو اپنی خواہشات کے معاملہ میں ڈسپلن کی عادت نہ ہو' وہ دوسرے کے معاملے میں ڈسپلن کے پابند کیسے ہو سکتے ہیں۔ جو شخص اپنے گھر کی زندگی میں وفادار نہ ہو اُس سے اپنی قوم اور ملک کے معاملہ میں وفاداری کی توقع کہاں تک کی جا سکتی ہے۔

عورت اور مرد کا دائرہ عمل الگ کرنا خود فطرت کا تقاضا ہے۔ فطرت نے ماں بننے کی خدمت عورت کے سپرد کر کے آپ ہی بتا دیا ہے کہ اس کے کام کی اصل جگہ کہاں ہے اور باپ بننے کا فرض مرد کے ذمے ڈال کر خود اشارہ کر دیا ہے کہ اسے کن کاموں کے لیے مادری فرائض کے بھاری بوجھ سے سبکدوش کیا گیا ہے۔ دونوں قسم کی خدمات کے لیے عورت اور مرد کو الگ الگ نفسیات دی گئی ہیں۔ فطرت نے جسے ماں بننے کے لیے پیدا کیا ہے اسے صبر و تحمل بخشا ہے' اس کے مزاج میں نرمی پیدا کی ہے' اس کو وہ چیز دی ہے جسے ماتا کہتے ہیں۔ وہ ایسی نہ ہوتی تو ہم اور آپ پل کر بخیریت جوان نہ ہو سکتے تھے۔ یہ کام جس کے ذمہ ڈالا گیا ہے اس کے لیے وہ کام موزوں نہیں ہیں جن کے لیے سختی اور سخت مزاجی کی ضرورت ہے۔ وہ کام اسی کے لیے موزوں ہیں جسے ماں بننے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے اور جسے ان ذمہ داریوں سے آزاد رکھا گیا ہے جو ماں بننے کا لازمہ ہیں۔

آپ اس تقسیم کو مٹانا چاہتے ہو تو پھر یہ فیصلہ کر لیجیے کہ اب دنیا کو ماؤں کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی ہی مدت نہ گزرے گی کہ انسان ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے بغیر ہی ختم ہو جائے گا۔ لیکن اگر یہ فیصلہ بھی آپ نہیں کرتے اور عورت اور مرد کی ذمہ داریوں کی تقسیم کو مٹانا چاہتے ہیں تو یہ عورت کے ساتھ بہت بڑی بے انصافی ہے کہ اس پورے بوجھ کو بھی اٹھائے' جو فطرت نے ماں بننے کے سلسلہ میں اس پر ڈالا ہے اور جس میں مرد ایک رتی برابر بھی اس کے ساتھ کوئی حصہ نہیں لے سکتا اور پھر وہ مرد کے ساتھ آ کر سیاست' معیشت اور عسکری نوعیت کے کاموں میں بھی برابر کا حصہ لے۔

اللہ کے لیے' ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیے! انسانیت کی خدمت میں آدھا حصہ تو وہ ہے جسے پورے کا پورا عورت سنبھالتی ہے' کوئی مرد اس میں ذرہ برابر بھی اس کا بوجھ نہیں بٹا سکتا۔ باقی آدھے میں سے آپ کہتے ہیں کہ آدھا بار اس میں سے بھی عورت اٹھائے۔ گویا تین چوتھائی عورت کے ذمہ پڑا اور مرد کے ذمہ ایک چوتھائی۔ کیا یہ انصاف ہے؟ عورت بے چاری اس ظلم کو خوشی خوشی برداشت کرنے بلکہ لڑ جھگڑ کر اپنے اوپر لینے کے لیے اس وجہ سے مجبور ہوئی کہ آپ نے عورت ہوتے ہوئے' عورت کی جگہ کام کرتے ہوئے اسے عزت دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے بچوں والی کا مذاق اڑایا' آپ نے گھر گرہستن کو ذلیل قرار دیا۔ آپ نے ان ساری خدمات کو گھٹیا درجہ دیا جو وہ خاندان کے لیے انجام دیتی تھی اور جن کی انجام دہی آپ کی سیاست' معیشت اور جنگ کے لیے بلاواسطہ مفید نہ تھی۔ مجبوراً وہ غریب عزت اور قدر و منزلت کی تلاش میں

شعبہ سمع و بصر کی پیشکش

صدر موسس' بانی تنظیم اسلامی

محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

کا شہرہ آفاق **درس قرآن**

جو کہ آپ نے 1980 کی دہائی میں مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی' لاہور میں شروع کیا تھا۔ اب VCDs اور DVDs میں تیاری کے مراحل سے گزر رہا ہے۔

اس وقت تک اس سلسلے کی درج ذیل VCDs اور DVDs تیار ہو چکی ہیں۔ (مزید پر کام جاری ہے)

نام	تعداد VCDs	تعداد DVDs
درس سورۃ القمر	03	01
درس سورۃ الرحمٰن	08	03
درس سورۃ النجم	08	02
درس سورۃ الذاریات	04	01
درس سورۃ الطور	04	01
درس سورۃ ق	06	02

قیمت فی سی ڈی: =/30 روپے
قیمت فی ڈی وی ڈی: =/85 روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ خدام القرآن' لاہور
قرآن اکیڈمی' K-36' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون 03-5869501 فیکس 5834000
www.tanzeem.org maktaba@tanzeem.org

ان کاموں کے لیے آمادہ ہوئی جو مرد کے کرنے کے تھے۔ کیونکہ مرد بنے بغیر اور مردانہ خدمات انجام دیئے بغیر آپ اسے عزت دینے کو تیار نہ تھے۔ اسلام نے اس پر یہ مہربانی کی تھی کہ عورت رہتے ہوئے اور زنانہ خدمات ہی انجام دیتے ہوئے اس نے اسے پوری عزت مرد کے برابر بلکہ ماں ہونے کی حیثیت سے مرد سے کچھ بڑھ کر ہی دی۔ اب آپ کہتے ہیں کہ یہ چیز ''ترقی'' میں حائل ہے۔ آپ کو اصرار ہے کہ عورت ماں بھی بنے اور مجسٹریٹ بھی، اور پھر ناچ گا کر مردوں کا دل بہلانے کے لیے بھی وقت نکالے۔ آپ اس پر اتنا بوجھ ڈالتے ہیں کہ وہ کسی خدمت کو بھی بخوبی انجام نہیں دے سکتی۔ آپ اسے وہ کام دیتے ہیں جن کے لیے وہ پیدا نہیں کی گئی' آپ اسے اس میدان میں کھینچ لاتے ہیں جہاں وہ مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی' جہاں مرد اس سے آگے ہی رہے گا۔ جہاں عورت کو اگر داد ملے گی بھی تو نسوانیت کی رعایت سے ملے گی یا پھر کمال کی نہیں بلکہ جمال کی ملے گی۔ یہ آپ کے نزدیک ''ترقی'' کے لیے ضروری ہے۔

گھر اور خاندان جن کی اہمیت کو آپ ''ترقی'' کے جوش میں بھول گئے ہیں' دراصل وہ کارخانوں کی نسبت ترقی کے لیے کچھ کم ضروری تو نہیں ہیں! ان کارخانوں کے لیے جن صفات اور نفسیات اور قابلیتوں کی ضرورت ہے وہ فطرت نے سب سے بڑھ کر عورت کو دی ہیں۔ ان کو چلانے کے لیے جن خدمات اور محنتوں اور مشقتوں کی ضرورت ہے ان کا زیادہ سے زیادہ بوجھ فطرت نے عورت پر ہی ڈالا ہے اور ان کارخانوں میں کرنے کے کام بہت ہیں۔ کوئی فرض شناسی کے ساتھ ان کاموں کو کرنا چاہے جیسا کہ ان کا حق ہے تو اسے سر کھجانے کی مہلت نہ ملے۔ پھر اُن کو جتنی زیادہ قابلیت' سلیقے اور دانش مندی کے ساتھ چلایا جائے اتنے ہی زیادہ اعلیٰ درجے کے انسان تیار ہو سکتے ہیں اور اس کے لیے عورت کو زیادہ سے زیادہ عمدہ تعلیم و تربیت دینے کی ضرورت ہے۔

ان کارخانوں کو سکون و اطمینان اور اعتماد کے ساتھ چلانے کے لیے اسلام نے پردے کا ڈسپلن قائم کیا تھا تاکہ عورت یہاں پوری دل جمعی کے ساتھ اپنا کام کر سکے' عورت کی توجہ غلط سمتوں میں نہ بٹے اور مرد بھی پوری طرح مطمئن ہو کر زندگی کے اس شعبہ کو اُس کے ہاتھوں میں چھوڑ دے۔ اب آپ ''ترقی'' کی خاطر اس ڈسپلن کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے ختم ہو جانے کے بعد دو کاموں میں سے ایک کام آپ کو بہر حال کرنا ہوگا' یا تو عورت کو ہندو تہذیب اور پرانی عیسائی و یہودی تہذیب کی پیروی کر کے غلام بنا دیجیے تاکہ خاندانی نظام بکھرنے نہ پائے' یا پھر اس کے لیے تیار ہو جائیے کہ انسان بنانے کے کارخانے تباہ و برباد ہو کر جوتے اور پستول بنانے کے کارخانے آباد ہوں۔ میں آپ سے صاف کہتی ہوں کہ اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ اسلام جو مکمل قانونی اور معاشی حقوق عورت کو دیتا ہے انہیں برقرار رکھتے ہوئے آپ اسلام کے بنائے ہوئے ڈسپلن کو توڑ دیں اور پھر آپ کا خاندانی نظام برباد

مسلمان ایک زمانے میں خلیج بنگال سے لے کر اٹلانٹک تک حکمران رہے۔ سائنس اور فلسفے میں وہ دنیا کے استاد تھے۔ تہذیب و تمدن میں کوئی دوسری قوم اُن کی ہمسر نہ تھی۔ اگر یہ ترقی تھی' تو یہ ترقی اُس معاشرے نے کی تھی جس میں پردے کا اہتمام موجود تھا

ہونے سے بچا رہ جائے۔ ترقی کا جو معیار بھی آپ کے سامنے ہو اسے نگاہ میں رکھ کر طے کر لیجیے گا کہ آپ کیا کھونا چاہتے ہیں اور کیا پانا چاہتے ہیں۔

''ترقی'' بہت وسیع لفظ ہے۔ اس کا کوئی ایک ہی مقرر مفہوم نہیں ہے۔ مسلمان ایک زمانے میں خلیج بنگال سے لے کر اٹلانٹک تک حکمران رہے ہیں۔ سائنس اور فلسفے میں وہ دنیا کے استاد تھے۔ تہذیب و تمدن میں کوئی دوسری قوم ان کی ہمسر نہ تھی۔ معلوم نہیں کہ اس چیز کا نام کسی کی لغت میں ترقی ہے یا نہیں۔ اگر یہ ترقی تھی تو میں عرض کروں گی کہ یہ ترقی اس معاشرے نے کی تھی جس میں پردے کا اہتمام تھا۔ اسلامی تاریخ بڑے بڑے اولیاء' مدبرین' علماء' حکماء اور مصنفین و فاتحین کے ناموں سے بھری پڑی ہے۔ یہ عظیم الشان لوگ جاہل ماؤں کی گودوں میں پل کر تو نہیں نکلے تھے۔ خود عورتوں میں بھی بڑی بڑی عالمہ اور فاضلہ خواتین کے نام ہم کو اسلامی تاریخ میں ملتے ہیں۔ وہ علوم و فنون اور ادب میں کمال رکھتی تھیں۔ پردے نے اس ترقی سے مسلمانوں کو نہیں روکا تھا اور آج بھی اس طرز کی ترقی ہم کرنا چاہیں تو پردہ ہمیں اس سے نہیں روکتا۔

ہاں البتہ اگر کسی کے نزدیک ترقی بس وہی ہے جو اہل مغرب کی ہے تو بلاشبہ اس میں پردہ بری طرح حائل ہے۔ پردے کے ساتھ وہ ترقی ہمیں یقیناً حاصل نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ بات نہ بھول جائیے کہ مغرب نے یہ ترقی اخلاق اور خاندانی نظام کو خطرے میں ڈال کر کی ہے۔ وہ عورت کو اس کے دائرہ عمل سے نکال کر مرد کے دائرہ عمل میں لے آیا ہے۔ اس طرح اس نے اپنے دفتر اور کارخانے چلانے کے لیے دگنے ہاتھ تو حاصل کر لئے اور بظاہر بڑی ترقی کر لی مگر گھر اور خاندان کا سکون کھو دیا۔ آج بھی اگر وہاں گھر آباد ہیں تو صرف گھر گرہستن عورتوں کی بدولت۔ مردوں کے ساتھ کمانے والی عورتیں کہیں بھی گھر کا نظام نہیں چلا رہیں' اور نہ چلا سکتی ہیں۔ ان کے نکاح طلاقوں پر ختم ہو رہے ہیں' ان کے بچے تباہ ہو رہے ہیں' ان کے لیے ٹھکانا اگر ہے تو کلب میں یا ہوٹل میں' گھر ان کے لیے سکون کی جنت نہیں رہے۔ بہتر انسان تیار کرنے کا کام انہوں نے چھوڑ دیا ہے اور ایسے مشاغل اختیار کر لیے ہیں جس سے مرد کی ہوس کی تسکین بھی ہو رہی ہیں اور معاشی میدان میں بھی مرد ہی کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اس ترقی پر کوئی ریجھتا ہے تو ریجھے! اقبال کہتے ہیں

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت

مبتدی تربیت گاہ

بمقام: جامع مسجد العابد' حیات سرروڈ' گوجرخان

21 مئی بروز اتوار نمازِ عصر سے **27** مئی بروز ہفتہ نمازِ ظہر' منعقد ہو رہی ہے (ان شاء اللہ)

زیادہ سے زیادہ مبتدی رفقاء شمولیت اختیار کریں۔

برائے رابطہ: (گوجرخان): **0333-5133598**

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت' تنظیم اسلامی

پردہ اور اللہ کی رضا

اہلیہ انصار احمد

آج کل پردے کے خلاف اور عریانی وفحاشی کے حق میں جس طرح مہم چلائی جارہی ہے وہ ہر صاحب فکر ونظر کے لیے تشویش ناک ہے۔ پردہ اسلامی معاشرت کا اہم ستون ہے۔

گو پردے کے حق میں میرے نزدیک یہی ایک دلیل ہی کافی ہے اور میں نہیں سمجھتی کہ اس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے' اور وہ یہ کہ پردہ اللہ کا حکم ہے' البتہ پردے کی حکمتوں کے بارے میں یقیناً بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں بنیادی بات تو یہ ہے کہ میرے اللہ نے اسے میرے لیے پسند فرمایا اور مجھے اس کا پابند کیا اور میرے اس عمل سے ''میرا اللہ' میرا رب' میرا خالق' میرا مالک'' ''خوش'' ہوتا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی ایک مسلمان عورت کے لیے کسی اور ''دلیل'' کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ کیا ہمارے لیے یہ بات پسندیدہ ہوسکتی ہے کہ دنیا والے تو ہمیں دیکھ کر خوش ہوں اور ہماری تعریف کریں (چاہے دل میں حسد ہی کیوں نہ کر رہے ہوں) اور ہمارا ''اللہ'' ہم سے ناراض ہو؟ ہم پر اس کی ''لعنت'' برس رہی ہو' جو ہمیں سب کچھ دیتا ہے۔ قیامت میں بھی ساری امیدیں جس سے وابستہ ہیں' اس کو تو ہم ناراض کردیں' اور جو ہمیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے' ان کو ''خوش'' کریں۔ یہ تو بڑے ہی نقصان کا سودا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں 'چہرے کا پردہ' اسلام میں ہے ہی نہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ چہرے کا پردہ اور پردہ دو مختلف چیزیں نہیں ہیں کیونکہ ''پردہ'' تو ہوتا ہی چہرے کا ہے۔ چہرے کے علاوہ اگر جسم کا کوئی حصہ چاہے وہ ''بازو'' ہی کیوں نہ ہو کھلا ہوا ہو تو وہ عریانیت کہلائے گی' بے پردگی نہیں۔ لازمی بات ہے کہ اگر کوئی عورت کھلے چہرے کے ساتھ ہو' چاہے وہ ''برقع'' ہی میں کیوں نہ ہو یا ''نامحرموں'' کے سامنے کھلے چہرے کے ساتھ آجائے چاہے باقی جسم ڈھکا ہوا ہی کیوں نہ ہو کوئی بھی اسے پردہ دار نہیں کہے گا۔ جبکہ اگر چہرہ چھپا ہوگا تو ہر شخص پردے دار خیال کرے گا۔ یعنی اگر میں کسی کے سامنے کھلے چہرے سے آؤں پھر دعویٰ کروں کہ میں اس سے پردہ کرتی ہوں' تو کوئی احمق شخص بھی اس دعوے کو قبول نہیں کرے گا۔

جن لوگوں کو یہ مغالطہ ہے کہ قرآن مجید میں اس حکم (پردہ) کا ذکر موجود نہیں تو اُن سے یہی کہا جاسکتا ہے ''بھئی'' قرآن پاک پڑھو' سمجھ کر پڑھو اور عمل کی نیت سے پڑھو تو خود بخود ''چہرے'' کے پردے کا ذکر مل جائے گا۔ سورۃ الاحزاب کی آیت 59 میں اس کا ذکر ہے اور مجسم قرآن حضرت محمد ﷺ اور ازواج مطہراتؓ اور صحابہ کرامؓ کا ''اسوۂ حسنہ'' اس کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنی زینت بیان کردہ رشتہ داروں کے سوا کسی کے سامنے ظاہر نہ کرو اور آگے فرماتے ہیں کہ اپنے پاؤں بھی زمین پر زور سے نہ مارو کہ کہیں چھپی ہوئی زینت ظاہر نہ ہوجائے' جبکہ چہرہ تو ہے ہی زینت اور کشش کی علامت! تو کیا اس کو چھپانے کا حکم اس کے اندر نہیں آگیا۔ پردہ جیسا کہ ہر صاحب بصیرت جانتا ہے کہ عورت کی عزت وعصمت اور وقار کے تحفظ اور ''گھر'' کو قائم رکھنے کے لیے ہے' کیونکہ جب بے پردگی عام ہوگی تو عریانیت اور فحاشی پھیلے گی جس سے زنا کا راستہ کھلے گا اور یوں گھر برباد ہوں گے۔ یہ بات دو دو چار کی طرح واضح ہے۔ ہمارے دشمن تو اس بات کو خوب سمجھتے ہیں (جبھی تو بے پردگی کو فروغ دینے کے لیے اپنے وسائل جھونک رہے ہیں) مگر نہ جانے کیوں ہم اپنے دشمنوں کی اس سازش کو سمجھ نہیں پاتے۔ ہم کیوں ان کے کہنے میں آکر اپنا ''گھر'' جلاکر ''تماشا'' کرنا چاہ رہے ہیں۔ کیا کوئی ایسا بھی احمق ہوسکتا ہے کہ اپنے گھر کو چوروں اور ڈاکوؤں سے بچانے کے لیے کھڑکیاں' روشن دان بلکہ چھوٹے سے چھوٹا سوراخ تو بند کردے لیکن بیرونی دروازہ کھلا چھوڑ دے۔ کیا ہم اللہ حکیم وعلیم سے نعوذ باللہ یہ توقع رکھ سکتے ہیں۔

پردہ نہ کرنے کے حق میں ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ جی ہماری نیت صاف ہے اور پردہ تو آنکھ کا یا دل کا ہوتا ہے۔ یہ دلیل اس ناچیز کی سمجھ میں بچپن سے آج تک نہیں آسکی' کیونکہ پردے کا مطلب ہے اپنے آپ کو دوسروں سے چھپانا' اگر آپ کی نیت صاف ہے اور آنکھوں یا دل میں پردہ اور شرم وحیا ہے (جس کا لازمی نتیجہ تو پردہ داری ہے نہ کہ بے پردگی) تو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ سامنے والا شخص یا اشخاص بھی اس کسوٹی پر پورا اترتے ہیں اور وہ اپنے قلب ونظر میں نیت میں کوئی خرابی نہیں رکھتے

ع ''ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیے''

یوں بھی پردہ اپنی نظر' دل یا نیت کی خرابی چھپانے کے لیے نہیں بلکہ اپنے آپ کو دوسروں کی نظر' دل یا نیت سے بچانے کے لیے ہوتا ہے۔ اس دلیل کے تحت تو پیسے بھی ظاہر کرکے رکھنے چاہئیں کہ ہماری نیت صاف ہے کسی کے پیسے پر ہم بری نظر نہیں رکھتے تو اپنے پیسے کیوں چھپائیں۔

میری پیاری ماؤ' بہنو! شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں کی (جو یقیناً انسانی شکل میں ہیں) باتوں میں نہ آئیے۔ ان کا تو مقصد ہی آپ کو اللہ کی محبوبیت کے درجے سے ہٹا کر اللہ کی لعنت کا شکار بنانا ہے اور اپنی نظروں اور نفس کی تسکین کا سامان کرنا ہے۔ بھلا کبھی بھیڑیئے بھی بھیڑ بکریوں کے رکھوالے ہوئے ہیں (مثال امریکہ ہے جہاں ہر اڑھائی منٹ میں ''زنا بالجبر'' کا واقعہ ہوتا ہے۔) لہٰذا جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن میں پردے کا واضح حکم نہیں ہے وہ درحقیقت اس مقولے پر عمل کرتے ہیں کہ جھوٹ بولو اور اعتماد کے ساتھ بولو اور اتنا بولو کہ سچ دکھائی دینے لگے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ ہماری قوم کتنا قرآن پاک پڑھتی ہے اور کتنا سمجھتی ہے۔ ہزار میں سے بھی شاید ایک شخص نہ ہو جو قرآن کو سمجھ کر پڑھتا ہو ہماری اسی طرز عمل ان فتنوں سے بچاؤں کے لیے ہمیں شرعی پردے کا اہتمام کرکرنا سے دور ہوگا) کی وجہ سے جتنے بھی فتنے ہمیں گمراہ کرنے کے لیے اٹھیں کم ہیں۔ بہرحال ''پردہ'' ہی ہمارا ''تحفظ'' اور ''وقار'' ہے اور اللہ کے قرب کا ذریعہ بھی۔

دعائے مغفرت

مرکزی انجمن خدام القرآن کے حلقۂ محسنین میں شامل انتہائی فعال رُکن جناب اقبال احمد شمسی چند روز قبل اچانک ہارٹ اٹیک کے بعد اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ مرحوم ایک مخیر شخص تھے اور مرکزی انجمن بالخصوص قرآن کالج کے ساتھ مالی تعاون میں پیش پیش تھے۔ اپنے ایک مخلص اور فعال رُکن کی وفات مرکزی انجمن کے صدر مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد اور ناظم اعلیٰ محترم قمر سعید قریشی کے لیے ذاتی صدمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ رفقاء و احباب سے مرحوم کی دعائے مغفرت اور ترقی درجات کی خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ واعْفُ عَنْہُ اللّٰھُمَّ اَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَسِیْرًا

پردہ اور صبر

ڈاکٹر طاہرہ ارشد

آج جہاں فحاشی اور عریانی اپنی انتہاؤں کو چھو رہی ہے وہیں ایسی خواتین کی بھی کمی نہیں جو اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرنا چاہتی ہیں۔ اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات انوکھی نہیں معلوم ہوتی ' کیونکہ جب کبھی بھی برائی حد سے بڑھی ہے تو اچھائی کی اہمیت کا احساس اور معاشرے کی بھلائی کی کوشش بھی انتہائی شد و مد کے ساتھ ہوئی ہے۔

اس تاریک دور میں اُمید کی کرن یہ ہے کہ بہت سی خواتین پردہ کرنا چاہتی ہیں' لیکن اُن کو بہت سی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کبھی یہ مخالفت شوہر کی اور سسرال کی صورت میں ہوتی ہے اور کبھی مائیں خود نہیں چاہتیں کہ بیٹیاں پردہ کریں کہ پھر رشتے کیسے ملیں گے اور اب تو لڑکیاں ملازمت کرتی ہیں' اس لیے رشتوں کے ساتھ یہ مسئلہ بھی بن گیا ہے کہ پردہ کرنے والی لڑکی کو اچھی ملازمت کون دے گا۔

یہ مضمون لکھنے کا مقصد اُن خواتین کی حوصلہ افزائی کرنا ہے جو شرعی پردہ پر کاربند ہونا چاہتی ہیں۔ پردہ کے ضمن میں واحد چیز جو ہمارا نہ صرف سہارا ہے بلکہ رہنمائی بھی کرتی ہے وہ ہے صبر۔

صبر کے لغوی معنی "روکنے" اور "سہارے" کے ہیں' یعنی اپنے نفس کو اضطراب اور گھبراہٹ سے روکنا' اور اس کو اپنی جگہ پر ثابت قدم رکھنا' اور یہی صبر کی معنوی حقیقت بھی ہے یعنی اس کے معنی' بے اختیاری کی خاموشی اور انتقام نہ لے سکنے کی مجبوری کے نہیں بلکہ پامردی' دل کی مضبوطی' اور اخلاقی جرأت اور ثابت قدمی کے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ایک ہی آیت میں تین جگہ یہ لفظ آیا ہے اور ہر جگہ یہی معنی مراد ہیں۔ حضرت خضرؑ کہتے ہیں:

﴿قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْرًا ۝﴾ (الکہف)

"(خضر نے کہا) تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔ اور کیسے اس بات پر صبر کر سکتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔"

حضرت موسیٰؑ جواب میں فرماتے ہیں:

﴿قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا ......﴾ (الکہف:69)

"(موسیٰ نے کہا) اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔"

صبر کے مختلف مفہوم جن میں قرآن پاک نے اس کو ستعمال کیا ہے' حسب ذیل ہیں:

وقتِ مناسب کا انتظار کرنا

صبر کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ ہر قسم کی تکلیف اُٹھا کر اور اپنے مقصد پر جمے رہ کر کامیابی کے وقت کا انتظار کرنا۔ آپ ﷺ کے دین کی دعوت دینے اور مکہ کے کفار کا آپ ﷺ کے ساتھ ہر طرح کی دشمنی اور عداوت کا مظاہرہ اور آپ ﷺ کا اپنے موقف پر ڈٹے رہنا اس بات کی مثال ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنی کتاب "منہج انقلابِ نبویؐ" میں صبر محض کے حوالے سے اس بات کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

جب مکہ کے ابتدائی دور میں آپ ﷺ کو کامیابی کی منزل دور نظر آنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے جن الفاظ میں آپ ﷺ کو تسلی دی وہی ہمارے لیے روشنی مہیا کرتے ہیں' جب ہم پردہ کرنا شروع کریں اور ہر طرف سے مخالفتوں کے طوفان کھڑے ہو جائیں۔

﴿وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا ......﴾ (الطور: 48)

"اور (اے رسولؐ!) تو اپنے پروردگار کے فیصلہ کا ثابت قدم رہ کر منتظر رہ' کیونکہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔"

﴿وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ ۚ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ۝﴾ (یونس)

"اور ثابت قدم رہ کر منتظر رہ' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے' وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں بہتر ہے۔"

﴿فَاصْبِرْ ۭ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝﴾ (ھود)

"ثابت قدم رہ کر وقت کا منتظر رہ' بلاشبہ آخر کامیابی پرہیزگاروں ہی کی ہے۔"

جب پردہ کرنے والی خواتین حق پر ہوتے ہوئے بھی بے چارگی اور بے بسی کی حالت میں ڈگمگا رہی ہوں تو مخالفت کرنے والوں کے سامنے حق پر قائم رہ کر اس کی کامیابی کی پوری توقع رکھنی چاہیے۔

﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ ......﴾ (الروم:60)

"ثابت قدمی کے ساتھ منتظر رہ' بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔"

ایسا نہ ہو کہ اللہ کے وعدہ کے ظاہر ہونے میں ذرا دیر ہو تو مشکلات سے گھبرا کر آپ پردہ چھوڑ دیں۔

بے قرار نہ ہونا

صبر کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ مصیبتوں اور مشکلوں میں اضطراب اور بے قراری نہ ہو' بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا حکم اور مصلحت سمجھ کر خوشی خوشی جھیلا جائے' مثلاً طنزیہ جملے پردہ کرنے پر' یا شادی بیاہ کے موقعوں پر آپ کا نظر انداز کیا جانا' جبکہ پردہ کرنے سے پہلے آپ ہر ایک کی آنکھ کا تارہ تھیں وغیرہ۔ ایسی صورتحال میں یہ یقین رکھا جائے کہ جب وقت آئے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے خود ان کو دور فرما دے گا' اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مدح فرمائی:

﴿وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَھُمْ ......﴾ (الحج:35)

"اور وہ لوگ جو مصیبت میں صبر کریں۔"

حضرت ایوب علیہ السلام نے جسمانی اور مالی مصیبتوں کو جس صبر کے ساتھ برداشت کیا' ہماری بڑی سے بڑی مشکل بھی اُس کے آگے ہیچ ہیں۔ اُن کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا وَجَدْنٰہُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّہٗٓ اَوَّابٌ ۝﴾ (صٓ)

"بے شک ہم نے ان (ایوبؑ) کو صابر پایا' بہت اچھا بندہ' بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے والا ہے۔"

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے مہربان باپ کی چھری کے نیچے اپنی گردن رکھ کر فرماتے ہیں:

﴿یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝﴾ (الصّٰفّٰت)

مجھے اور میری دونوں بیٹیوں کو برقع میں دیکھ کر انڈیا کے لوگوں نے ہم سے پوچھا: کیا آپ کا تعلق ایران' یا سعودی عرب سے ہے؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم پاکستان ستاون سال کے بعد بھی اپنی شناخت نہیں بنا پائے

''اے باپ! جو تجھے حکم ہوا ہے وہی کیجیے' اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں سے پائے گا۔''

مشکلات کو خاطر میں نہ لانا

صبر کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ منزل مقصود کی راہ میں جو مشکلیں اور خطرے پیش آئیں' مخالفین جو طعن و طنز کریں ان میں سے کسی چیز کو خاطر میں نہ لایا جائے' اور ان سے بددل اور پست ہمت ہونے کی بجائے اور زیادہ استقلال پیدا ہو۔ بڑے بڑے کام کرنے والوں کی راہ میں یہ روڑے اکثر اٹکائے گئے' آپ' کو دوسری ہی وحی میں اس حقیقت سے باخبر کر دیا گیا:

﴿یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷﴾ (المدثر)

''اے (محمد ﷺ) جو کپڑا لپیٹے ہو' اٹھو اور (لوگوں کو) ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور ناپاکی سے دور ہو۔ اور اس نیت سے احسان نہ کرو کہ اِس سے زیادہ کے طالب ہو اور اپنے پروردگار کے لیے صبر کرو۔''

اس قوت صبر کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ سے لَو لگائی جائے اور اس کی طاقت پر بھروسہ کیا جائے۔

﴿فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ...﴾ (طٰہٰ:130)

''تو ان کے کہنے پر صبر کر اور سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور اپنے پروردگار کی حمد کر۔''

درگزر کرنا

صبر کا چوتھا مفہوم یہ ہے کہ برائی کرنے والوں کی برائی کو نظر انداز کیا جائے اور جو تکالیف دیں اُن کے قصور کو معاف کیا جائے' یعنی برداشت میں جواں مردی دکھائی جائے۔ یہ صبر کی وہ قسم ہے جو اخلاقی لحاظ سے بہت بڑی بہادری ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝۳۴ وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝۳۵﴾ (حم السجدہ)

''بھلائی اور برائی برابر نہیں' برائی کا جواب اچھائی سے دو' تو جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ قریبی دوست سا ہو جائے گا اور یہ بات اسی کو ملتی ہے جو صبر کرتا ہے اور یہ اُسی کو ملتی ہے جو بڑی قسمت والا ہے۔''

ثابت قدمی

صبر کا پانچواں مفہوم لڑائی پیش آنے کی صورت میں دلیرانہ استقامت اور ثابت قدمی ہے۔ پردے کے بارے میں ہمارے پاس دلائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں' اُن کا مطالعہ کیا جائے اور وقت پڑنے پر اُنہی کے ذریعے اپنے موقف کو نہ صرف بیان کیا جائے بلکہ اُن پر ثابت قدم رہا جائے۔ ایک صابر خاتون کا کام یہ ہے کہ کتنے ہی مخالفت کے طوفان کیوں نہ اُٹھیں' وہ دل برداشتہ نہ ہو' ہمت نہ ہارے اور اللہ سے دعا کرتی رہے کہ اس کی گزشتہ ناکامی کے قصور کو جو اسی کی کمی (ذنب) یا زیادتی (اسراف) سے سرزد ہوا ہے معاف فرمائے اور اُسے کامیاب کرے اور اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کی تاکید فرمائی ہے' ایک تو اللہ تعالیٰ کی طرف دل لگانا اور دوسری مشکلات پر صبر و استقامت سے قابو پانا۔

ہر طرح کی تکلیف اٹھا کر فرض کو ہمیشہ ادا کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا ؕ ......﴾ (طٰہٰ:132)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر اور آپ اس پر قائم رہو۔''

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کریں اور ہمیں شرعی پردہ کرنے میں جو مشکلات درپیش ہیں وہ دور کر دیں تو ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کریں' ایمان لائیں' نیک کام کریں' فریب کے کاموں میں شریک نہ ہوں' بیہودہ اور لغو کاموں کے سامنے سے گزرنا پڑے تو دامن بچاتے ہوئے گزر جائیں اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سن کر اُن پر عمل کریں اور اپنی اور اپنی اولاد کی بہتری کے لیے دعائیں مانگیں۔ آخری بات یہ کہ:

﴿وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ ......﴾ (البقرہ:45)

''اور (رنج و تکلیف میں) صبر اور نماز سے قوت پکڑو۔''

چند ماہ پہلے ہمیں بھارت جانے کا اتفاق ہوا جو بات میں نے محسوس کی وہ یہ کہ وہ تمام لوگ جو پردے کو غیر اہم سمجھتے ہیں اُنہیں ایک مرتبہ بھارت ضرور جانا چاہیے۔ وہ اس لیے کہ وہاں کے لوگ ہمارے جیسے ہی لگتے ہیں دیکھنے میں رنگت اور لباس کے لحاظ سے۔ ہم نے دیکھا کہ جن خواتین نے ساڑھی باندھی ہوتی' مانگ میں سیندور اور ماتھے پر بندیا لگائی ہوتی تو ہم آسانی سے سمجھ جاتے کہ یہ ہندو ہیں' لیکن کئی خواتین ایسی نظر آتیں جو شلوار قمیض اور بڑے بڑے دوپٹے اوڑھے ہوتیں' ابھی ہم اپنے دماغ میں اُن کو مسلمان کہہ ہی رہے ہوتے تو پیچھے سے پگڑی والے سکھ نمودار ہو جاتے۔ ہاں البتہ جو خاتون برقع پہنے حجاب سے چہرہ چھپائے نظر آتیں' اُن کے بارے میں ایک مرتبہ بھی ہمارا قیاس غلط ثابت نہیں ہوا کہ وہ مسلمان ہیں' کیونکہ ان کے پیچھے یا ساتھ ہمیشہ باشرع داڑھی والے صاحب ہی نظر آئے۔

ایک بات جو انتہائی افسوس سے کہنا پڑتی ہے کہ مجھے اور میری دونوں بیٹیوں کو الحمدللہ برقع میں پوری طرح ڈھانپا ہوا دیکھ کر متعدد بار وہاں کے لوگوں نے ہم سے پوچھا کیا آپ کا تعلق ایران سے ہے یا سعودی عرب سے؟ لیکن جب ہم نے بتایا کہ نہیں' پاکستان سے' تو وہ لوگ حیران ہوئے۔ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ ہم پاکستانی اپنی شناخت ستاون سال بعد بھی نہیں بنا پائے۔ یہ شناخت بنانے کے لیے ہمیں صبر سے کام لینا پڑے گا' نہ صرف شرعی پردہ کے معاملے میں بلکہ بے جا ہندوانہ رسومات' بدعات اور بسنت وغیرہ قسم کی خرافات کو مٹا کر ایک پاک صاف معاشرہ بنانے کے لیے۔

لگتا ہے میری دوست ڈاکٹر فرات غضنفر صحیح کہتی ہیں: ؎

وہ قافلہ کہ جو تھا رواں جانب حرم
راہوں میں کھو گیا ہے یا سالار مر گیا؟

بقیہ: آزادئ نسواں

سوچیے کہ وہ عضو معطل ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ نے عورت کو گھر کی ذمہ دار بنایا تھا' گھر کی منتظمہ بنایا تھا کہ وہ فیملی سسٹم استوار (و برقرار) رکھ سکے۔ ماں کی گود بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ وہیں سے وہ اخلاق و کردار سیکھتے ہیں' لیکن آج مغربی معاشرے میں فیملی سسٹم تباہ ہو کر رہ گیا ہے' بچوں کو ماں اور باپ کی شفقت میسر نہیں ہے۔

اگر یہ باتیں صرف میں کہتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ سب باتیں آپ تعصب کی بناء پر کہہ رہے ہیں۔ لیکن اب سے کچھ عرصہ پہلے سوویت یونین کے صدر ''میخائل گوربا چوف'' نے صاف اور واضح لفظوں میں یہ بات لکھی ہے کہ ''ہماری مغرب کی سوسائٹی میں عورت کو گھر سے باہر نکالا گیا' اور اس کو گھر سے باہر نکالنے کے نتیجے میں بے شک ہم نے کچھ معاشی فوائد حاصل کیے اور پیداوار میں کچھ اضافہ ہوا ہے' اس لیے کہ مرد بھی کام کر رہے ہیں اور عورتیں بھی کام کر رہی ہیں' لیکن پیداوار کے زیادہ ہونے کے باوجود اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو گیا اور اس فیملی سسٹم کے تباہ ہونے کے نتیجے میں ہمیں جو نقصان اٹھانے پڑے ہیں' وہ نقصانات اُن فوائد سے زیادہ ہیں جو پروڈکشن میں اضافے کے نتیجے میں ہمیں حاصل ہوئے۔ لہٰذا میں اپنے ملک میں ''پروسٹرائیکا'' کے نام سے ایک تحریک شروع کر رہا ہوں۔ اس میں میرا ایک بڑا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ عورت جو گھر سے باہر نکل چکی ہے' اس کو واپس گھر میں کیسے لایا جائے؟ اس کے طریقے سوچنے پڑیں گے' ورنہ جس طرح ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو چکا ہے' اسی طرح ہماری پوری قوم تباہ ہو جائے گی۔''

برقع

ہنری مکاؤ

میرے کمرے کی دیوار پر ایک تصویر لٹکی ہوئی ہے جس میں ایک عورت بُرقع پہنے ہوئے ہے۔ اسی تصویر میں دوسری جانب ایک امریکن عورت کی تصویر ہے جو صرف ایک بکنی (Bikini) میں ملبوس ہے۔ ایک عورت کا بدن مکمل طور پر ڈھکا ہوا اور پوشیدہ ہے اور دوسری عورت کا بدن برہنہ ہے جسے ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔

یہ دونوں انتہائیں دو تہذیبوں کے ٹکراؤ کے بارے میں ہمیں آگاہ کرتی ہیں۔ ایک تہذیب میں عورت کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ امریکہ نہ صرف عربوں کے تیل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے بلکہ وہ در پردہ ایک اور جنگ بھی کر رہا ہے اور یہ جنگ تہذیب و ثقافت کی جنگ ہے۔ امریکہ جس طرح تیل پر قابض ہونا چاہتا ہے بالکل اُسی طرح عربوں کو اُن کے مذہب‘ تہذیب اور ثقافت سے بھی بے گانہ کرنا چاہتا ہے اور عرب مسلمان عورت کے برقعے کو امریکی **Bikini** میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔

میں مسلمان عورت کے حالات کے بارے میں کوئی ماہرانہ علم نہیں رکھتا لیکن پھر بھی مجھے عورت کی نسوانیت سے محبت ہے اور میں برقعے کے استعمال کے حق میں ہوں۔ میں صرف ان اقدار کا دفاع کر رہا ہوں جو برقعے کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔

بُرقع یا پردہ ایک عورت پر فرائض عائد کرتا ہے کہ اس کی شکل پر صرف اس کے شوہر اور خاندان کا حق ہے۔ صرف وہ اس کی شکل کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ خاندان میں عورت کی اہمیت کو اُجاگر کرتا ہے اور ہمیں یہ بھی دکھاتا ہے کہ ایک مسلم عورت کا گھر اس کا محور ہوتا ہے جہاں پر اس کے بچے پیدا ہوتے ہیں اور پرورش پاتے ہیں اور عورت ہی گھر کو گھر بناتی ہے۔ اپنے بچوں کی تربیت اور پرورش کرتی ہے اور اپنے شوہر کے لیے پناہ گاہ اور مشکل کی گھڑی میں مضبوط سہارا ہوتی ہے۔

دوسری جانب امریکن عورت ہے جو لاکھوں لوگوں کے سامنے برہنہ ہوتی ہے۔ اُس کا وجود صرف اُس کی ذات تک محدود نہیں رہتا ہے بلکہ وہ ایک پبلک پراپرٹی ہوتی ہے‘ وہ کسی کی نہیں ہوتی یا ہر کسی کی ہوتی ہے۔ اپنے جسم کو ہر وقت بیچنے کے لیے تیار رکھتی ہے اور ہر وقت اپنی بولی لگائے ہوتی ہے۔

امریکہ میں عورت کو جنسی کشش کے ثقافتی ترازو میں تولا جاتا ہے۔ جونہی اس کی عمر بڑھنی شروع ہوتی ہے وہ اپنے جسم اور شکل وصورت کے بارے میں شدید ذہنی الجھاؤ کا شکار ہو جاتی ہے۔ جوانی میں امریکی عورت کا ’’رول ماڈل‘‘ برٹنی سپیئر ہے جو کہ برہنہ گائیکی میں شہرت رکھتی ہے۔ برٹنی سے وہ یہ سبق سیکھتی ہے کہ اُس سے صرف اس صورت میں محبت ہو سکتی ہے جب تک وہ جوان اور خوبصورت ہو۔ سچی محبت کے تسلسل سے وہ ناواقف ہوتی ہے۔ غیر مردوں سے تعلقات کے باعث وہ اپنی معصومیت کھو بیٹھتی ہے جو کہ اُس کے حُسن کا اہم ترین حصہ ہے۔ اس کا دل سخت اور کاروباری ہو جاتا ہے اور وہ محبت کرنے کے قابل نہیں رہتی۔

> بُرقع یا پردہ ایک عورت کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اور ہمیں یہ دکھاتا ہے کہ مسلم عورت کا محور اُس کا گھر ہوتا ہے جہاں وہ اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت کرتی ہے اور اپنے شوہر کے لیے پناہ گاہ اور مشکل کی گھڑی میں مضبوط سہارا ہوتی ہے

عورت کی نسوانیت ماں اور بچے کے جذباتی رشتے میں پائی جاتی ہے۔ جس کی بنیاد پرورش اور اپنی ذات کی نفی ہے۔ مردانہ فطرت میں شکار اور شکاری کا عنصر زیادہ ہے۔ اس میں تشدد اور دنیا پرستی موجود ہے۔ نسوانیت عورت کو صبر کا درس دیتی ہے اور وہ مرد کے رویے کو تبدیل کر سکتی ہے۔

اسی طرح تشدد پسند اور الجھاؤ کی شکار عورت کبھی بھی اچھی ماں یا بیوی نہیں بن سکتی۔ یہ نیو ورلڈ آرڈر (NWO) کا ایک مقصد ہے کہ دنیا میں جنسی تمیز ختم کی جائے‘ آبادی کم کی جائے اور خاندان کے تصور کو تباہ کیا جائے۔ اس نئی دنیا میں عورت کا ایک نیا تصور ہے جو ایک گھونسلا بنانے والی نہیں بلکہ ایک آزاد اور خود مختار شخصیت ہے۔ رمز فیلڈ نے ایک پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ جوان عورتیں پرانے ملاؤں کے زیر اثر ہیں اور امریکہ انہیں جلد آزادی دلائے گا۔ جہاں پر برٹنی سپیئر کا انداز‘ آزادانہ تعلقات‘ خاندان اور رشتوں کے تصور کا اختتام جلد حقیقت کا روپ دھاریں گے۔ خاندان انسانی ترقی کا ایک اہم جزو ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جب ہم اپنی ذات کے محور سے نکلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے صحیح پیروکار بن جاتے ہیں اور ایک نئی زندگی کی تخلیق اور پرورش کرتے ہیں۔

نیو ورلڈ آرڈر انسان کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ پختگی کے اس معیار کو پہنچے۔ نیو ورلڈ آرڈر میں فحش مواد پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے جو نوجوانوں کو ہر قسم کی آزادی دینے کے حق میں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ہمیشہ کے لیے تنہا زندگی گزاریں بلکہ شادی کے نام سے آزاد زندگی گزاریں گے۔ یہ چیز عورت کے لیے تباہ کن ہے۔ اس کی کشش اور بچے پیدا کرنے کی صلاحیت لازم وملزوم ہیں۔ جب اس کی کشش ختم ہو جاتی ہے تو اس کے بچے پیدا کرنے کی صلاحیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر ایک عورت اپنی زندگی کے اہم سال ’’آزاد‘‘ ہونے پر قربان کر دے تو پھر وہ زندگی میں مستقل اور اچھا ساتھی بھی حاصل نہیں کر سکتی جس پر اس کی زندگی کی خوشی کا انحصار ہے۔

پس عورت کو شادی اور خاندان کو پہلی ترجیح دینی چاہیے۔ یہ نیو ورلڈ آرڈر کے تحت آزادئ نسواں کا ایک نیا خطرناک نعرہ ہے جس نے امریکی عورت اور مغربی ثقافت کو تباہ کر دیا ہے اور اسلام کے لیے ایک زبردست خطرے کی گھنٹی ہے۔ میں برقعے کا دفاع نہیں کر رہا ہوں‘ لیکن برقعے کے ساتھ چند اقدار ہیں جن میں عورت کی حیاء اور تقدس‘ خاندان کا تصور اور عورت کی پاکیزگی اپنے مستقبل کے شوہر کے لیے بُرقع اور Bikini دو انتہائیں ہیں۔ میرا جواب ان دونوں کے درمیان کہیں موجود ہے۔

(مترجم: نوید یوسف ترین) (بشکریہ روزنامہ ’’آج‘‘)

ظاہری خوشی سے باطنی خوشی بہتر ہے

ایک عابد و زاہد شخص کو جو خوفِ خدا سے ڈر کر صبح و شام گریہ کرتا رہتا تھا‘ اس کے دوست نے مشورہ دیا: کہ اے اللہ کے بندے! اتنی گریہ وزاری نہ کیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو تمہاری بینائی ہی جاتی رہے۔ اس زاہد نے جواب دیا: دوست اگر دنیاوی آنکھیں چلی بھی جائیں گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ان کے عوض مجھے باطن کی بینائی تو حاصل ہو جائے گی۔ ایسی آنکھوں کا کیا فائدہ جو جمالِ الٰہی سے لطف اندوز نہ ہو سکیں۔ اس سے تو بہتر ہے کہ انسان نابینا ہی رہے۔ (حکایات رومیؒ)

بے پردگی کا طوفان

بنت مطیع الرب، کراچی

میں جوں ہی بارات کے ساتھ شادی ہال کے وسیع و عریض لان میں داخل ہوئی تو دم بخود رہ گئی۔ رنگ و بو کا سیلاب سا تھا، مکس گیدرنگ کے ساتھ ساتھ موسیقی کا بھی انتظام تھا۔ ایکسٹرا ڈرم اور موسیقی کی دھنوں سے ساری فضا تھرک رہی تھی، نوجوان لڑکے استقبال و انتظام میں منہمک تھے۔ ویڈیو تصاویر، گہما گہمی، زرق برق اور سجی بنی مقابلۂ حسن میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والی خواتین مخلوط محفل میں آزادانہ اور بڑی شوخی سے محرم نامحرم تمام مردوں کو محظوظ کر رہی تھیں۔ میں اس صورت حال میں خاصی پریشان سی تھی، مگر کچھ کہنا نقار خانے میں طوطی کی آواز کے مترادف تھا۔ میں جرأت نہ کر سکی مگر اپنے پانچ فٹ کے وجود پر تو مجھے اختیار تھا میری نظروں تلے وہ آیت آ رہی تھی کہ: ”اپنی زیب و زینت کو چھپاؤ اور دورِ جہالت کی طرح اپنی سج دھج نہ دکھاتی پھراؤ“۔

میں نے اپنے برقعے کو اتارا نہیں حالانکہ میں بڑے اہتمام سے تیار ہو کر آئی تھی۔ میرا دل ایک مسلمان کی شادی کی اس محفل کو دیکھ کر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ جب میں دلہن کو دیکھنے کے لیے گئی تو میری دوست حیرت سے مجھے دیکھ کر کہتی ہے: کیا تم تبلیغی ہو گئی ہو؟ پھر دوسری سہیلی نے مذاقاً کہا کہ تمہاری یہ حالت کب سے ہے؟ مجھے اپنی مسلمان بہنوں کی حالت پر خاصا افسوس ہوا۔ پھر ایک نے کہا تمہارے میاں مولوی ہیں؟ میں نے کہا، کاش: ایسا ہو جائے کہ میرا شوہر دین کا عالم بن جائے، یہ میرے پروردگار کا فضل ہے کہ اس نے مجھے دین سے سرفراز کیا۔ میرا دل دین کی روشنی سے منور ہے اور باطنی آنکھیں کھل جانے کے بعد اشیاء کے درست حقیقت کا زیادہ اندازہ ہوتا ہے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدنظر تو مرضیٔ جاناناں چاہیے

اور دوسری طرف ہماری ایک عزیزہ کو اپنے بھائی کے لیے چاند سی بھابھی کی تلاش تھی۔ مجھ سے پوچھا تو میں نے ان کو بتایا کہ ہمارے ہاں درس میں ایک بہت ہی خوش شکل لڑکی آتی ہے۔ اتنی خوبصورت عادات و اطوار کی لڑکیاں تو خوش نصیب لوگوں کی گھر کی دہلیز پر قدم رکھتی ہیں مگر جو جواب میں نے سنا تو انگشت بدنداں رہ گئی اور گھر آ کر بھی اس کے جملے میری سماعت میں ہتھوڑے کی طرح برس رہے تھے۔ انہوں نے بڑے واضح طور پر کہا کہ یہ سب تو ٹھیک ہے مگر وہ ضرور شرعی پردہ کرتی ہو گی اور نقاب پوش ”ننجا ٹرٹلز“ ٹائپ کی لڑکی میرے بھائی کے ساتھ میچ نہیں کر سکے گی۔ میں سوچنے لگی کہ کیا ہم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح ہو گئے جنہوں نے اپنی عورتوں کو آزاد کر دیا؟ کیا ہم شر الدواب یعنی بگڑے ہوئے جانور بن چکے ہیں؟ آنکھ، کان، دل، دماغ رکھتے ہوئے تمام تر صلاحیتوں سے محروم کھڑے ہیں اور جس چیز کو دل بھاتا ہے وہی کرتے ہیں، حالانکہ اسلام میں من چاہی زندگی کا تصور نہیں ہے، رب چاہی زندگی کا حکم ہے۔ جو لوگ رب چاہی زندگی گزارتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں، انہیں لوگوں کی باتوں کی ملامت کا ڈر نہیں ہوتا۔ سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کی شان یہ فرمائی ہے کہ ”وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے“۔

آج اُمت مسلمہ جس پرآشوب دور سے گزر رہی ہے اس کی حالت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ہر اہل ایمان کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ آج ہم اپنے ربّ کے حضور سچی توبہ کر کے اپنے اعمال کو درست کریں اور اس دنیا کو امتحان گاہ سمجھیں اور اس شان سے رہیں گویا بازار سے گزر راہوں مگر خریدار نہیں۔

دنیا پرستی اور نفس پرستی کو دل سے نکال باہر کریں کا Disposable Thing of World کے پیچھے نہ بھاگیں۔ خدارا! جلدی کریں، ہوش میں آئیں ورنہ پھر ہم پچھتائیں گے اور پچھتاوا کسی کام نہیں آئے گا۔ ہم چلائیں گے، بین کریں گے، ہمارے آنسو پتھر بن جائیں گے، ہم آہ و فغاں کریں گے مگر ہماری آہوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور ہماری دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ ابھی وقت ہے، سوچ لیجیے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ ہدایت دکھلائے۔ (آمین!)

پردہ

اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی

ازل کی ابتدا پردہ، ابد کی انتہا پردہ
ہے رازِ زندگی جاوداں سے آشنا پردہ
چراغِ قدس کے انوار پوشیدہ ہیں پردے میں
حقیقت کے ہزار اسرار پوشیدہ ہیں پردے میں
اسی سے شہر ہستی میں حیا کا نام باقی ہے
حیا کا نام باقی ہے خدا کا نام باقی ہے
رسول اللہ کا، قرآن کا فرمان ہے پردہ
زنانِ ملت اسلام کا ایمان ہے پردہ
حکیم دو جہاں نے قوم کی تنظیم کر دی ہے
خدا نے مرد و زن میں کام کی تقسیم کر دی ہے
اسے دی سلطنت گھر کی اسے کارِ جہاں بانی
اُسے تخلیق کی خدمت اُسے تبلیغ قرآنی
ملا فرمان عورت کو نہ آئے عام منظر پر
ضرورت لے ہی آئے تو حدِ دیں سے نہ ہو باہر
نگہ نیچی کیے آئے، چھپائے حسن و زینت کو
رکھے پیش نظر ہر حال میں حکم شریعت کو
نہیں اک حرف بھی پُرپیچ آئین شریعت کا
کتابِ حق میں روشن حکم ہے اخفائے زینت کا
یہی اخفائے زینت ہے جسے کہتے ہیں ہم پردہ
زنانِ خود نما ہے یہی تو گنج گم کردہ
یہ زینت کی نمائش ہی فنا کرتی ہے غیرت کو
یہی بیگانۂ قید ردا کرتی ہے عورت کو
دکھاؤں تجھ کو اعجاز بیاں زورِ کلام اپنا
کرے گر اے بہن معلوم تو مجھ سے مقام اپنا
وہی تو ہے کہ مردانِ جری پیدا کیے تو نے
وہی تو ہے کہ فاروقؓ و علیؓ پیدا کیے تو نے
جلو میں جس کے صدہا مہر و مہ وہ آسماں تو ہے
ترا رتبہ بڑا ہے بو ذرؓ و سلماںؓ کی ماں تو ہے
بہت مردانِ کامل انجمن آرا کیے تُو نے
ہزاروں خالدؓ جنگ آزما پیدا کیے تُو نے
کیے سو حشر تو نے پہلوئے خاموش سے پیدا
ہوئے شمشیر زن غازی، تری آغوش سے پیدا
کسے بھولا ہے تیری تربیت کا ماجرا اب تک
تری تعلیم کی شاہد ہے ریگِ کربلا اب تک
اُچھالا نام دینِ مصطفیٰؐ کا تیری جرأت نے
بدل ڈالا تھا تقدیر عمرؓ کو تیری قرأت نے
ضرورت کیا تجھے تو مرد کا بہروپ کیوں بدلے
تو دانا ہے تو اپنا مردِ افگن روپ کیوں بدلے

(مرسلہ: مظہر علی ادیب)

آزادئ نسواں کا فریب

مولانا محمد تقی عثمانی

قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول کریم ﷺ کی ہدایات سے کسی ادنیٰ شبہ کے بغیر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درحقیقت انسانی زندگی دو مختلف شعبوں پر منقسم ہے' ایک گھر کے اندر کا شعبہ ہے اور ایک گھر کے باہر کا۔ یہ دونوں شعبے ایسے ہیں کہ ان دونوں کو ساتھ لیے بغیر ایک متوازن اور معتدل زندگی نہیں گزاری جا سکتی۔ گھر کا انتظام بھی ضروری ہے اور گھر کے باہر کا انتظام' یعنی کسب معاش اور روزی کمانے کا انتظام بھی ضروری۔ جب دونوں کام ایک ساتھ اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک ٹھیک چلیں گے تب انسان کی زندگی استوار ہوگی۔ اور اگر ان میں سے ایک انتظام بھی ختم ہو گیا یا ناقص ہو گیا تو اس سے انسان کی زندگی میں توازن ختم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ تقسیم فرمائی کہ مرد کے ذمے گھر کے باہر کے کام لگائے' مثلاً کسب معاش اور روزی کمانے کا کام اور سیاسی اور سماجی کام وغیرہ' یہ سارے کام درحقیقت مرد کے ذمے عائد کیے ہیں۔ جبکہ گھر کے اندر کا شعبہ اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کے حوالے کیا ہے کہ وہ اس کو سنبھالیں۔ اس لیے کہ مرد اور عورت کے درمیان اگر تقابل کر کے دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا کہ جسمانی قوت جتنی مرد میں ہے' اتنی عورت میں نہیں اور گھر کے باہر کے کام قوت اور محنت کا تقاضا کرتے ہیں۔ وہ کام قوت اور محنت کے بغیر انجام نہیں دیئے جا سکتے۔ لہٰذا اس فطری تخلیق کا بھی تقاضا یہی تھا کہ گھر کے باہر کا کام مرد انجام دے' اور گھر کے اندر کے کام عورت کے سپرد ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو براہِ راست خطاب فرماتے ہوئے ان کے واسطے سے ساری مسلمان خواتین سے خطاب فرمایا:

یعنی: "تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔"

(الاحزاب)

اس میں صرف اتنی بات نہیں کہ عورت کو ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے' بلکہ اس آیت میں ایک بنیادی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے' وہ یہ کہ ہم نے عورت کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ گھر میں قرار سے رہ کر گھر کے انتظام کو سنبھالے۔

حضرت علی ؓ اور حضرت فاطمہ ؓ نے بھی اپنے درمیان یہ تقسیم کار فرما رکھی تھی کہ حضرت علی ؓ گھر کے باہر کے کام انجام دیتے اور حضرت فاطمہ ؓ گھر کے اندر کا انتظام سنبھالتیں۔ چنانچہ گھر میں جھاڑو دیتیں' چکی چلا کر آٹا پیستیں' پانی بھرتیں اور کھانا پکاتیں۔

لیکن جب مغرب میں تمام اخلاقی اقدار سے آزادی کی ہوا چلی تو مرد نے عورت کے گھر میں رہنے کو اپنے لیے دوہری مصیبت سمجھا۔ ایک طرف تو اس کی ہوسناک طبیعت عورت کی کوئی ذمہ داری قبول کیے بغیر قدم قدم پر اس سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی' اور دوسری طرف وہ اپنی قانونی بیوی کی معاشی کفالت کو بھی ایک بوجھ تصور کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے دونوں مشکلات کا جو عیارانہ حل نکالا' اس کا خوبصورت اور معصوم نام "تحریک آزادئ نسواں" ہے۔ عورت کو یہ پڑھایا گیا کہ تم اب تک گھر کی چار دیواری میں قید رہی ہو' اب آزادی کا دور ہے اور تمہیں اس قید سے باہر آ کر مردوں کے شانہ بشانہ زندگی کے ہر کام میں حصہ لینا چاہیے۔ اب تک تمہیں حکومت وسیاست کے ایوانوں سے بھی محروم رکھا گیا ہے' اب تم باہر آ کر زندگی کی جدوجہد میں برابر کا حصہ لو تو دنیا بھر کے اعزازات اور اونچے اونچے منصب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

ان دل فریب نعروں کی آڑ میں عورت کو گھسیٹ کر سڑکوں پر لایا گیا' اسے دفتروں میں کلرکی عطا کی گئی' اسے اجنبی مردوں کی پرائیوٹ سیکرٹری کا منصب بخشا گیا' اسے اسٹینو ٹائپسٹ بننے کا اعزاز دیا گیا۔ اسے تجارت چمکانے کے لیے سیلز گرل اور ماڈل گرل بننے کا شرف بخشا گیا' اور اس کے ایک ایک عضو کو برسرِ بازار رُسوا کر کے گاہکوں کو دعوت دی گئی کہ آؤ اور ہم سے مال خریدو' یہاں تک کہ وہ عورت جس کے سر پر دین فطرت نے عزت وآبرو کا تاج رکھا تھا اور جس کے گلے میں عفت وعصمت کے ہار ڈالے تھے' تجارتی اداروں کے لیے ایک شوپیس اور مرد کی تھکن دور کرنے کے لیے ایک تفریح کا سامان بن کر رہ گئی!!

نام یہ لیا گیا کہ عورت کو "آزادی" دے کر سیاست وحکومت کے ایوان اس کے لیے کھولے جا رہے ہیں' لیکن ذرا جائزہ لے کر تو دیکھیے کہ اس عرصے میں خود مغربی ممالک کی کتنی عورتیں صدر یا وزیر اعظم بن گئیں؟ کتنی خواتین کو جج بنایا گیا؟ کتنی عورتوں کو دوسرے بلند مناصب کا اعزاز نصیب ہوا؟ اعداد و شمار جمع کیے جائیں تو ایسی عورتوں کا تناسب بمشکل چند فی لاکھ ہو گا۔ ان گنی چنی خواتین کو کچھ مناصب دینے کے نام پر باقی لاکھوں عورتوں کو جس بیدردی کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھسیٹ کر لایا گیا ہے' وہ آزادئ نسواں کے فراڈ کا المناک ترین پہلو ہے۔ آج یورپ اور امریکہ میں جا کر دیکھیے تو دنیا بھر کے تمام نچلے درجے کے کام عورت کے سپرد ہیں۔ ریستورانوں میں کوئی مرد ویٹر شاذ و نادر ہی کہیں نظر آئے گا' ورنہ یہ خدمات تمام تر عورتیں انجام دے رہی ہیں۔ ہوٹلوں میں مسافروں کے کمرے صاف کرنے' ان کے بستر کی چادریں بدلنے اور روم اٹنڈنٹ کی خدمات عورتوں کے سپرد ہیں۔ دوکانوں پر مال بیچنے کے لیے مرد خال خال نظر آئیں گے' یہ کام بھی عورتوں ہی سے لیا جا رہا ہے۔ دفاتر کے استقبالیوں پر عام طور پر عورتیں ہی تعینات ہیں۔ اور بیرے سے لے کر کلرک تک کے تمام "مناصب" زیادہ تر اسی صنفِ نازک کے حصے میں آئے ہیں جسے گھر کی قید سے "آزادی" عطا کی گئی ہے۔

پروپیگنڈے کی قوتوں نے یہ عجیب وغریب فلسفہ ذہنوں پر مسلط کر دیا ہے کہ عورت اگر اپنے گھر میں اپنے شوہر' اپنے ماں باپ' بہن بھائیوں اور اولاد کے لیے خانہ داری کا انتظام کرے تو یہ قید اور ذلت ہے' لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کے لیے کھانا پکائے' ان کے کمروں کی صفائی کرے' ہوٹلوں اور جہازوں میں ان کی میزبانی کرے' دوکانوں پر اپنی مسکراہٹوں سے گاہکوں کو متوجہ کرے اور دفاتر میں اپنے افسروں کی ناز برداری کرے تو یہ "آزادی" اور "اعزاز" ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

پھر ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ عورت کسبِ معاش کے آٹھ آٹھ گھنٹے کی یہ سخت اور ذلت آمیز ڈیوٹیاں ادا کرنے کے باوجود اپنے گھر کے کام دھندوں سے اب بھی فارغ نہیں ہوئی۔ گھر کی تمام خدمات آج بھی پہلے کی طرح اسی کے ذمے ہیں۔ اور یورپ اور امریکہ میں اکثریت ان عورتوں کی ہے جن کو آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی دینے کے بعد اپنے گھر پہنچ کر کھانا پکانے' برتن دھونے اور گھر کی صفائی کا کام کرنا پڑتا ہے۔

عورتوں کو گھر سے باہر نکالنے کے لیے آج کل ایک چلتا ہوا استدلال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم اپنی نصف آبادی کو عضو معطل بنا کر قومی تعمیر وترقی کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتے۔ حالانکہ یہ بات ایک ایسے ملک میں کہی جا رہی ہے جہاں اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل مرد سڑکوں پر جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں' جہاں کوئی چپڑاسی یا ڈرائیور کی آسامی نکلتی ہے تو اس کے لیے دسیوں گریجویٹ اپنی درخواستیں پیش کر دیتے ہیں اور اگر کوئی کلرک کی جگہ نکلتی ہے تو اس کے لیے دسیوں ماسٹر اور ڈاکٹر تک کی ڈگریاں رکھنے والے اپنی درخواستیں پیش کر دیتے ہیں۔ پہلے مردوں کی "نصف آبادی" ہی کو ملکی تعمیر وترقی کے کام میں پورے طور پر لگا لیجیے۔ اس کے بعد باقی نصف آبادی کے بارے میں

(باقی صفحہ 25 پر)

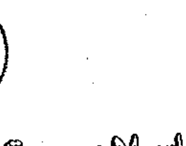

گلوبل کلچر کا نعرہ

اسلامی تہذیب کے خلاف ایک گھناؤنی سازش

عبدالنعیم

آج کل دنیا بھر میں اس اصطلاح کا بہت شہرہ ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے سیلاب کے بعد اب دنیا ایک گاؤں بن چکی ہے۔ اس لیے سب لوگ ایک ہی طرح کے ہو جائیں' اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب سب لوگوں کا کلچر ایک ہو جائے۔ موجودہ دور میں آنے والا ہر نیا دن ہمیں اسی جانب دھکیل رہا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ گلوبل کلچر ہے کیا؟

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کلچر یا ثقافت کسے کہتے ہیں۔ اگرچہ کلچر کی کوئی ایسی تعریف تو سامنے نہیں آ سکی جس پر سب متفق ہوں لیکن ''کلچر سے مراد وہ انسانی رویے ہیں جو مجموعی طور پر ایک ایسا مستحکم سانچہ تیار کر دیں جس کے ذریعے خیالات اور تصورات ایک نسل سے دوسری نسل اور ایک گروہ سے دوسرے گروہ کو منتقل کیے جا سکیں۔'' واضح رہے کہ کلچر کی یہ منتقلی حیاتیاتی (Biological) ذرائع سے عمل میں نہیں آ سکتی۔ لاہور میں پیدا ہونے والا بچہ اگر نیویارک میں پرورش پائے گا تو وہ لاہور کے کلچر سے کوسوں دور رہے گا۔ کلچر کی منتقلی میں زبان ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انسانی کلچر اُن رویوں سے پیچیدہ اور مختلف ہے جو دیگر جاندار اختیار کرتے ہیں۔ گلوبل کلچر جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے' ایسے انسانی رویوں کا نام ہے جو تمام دنیا کے افراد میں مشترک طور پر پائے جائیں۔ یہاں تک تو بات ٹھیک ہے کہ ہم مشترک رویوں کو گلوبل کلچر کا نام دے دیں' لیکن بات اس سے کہیں آگے بڑھ چکی ہے۔ زور اس بات پر ہے کہ تمام دنیا ایک جیسا رویہ اختیار کر لے۔ کلچر کے اظہار کے جو ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں ان میں زبان' لباس' رسوم' طرزِ رہائش وتعمیر' فنونِ لطیفہ اور عقائد شامل ہیں۔ زور اس بات پر ہے کہ تمام عالم ان معاملات میں مغربی اور امریکی فکر وفلسفہ کو اختیار کرے۔

ذرا غور کیجئے کہ گلوبل کلچر اور گلوبل ویلیج جیسے نظریات کہاں سے آ رہے ہیں۔ ہمیں اس بات کا واضح جواب ''امریکہ'' کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ہم تک یہ اصطلاحات مغربی میڈیا کے ذریعے پہنچیں۔ وہی میڈیا جس پر مجموعی عمل داری امریکہ کے ادارے کیبل نیوز نیٹ ورک یا CNN کی ہے۔ اس وقت CNN کے پاس دنیا بھر کی اطلاعات وترسیلِ اطلاعات کا ایک ایسا جال موجود ہے کہ جس کے سامنے بی بی سی ایک بغل بچہ نظر آتا ہے۔ امریکی نظریات' روایات' رسوم اور خیالات کو دنیا بھر میں پہنچانے اور اقوامِ عالم کو متاثر کرنے کا بیڑہ سی این این نے ہی اٹھا رکھا ہے۔ تاہم ان مخصوص خیالات کی ترسیل وترویج کے لیے بی بی سی اور دیگر یورپی ادارے بھی سی این این کے ہمنوا ہیں کیونکہ وہ بھی EURO-AMERICAN کلچر کے پرستار ہیں۔ جو آج گلوبل کلچر کے نام سے دنیا بھر میں پیش کیا جا رہا ہے یعنی یہی یورو امریکن کلچر ہی دراصل گلوبل کلچر ہے۔

> یاد رکھیے! نئے سال کی رات اور ویلنٹائن ڈے جیسی قبیح اور منحوس رسومات سے شدید اندیشہ ہے کہ ہمارے معاشرتی نظام کے بچے کھچے تار پود بھی بکھر جائیں گے

کلچر کی ترویج میں اصل زور

اس کلچر کی ترویج واشاعت میں پورا زور اس بات پر ہے کہ ساری دنیا وہ زبان اختیار کر لے جو یورپ اور امریکہ میں رائج ہے' وہ لباس استعمال کیا جائے جو ان ممالک میں استعمال کیا جاتا ہے اور حد تو یہ ہے کہ رسوم و رواج اور عقائد بھی انہی ممالک کی مرضی کے مطابق قبول کئے جائیں۔ اس طرزِ عمل کی بنیادی وجہ ان ممالک اور خصوصاً امریکہ کی مالیاتی' اقتصادی' سائنسی' تعلیمی اور دفاعی میدانوں میں حد سے زیادہ کامیابیاں ہیں۔ ان کامیابیوں کے نتیجہ میں امریکہ کے اعلیٰ دماغوں میں دنیا پر ابدی حکمرانی کا سودا سما گیا ہے اور اس کے حصول کے لیے دنیا کی چھوٹی اقوام کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے کے لیے سیاسی طور پر غلام بنانے کے ساتھ ساتھ ثقافتی طور پر غلام بنانے کی پالیسی پر بھی عمل پیرا ہیں۔

ہم پر اس سوچ کا اثر

اب ذرا اپنے رویوں پر غور کیجئے کہ ہم اس فلسفے سے کس قدر متاثر ہو رہے ہیں۔ سب سے پہلے زبان ہی کو لیجئے۔ ہمارے ہاں انگریزی زبان اس قدر زیادہ سر چڑھی ہو چکی ہے کہ اگر کسی میں صرف یہ صلاحیت ''واحد قابلیت'' کے طور پر موجود ہو اور وہ اس کے موقع بہ موقع استعمال کا ہنر بھی رکھتا ہو تو اس ملک کے کسی بھی اعلیٰ ترین عہدے کے لیے اہل قرار پاتا ہے۔ آج کل ٹی وی کے مختلف پروگراموں میں ہر امیر اور کامیاب آدمی اور ہر خوب صورت اور شوخ اداکارہ کو انگریزی بولتے دکھایا جا رہا ہے۔ ٹی وی کے نام نہاد دانشوروں کی اس لاشعوری کوشش کے نتیجے میں عام آدمی لاشعوری طور پر انگریزی بولتے دکھایا جا رہا ہے۔ لاشعوری طور پر انگریزی سے روز بروز مرعوب تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور تو اور لکھنے میں بھی رومن انگلش کا رواج بڑھ رہا ہے۔

لباس کے معاملے میں بھی ہمارے حالات کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ قومی لباس کے دو اجزاء جناح ٹوپی اور شیروانی معدوم ہو چکے ہیں۔ شلوار قمیض کا استعمال پھر سے معیوب سمجھا جانے لگا ہے۔ 1980ء کی دہائی میں اسے جنرل ضیاء کے دور میں قبولیت اور مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ اب موجودہ حکومت کے دور میں صورتِ حال یہ ہے کہ سوٹ پہننے اور ٹائی لگانے والا شخص سمگلر' رشوت خور اور بدعنوان ہونے اور پہچانے جانے کے باوجود معزز قرار پاتا ہے۔

حکومتی سرپرستی میں پردے کا تیزی سے معدوم ہوتا ہوا تصور مغربی لباس کی نقالی کی جانب پہلا قدم ہے۔ مخلوط محافل کے طوفان' مخلوط کلچر پروگرام' اداکاروں اور اہم شخصیات کی بیویوں کے بغیر بازو کے کپڑے' جنہیں سلیولیس کلچر کہا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ اس روش کے فروغ میں سب سے آگے ہیں۔ ٹی وی ڈراموں اور فلموں میں مختلف کرداروں خصوصاً خواتین کو ایسے ایسے لباس میں ملبوس دکھایا جاتا ہے کہ جس کا بنیادی مقصد ہی خواتین کو کم سے کم لباس میں دکھا کر عام خواتین کی توجہ مبذول کرانا اور ان کی پسند پہ اثر انداز ہونا ہے۔

طرزِ تعمیر میں ہم مغرب کی نقالی میں اس قدر آگے جا رہے ہیں کہ عمارت کی تعمیر کے وقت درآمد شدہ عمارتی نقشوں پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ نقشے ہمارے موسمی حالات سے مماثلت رکھتے بھی ہیں کہ

نہیں۔ عمارات ہم تعمیر کر ڈالتے ہیں اور بعد میں ایک طویل عرصے تک ان میں ترامیم کرتے نظر آتے ہیں۔ محض ترچھی چھت بنانے کا رجحان کسی طور پر بھی مناسب نہیں' جہاں ہم محض ایک ترچھے چھجے کی خاطر اپنی چھت کا تیس فیصد تک اضافہ کر لیتے ہیں۔ اس طرح کی عمارات بنا کر ہم شاید اپنے آپ کو اس خودفریبی میں مبتلا کرنا چاہ رہے ہیں کہ اب ہم بھی مغربی اقوام کی طرح ترقی یافتہ ہو چکے ہیں۔

رسوم ورواج میں تبدیلی

رسوم ورواج کسی بھی گروہ کے نمائندہ مجموعی رویے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں رسوم ورواج کے مغربی تصورات بڑی تیزی سے فروغ پا رہے ہیں۔ سالگرہ کا تصور ایک بڑے طبقے میں عید اور حج کی طرح مقدس اور لازمی بن چکا ہے۔ آپ پیدائش اور موت پر کوئی تقریب کریں یا نہ کریں' عید اور بقر عید منائیں یا نہ منائیں' نماز اور روزے سے بے شک کوسوں دور رہیں لیکن سالگرہ پر Happy Birthday نہ کہنا آپ کو راندہ درگاہ بنا دیتا ہے۔ حال ہی میں دو رسوم ہمارے ہاں داخل ہوئی ہیں۔ ''ایک نئے سال کی رات منانا اور دوسری ویلنٹائن ڈے''۔ یہ دونوں ایسی قبیح اور منحوس رسوم ہیں جو ہمارے معاشرتی نظام کے بچے کھچے تار و پود بکھیرنے میں زیادہ عرصہ نہیں لگائیں گی۔

معاشرے میں فنونِ لطیفہ کا فروغ' تعلیم' صحت اور دفاعی ترقی کے مقابلے میں ثانوی حیثیت رکھتا ہے لیکن فنونِ لطیفہ میں ترقی کو ہی قومی ترقی کا زینہ تصور کر لیا گیا ہے۔ اور اس میں بھی پورا زور موسیقی ورقص پر ہے۔ نام نہاد دانشوروں کے نزدیک یہ فنون معاشرے کی گھٹن دور کرنے کا ذریعہ ہیں لیکن ان نام نہاد فنون میں غرق ہو کر معاشرہ کس قدر حبس زدہ ہو جاتا ہے' اس جانب توجہ مفقود ہے۔ یاد رہے کہ طاؤس ورباب میں مبتلا ہو کر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ دور کیوں جایئے' مغلیہ سلطنت کی مثال آپ کے سامنے ہے' جنہوں نے طاؤس ورباب سے رشتہ جوڑ کر اپنے آپ کو تاریخ کے سیاہ صفحات میں مثالِ عبرت بنا کر محفوظ کر ڈالا۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے یہی تاریخ دہرانے کے لیے ایم ٹی وی اور وی ٹی وی جیسی ترغیبات مہیا کی ہیں۔ ٹی وی چینلوں پر پیش کیا جانے والا کلچر آپ کے کلچر سے کوسوں دور ہے لیکن ماڈرن بننے اور کہلوانے کے شوقین اس دلدل میں دھنستے چلے جا رہے ہیں۔

کلچر کے اجزائے ترکیبی میں سب سے اہم' مستحکم اور مقدس جزو عقائد ہیں۔ مغربی کلچر سے متاثرہ افراد میں عقائد کی تبدیلی خطرناک ترین علامت ہے۔ خدا کا تصور' فلسفۂ زندگی' عبادت اور حیات بعد الموت کے تصورات ہمارے عقائد کا حصہ ہیں۔ مغربی اقوام خدا' مذہب' عبادت اور حیات بعد الموت جیسے تصورات سے کنارہ کشی اختیار کر چکی ہیں۔ غیر مذاہب حتیٰ کہ ہندو اور مشرکانہ عقائد والے مذاہب کے لوگوں سے شادیاں ہو رہی ہیں' ان کی تشہیر کی جا رہی ہے۔ مذہب کو ایک بے جان اور لاتعلق جنس بنا کر زندگی سے الگ تھلگ کیا جا رہا ہے...... اب یہی فلسفہ ہمارے ہاں رائج کیا جا رہا ہے کہ یہ زندگی چند روزہ ہے اور اس کا دوبارہ حصول ممکن نہیں۔ مذہب نے انسان کو نفرت کے سوا کچھ نہیں دیا اور خدا کے عدم وجود کے باعث عبادات کا کوئی تصور نہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم میں سے ایک طبقہ مغرب کی مادی ترقی کو دیکھتے اور اس سے متاثر ہوتے ہوئے ان تصورات کا قائل ہوتا جا رہا ہے۔ ان کے نزدیک جو امریکہ اور یورپ نے کیا وہی حق ہے۔ وہی برحق ہے۔

اب ذرا غور کیجئے کہ مغرب کی نقالی کے نتیجے میں ہمارے ہاں کیا تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ مشرقی معاشرے میں سب سے مضبوط اکائی ایک خاندان ہوتا ہے اور اس کی بنیاد شوہر و بیوی کے اٹوٹ رشتے پر قائم ہے۔ مغرب نے خاندان کے تصور سے ہی فرار حاصل کر لیا ہے اور اب وہاں عورت اور مرد کا بطور شوہر و بیوی کے رشتے کا تصور معدوم ہوتا جا رہا ہے۔ بغیر شادی کے رہنا صرف باعث شرم نہیں رہا بلکہ فیشن میں ہے...... مرد سے مرد کی گناہ آلود شادی کو میڈیا دن رات عام کر رہا ہے۔ ہمارے ہاں اس جانب پہلا قدم طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح ہے۔ یقین جانئے جس معاشرے کی بنیاد ہی کمزور ہو جائے وہ بھلا کیسے ایک مستحکم عمارت کے طور پر کھڑا رہ پائے گا۔ امریکہ جو مغرب کا سردار ہے خود اس مسئلے کا سب سے بڑا شکار ہے۔ اس معاشرے کی مضبوطی اس کی مادی واقتصادی ترقی کی بدولت ہے جو ایک خول کی مانند اس کے شکستہ معاشرے کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ کسی روز اس خول میں پڑنے والی ایک دراڑ اس معاشرے کو دھڑام سے نیچے گرانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ وہ معاشرہ جس میں لاکھوں بچے بغیر باپ کا نام جانے زندگی گزار رہے ہیں کسی روز اسی معاشرے سے بدلہ لینے اٹھ کھڑے ہوں گے جس نے انہیں ذاتی شناخت کے حق سے بھی محروم کر رکھا ہے۔

کوئی قوم کسی دوسری قوم کی ثقافت اپنا کر نہ تو ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی زندہ رہ سکتی ہے۔ ثقافت کسی قوم کی شناخت ہوتی ہے۔ اپنی شناخت کو بھلانے والی قوم کو نہ تو تاریخ نے معاف کیا ہے اور نہ ہی مستقبل میں ہمیں ایسی کسی معافی کی کوئی امید نظر آتی ہے۔ اور اپنی ثقافت پر مکمل اور مسلسل عمل پیرا ہو کر ہی ہم قائم رہ سکتے ہیں۔ گلوبل کلچر جیسی اور کئی اصطلاحات ہمیں اپنے مقاصد سے دور رکھنے کے لیے متعارف کرائی جاتی رہیں گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنا مقصدِ حیات اپنے سامنے رکھیں' خدائی راہنمائی میں انسانی فضیلت کی قدروں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ترقی کے زینے پر قدم رکھیں۔ اس وقت اپنے کلچر کو بچانے اور امریکی کلچر کے حملے کا مقابلہ کرنے کی عملاً ضرورت ہے۔ عملی طور پر' سماجی طور اور سیاسی طور پر ہمیں ایک باوقار قوم کا رویہ اختیار کرنا چاہیے......

> **گلوبل کلچر دجالی امریکی تہذیب' ثقافت اور نظام کو پوری دنیا پر مسلط کرنے کا نام ہے۔ ذرا سوچئے گلوبل کلچر اور گلوبل ویلج کے نظریات کہاں سے آ رہے ہیں۔ یہ سب کچھ مغربی میڈیا کے ذریعے عام کیا جا رہا ہے' جس پر CNN کی عملداری ہے۔ سی این این کے پاس دنیا بھر کی اطلاعات اور ترسیل اطلاعات کا ایسا جال موجود ہے جس کے سامنے بی بی سی ایک بغل بچہ نظر آ رہا ہے**

اسلام کے نظام تعلیم وتربیت میں اجتماع جمعہ کی اہمیت

اور...... خطبۂ جمعہ کی اہمیت اور اصل غرض وغایت سے آگاہی کے لیے مطالعہ کیجئے:

خطبۂ جمعہ

عربی متن کا ترجمہ وتشریح

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے چند خطاباتِ جمعہ کی تلخیص

☆ عمدہ طباعت ☆ سفید کاغذ ☆ قیمت: 30 روپے

مساواتِ مردوزن

نسیم جہاں

ایک عرصہ سے یہ نعرے وقفے وقفے سے کبھی دبے انداز میں اور کبھی زور شور کے ساتھ سنائی دیتے ہیں کہ عورت بہت مظلوم طبقہ ہے' اس کا ہر معاملے میں استحصال کیا جارہا ہے۔ اسے مردوں کے برابر حقوق ملنے چاہئیں' ملازمتوں میں اس کا کوٹہ بڑھایا جائے۔ اسے آزادی چاہیے اسے جبر وستم سے نجات چاہیے۔ مستقبل میں اس ایجنڈا کو بین الاقوامی قانونی تحفظ کے ساتھ رائج کرنے کے اقدامات پر زور دیا جارہا ہے۔

اب ہمارے ملک میں بھی حکومتی اور غیر حکومتی اداروں میں خواتین کے لیے ملازمت کا کوٹہ 33 سے 37 فیصد تک ضرور ہے جسے بڑھا کر 50 فیصد اور 70 فیصد تک کرنے کا ارادہ ہے۔ یہ ایک سلسلہ ہے جس کی کڑیاں باہم جڑی ہوئی ہیں۔ پہلے اقوام متحدہ کا ادارہ' پھر انسانی حقوق کمیشن' خواتین کمیشن اور اس کے بعد خواتین عالمی کانفرنس' یہ سب کچھ 1945 سے 1975 تک آہستہ آہستہ بتدریج ہوتا چلا آرہا ہے۔ پانچ سال کے وقفے سے یہ کانفرنسیں دنیا کے مختلف شہروں میں منعقد ہوتی رہیں' علاوہ ایک کے جو 1990 میں ہونا تھی۔ گزشتہ سال یہ کانفرنس نیویارک میں 28 فروری سے 11 مارچ 2005ء تک بیجنگ +10 کانفرنس کے نام سے ہوئی۔

ہر اجلاس کے اختتام پر بات وہی رہتی کہ عورت کو آزادی چاہیے' برابری چاہیے اور اس مساوات کو پانے کے لیے مرد اور عورت کے درمیان ہر امتیاز کو ختم کر دیا جائے۔ ہر کانفرنس کے ایجنڈے کو 1979 میں قائم کیے گئے عالمی معاہدے سیڈا (CEDW) سے مربوط کیا جاتا ہے جسے انگریزی زبان میں Convention for Elimination Discrimination Against Women کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کی دفعات اس بات کو تقویت دیتی ہیں کہ عورت کو خود کفیل بنا کر خود مختار آزاد زندگی گزارنے سے لے کر زچگی سے بھی آزادی فراہم کی جائے۔ ان کانفرنس میں جو کچھ بھی طے پاتا ہے اسے بذریعہ قانون نافذ کرنا ان ممالک کی ذمہ داری ہے جو اس معاہدے میں شریک ہیں اور 150 شریک ممالک میں پاکستان بھی شامل ہے۔

اسی سلسلہ میں ہماری حکومت نے ایشین ڈویلپمنٹ بینک کی تکنیکی امداد سے ملک کے اداروں اور معاشرے میں نافذ کرنے کے لیے اصلاح کا منصوبہ Grap ایک آرڈیننس کے ذریعے منظور کرالیا ہے۔ Grap مخفف ہے ان الفاظ کا Gender Reform Action Plan۔ ایشین ڈویلپمنٹ بینک کی امداد اس ایکشن پلان کے ہمارے ملک میں تسلی بخش عملی نفاذ سے مربوط ہے جس کی مدت چار سال ہے اور اس پلان کے تحت ایک ادارہ (NCSW) نیشنل کمیشن آف اسٹیٹس آف ویمن قائم کیا گیا ہے جس کی چیدہ چیدہ سفارشات یہ ہیں کہ مظلوم غریب عورت کو امتیازی قوانین کا شکار ہونے سے بچایا جائے۔ مردوں کے برابر حقوق حاصل ہوں۔ اگر الیکشن کمیشن میں 4 جج ہوں تو 2 عورتیں ہوں۔ ہر گریڈ میں خواتین کا کوٹہ مختص ہو۔ اسقاط حمل کا حق ابتدائی 120 دنوں میں عورت کو حاصل ہو' وغیرہ وغیرہ۔ اس سے انحراف کی صورت میں تادیبی اقدامات بھی کیے جاسکتے ہیں۔

فکر انگیز بات یہ ہے کہ اگر عورتوں کو اس طرح کماؤ پوت بنا کر گھر سے باہر لے آیا جائے تو کیا اس سے موجودہ مسائل حل ہو جائیں گے یا ان میں اضافہ ہوگا۔ ہمارے ملک میں آج کل بھی خواتین جاب کر رہی ہیں' جس میں ورکنگ ویمن کمیشن کی سروے رپورٹ کے مطابق 80 فیصد خواتین معاشی مجبوری کے تحت کام کر رہی ہیں۔ 16 فیصد غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے خود کفالت کے لیے کام کرتی ہیں جبکہ صرف 4 فیصد ایسی خواتین میں جو اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے لیے جاب کرتی ہیں۔

ہمارے ملک میں خواتین کی خواندگی کا تناسب 11 سے 13 فیصد ہے اور اگر اس کو 18 فیصد کہا جائے تو اس میں وہ خواتین بھی شامل ہیں جو صرف اپنا نام لکھ پڑھ لیتی ہیں۔ گریجویٹ کا تناسب 20 ہزار میں ایک' ماسٹرز کا تناسب ایک لاکھ میں ایک ہے۔ اس سب کے باوجود بھی عورت کو ہر میدان میں 50 فیصد نمائندگی دی جائے تو مردوں کی بے روزگاری میں اضافہ ہوگا اور عورت کام کے دہرے دباؤ کا شکار ہوگی۔ ازدواجی رشتے مالی مفادات پر ہی استوار ہوں' غور کیجئے' اس صورتحال میں ظاہر ہے کہ نئی نسل جو ملک کا نظام سنبھالنے کے لیے تیار ہوگی فکری اور عملی حوالے سے غیر متوازن' ادھوری اور نامکمل شخصیت کی مالک ہوگی کیونکہ وہ ہر بگاڑ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہو جانے والی ہستی ماں کی تربیت اور محبت کی کمی میں پرورش پائے گی۔

ہمیں آنے والے کل کو تباہی سے بچانے کے لیے اس ایجنڈے کے نفاذ کو روکنا ہوگا۔ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو پہچان کر عوامی شعور بیدار کرنا ہوگا۔ ہم ایک مسلم معاشرے کے فرد ہیں۔ اس پلان کی سفارشات اسلامی قوانین پر کاری ضرب لگا رہی ہیں۔ اسلام کہتا ہے مرد قوام ہیں۔ اسلام نے مرد پر ہی کفالت کی ذمہ داری رکھی ہے۔ اولاد کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔ عورتیں بھی کاروبار اور جاب کرسکتی ہیں لیکن مردوں کی بے روزگاری کی قیمت پر نہیں۔ مسلمانوں کے پاس تو زندگی گزارنے کا بہترین لائحہ عمل قرآن کی ہدایات اور رسول ﷺ کی سیرت وسنت کی شکل میں موجود ہے۔ ان کے لیے اسلام دشمنوں کی سفارشات پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ مسلمان آج ہر طرف سرنگوں کیوں ہیں اس لیے کہ انہوں نے اپنی ہدایت کی کتاب سے منہ موڑ لیا ہے۔ یہی آگہی لوگوں تک پہنچانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

بقیہ: عورت کی آدھی گواہی

کام کر رہا ہے تو اس کی پوری توجہ اسی کام پر مرکوز ہوتی ہے' مثلاً وہ کتاب پڑھ رہا ہے' تو وہ اس کے مطالعے میں محو ہوگا۔ بسا اوقات اسے دوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی کے بجنے کی بھی خبر نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس عورت کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ایک کام کرے گی تو اپنی توجہ کا ارتکاز پوری طرح اس پر نہ کر پائے گی۔ بلکہ دوسرے کاموں کو طرف بھی اس کا دھیان ہوگا۔ وہ کسی دل پسند مشغلے میں مصروف ہونے کے باوجود دوسرے کمرے میں بچے کے رونے کی مدھم آواز کو یا فون کی گھنٹی کو فوراً سن لے گی۔

عورت اور مرد کے دماغ کی بناوٹ کے اس فرق کی بنا پر ہمیشہ یہ امکان رہے گا کہ جس دستاویز یا واقعے کی گواہی دینا ہو اس کو مرد کے دماغ نے پوری طرح رجسٹر کیا ہو جبکہ عورت کے دماغ نے کسی بات کو تمام اجزاء کے ساتھ رجسٹر نہ کیا ہو' اس کی توجہ بٹ گئی ہو۔ ایسی حالت میں دو عورتوں کو گواہ بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اگر واقعہ کا ایک پہلو ایک عورت سے چھوٹ جائے تو دوسری اس کی تلافی کر دے۔ قرآن حکیم کی مذکورہ آیت میں ''تضل'' کا صیغہ استعمال ہوا ہے' جس کے معنی ادھر ادھر بھٹکنے کے ہیں۔ یہ لفظ اس معاملے میں عین سائنسی ہے۔ اس حقیقت کی بنا پر آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر ذہنی بناوٹ کی بنا پر ایک عورت کی توجہ اصل واقع سے کچھ ہٹ جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا کر پہلی عورت کی کمی پوری کر دے۔

آزاد خیالی

عامرہ احسان

ہم نے آٹھ سال اکٹھے تعلیمی منازل طے کیے۔ کالج، یونیورسٹی، ہوسٹل...... لا ابالی اور بے فکرے پن کے ساتھ۔ نہایت کھلنڈری طبیعتوں کے ساتھ۔ تعلیم کے بعد راہیں جدا ہو گئیں...... آٹھ سال بعد اچانک آمنا سامنا ہوا۔ لیکن یوں کہ بچوں کے سکول کی راہداری میں وہ کھڑی تھی۔ میں پس پردہ اور وہ شعلہ جوالہ۔ میں اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ وہ حیران و ساکت۔ ''ارے تم......؟ تمہیں کیا ہوا......؟ سنجیدگی کی ایک لہر تم پر طاری تو ہوئی تھی جب ہم بچھڑے...... لیکن وہ تمہیں یہاں تک لے آئی......'' اس نے حیرت سے میرے سرتاپا باحجاب سراپے کو دیکھ کر کہا۔ ویسے طوبیٰ...... اگر یہ سوال میں تم سے کرتی کہ...... تمہیں کیا ہوا؟ تو کیا زیادہ مناسب نہ تھا؟ طوبیٰ جھینپ گئی۔ ہاں...... دراصل ہمارے حلیے باہم بدل گئے ہیں۔ میرے والد کا زور زبردستی کا اوڑھایا برقع...... تم جانو میرے حلق سے کب اترا تھا۔ یونیورسٹی پہنچتے ہی میں اسے بلائے بے درماں سمجھ کر حقارت سے پلٹ کر الماری میں ٹھونس دیا کرتی۔ اور وہ نیم دلانہ چادر...... بھلا بتاؤ...... یونیورسٹی کے اپ ٹو ڈیٹ ماحول میں یہ دقیانوسیت میرا خون ہی تو جلایا کرتی تھی۔ شکر ادا کیا کہ شادی ہوئی اور اس جنجال سے جان چھوٹی...... کٹے ہوئے بال، تہ در تہ میک اپ، شوخ و شنگ دعوتِ نظارہ دیتا لباس، خوشبو کی لپیٹیں...... وہ بے تکان بولے چلے جا رہی تھی۔ اور میں اس کے حلیے پر دھواں دھواں ہو رہی تھی...... ہم ہوئے کافر تو وہ مسلماں ہو گیا کی کیفیت لیے ہم آمنے سامنے کھڑے تھے۔

لیکن تمہیں ہوا کیا......؟ شادی پر تو دلہا بھائی بھی اچھے بھلے سوٹڈ بوٹڈ تھے۔ یہ ان کا مسلط کردہ بھی نہیں ہو سکتا۔ میں جل اٹھی...... طوبیٰ، طوبیٰ...... ذرا بریک لگاؤ۔ اٹھارہ جماعتیں پڑھ کر بھی تمہارے تصورات نہایت دقیانوسی ہیں۔ یعنی پردہ باپ مسلط کرے گا یا شوہر۔ عورت کی گویا اپنی تو کوئی ہستی، کوئی شخصیت، کوئی انفرادیت اور سوچ ہو ہی نہیں سکتی۔ بی بی، میں آزاد خیال ہو چکی ہوں۔ معاشرتی دباؤ سے آزاد...... خود کو مرد کا ضمیمہ یا مرد کے لیے کھلونا بنانے سے آزاد...... یہ لباس، یہ حلیہ سراسر میری اپنی پسند کا ہے اور بلکہ اپنی پسند بھی کیا...... اللہ کی پسند کا ہے۔ جس کے بعد مجھے اور کسی پسند و ناپسند کی پروا بھی نہیں! مجھے گھسیٹتی ہوئی سٹاف روم کی طرف لے چلی۔ چلو آؤ اطمینان سے کسی کونے میں بیٹھ کر باتیں کریں۔ میں نے حال ہی میں اس سکول میں پڑھانا شروع کیا ہے۔ تم تو بڑی فلسفی لگتی ہو مجھے...... اچھا ویسے مجھے رعب دینے کی کوشش نہ کرنا...... تمہارا یہ مدبرانہ اور حلیہ گفتگو...... اس چکنے گھڑے سے پھسل پھسل جائے گی۔ یوں بھی ہوسٹل کی زندگی اور اس کے شوخ و چنچل روز و شب میں کیونکر بھول سکتی ہوں۔ اب یہ لبادہ اوڑھ بیٹھی ہو...... میں تو رعب کھانے سے رہی...... اس نے کھلکھلاتے ہوئے مجھے یاد دلایا۔

سٹاف روم میں لے جا کر اس نے مجھے کونے کی میز پر بٹھا دیا۔ چپڑاسی کو آواز دے کر چائے کے لیے کہا...... ارے تم ابھی تک منہ ڈھانپے بیٹھی ہو...... یہاں تو کوئی مرد نہیں ہے...... اور یہ حضرت......؟ میں نے آتے ہوئے چپڑاسی کے بارے میں آہستگی سے پوچھا...... وہ حیرت زدہ رہ گئی...... ارے یہ تو چپڑاسی (Peon) ہے بے چارہ۔ اچھا تو گویا یہ مرد نہیں ہے۔ اس سے بھی تصدیق کروا لینی تھی۔ طوبیٰ سٹ پٹا گئی۔ اس کے جانے پر بولی۔ ارے بھئی تم تو

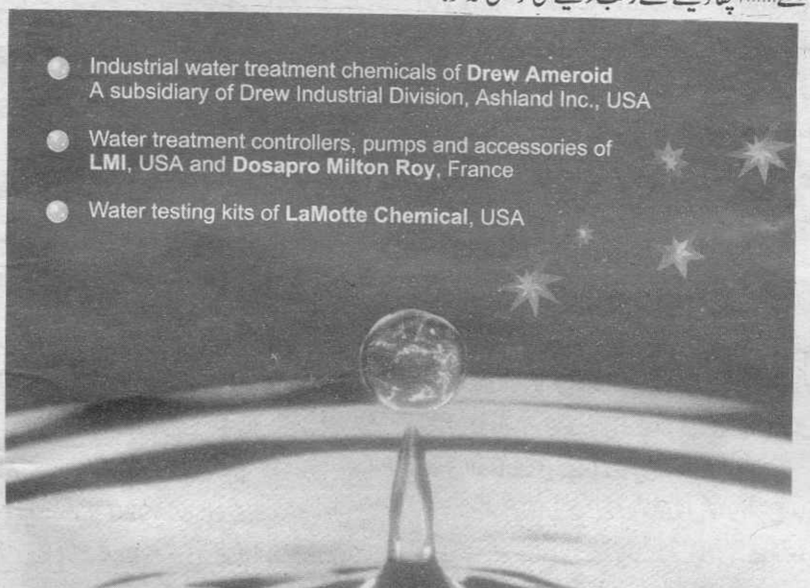

The Source for Water Treatment Solutions

Orient Water Services (Pvt) Ltd.

11-Amber Court, Shaheed-e-Millat Road, Karachi-75350
Tel: (021) 453-9535, 453-3527 Fax: (021) 454-9524
Email: ows@orient.cm.pk

Branches:

Lahore	Faisalabad	Rawalpindi	Multan
Tel: (042) 668-0324	Tel: (041) 610858	Tel: (051) 556-8279	Tel: (061) 781316

حقیقتاً تنگ نظر دقیانوسی ہوگئی ہو۔ ویسے ایک مرد سے ہوتا بھی کیا ہے۔ ہوں...... گویا ایک ایک کرکے سب دیکھ لیں' باری باری تو خیر ہے بس اکٹھے نہ دیکھیں۔ تمہاری پلیٹ پر ایک مکھی بھن بھن زیں زیں کرتی پھرتی منڈلاتی ہے تو تم چھوڑ دیتی ہونا...... بے چاری اکلوتی ہی تو ہے......بس طوبیٰ بات یہ ہے کہ تم نے دماغ چہار جانب استعمال کیا لیکن اپنی طرف ہی کبھی نگاہ بھر کر نہ دیکھا۔ یہ اپنے چمکتے ہوئے حسین بازو حریص بھوکی نگاہوں کے لیے صلائے عام بنا کر لہراتے پھرنا کون سی روشن خیالی ہے؟ یہ دقیانوسیت ہے صحیح معنوں میں۔ جتنی یہ دنیا پرانی ہے اتنا ہی یہ تصور بھی پرانا ہے...... بلکہ یوں کہو کہ یہ داستان اماں حوا کے زمانے کی ہے۔ جب ابلیس نے پہلا حملہ ہمارے اماں باوا پر کیا تو دونوں کے لباس ہی سب سے پہلے اتروائے تھے۔ اور انہوں نے لپک کر جنت کے پتوں سے اپنا آپ چھپانا چاہا تھا۔ یہ حقیقی دقیانوسیت ہے۔ جہالت ہے' تنگ نظری ہے۔ اس کے برعکس قرآن نے موجودہ سائنسی دور کا افتتاح نبی کریم ﷺ سے کروایا۔ پچھلی جہالتوں' لاعلمیوں' تنگ نظریوں کو دور کیا۔ قبل از اسلام عورت خیمے پر جھنڈا لگا کر جسم فروشی کے ذریعے مال کماتی تھی۔ میراث میں بٹتی تھی۔ ہمیں قرآن نے...... نبی ﷺ نے آگہی دی۔ اپنی پہچان عطا کی۔ ہمیں مرد کی غلامی سے آزاد کر کے اللہ کی غلامی میں دیا۔ ایک اللہ کی غلامی دنیا بھر کی غلامیوں سے آزادی کا پیام ہے۔ ارے یہ شعر تو تم ہی لہک لہک کر سنایا کرتی تھیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

تو جانو...... اب میں آزاد ہوں۔ غلامی کا رشتہ صرف اللہ سے ہے۔ باقی سارے رشتے محبت چاہت کے رشتے تو ہو سکتے ہیں...... اندھی فرمانبرداری کے نہیں ہو سکتے...... تمہارا پردہ باپ کی غلامی کا تھا۔ تم نے سمجھا میں نے شوہر کی غلامی میں پردہ کیا...... نہیں طوبیٰ...... ہم دونوں نے الگ الگ اللہ کی غلامی اختیار کی ہے...... اور باہم نہایت پر سکون زندگی گزار رہے ہیں کہ ہمارا مرجع' ملجا' ماویٰ ایک ہے۔ خدارا اپنے حسن و جمال کے لیے غیور بنو...... یہ یوں مفت بانٹتے پھرنے کی چیز نہیں۔ اپنی قدر و قیمت پہچانو۔ اسے یوں ٹھیکرا بنا کر چوراہے پر نہ رکھ دو...... میں بڑے مان سے رواں دواں تھی...... اور وہ محبت کے پرانے رشتے میں بندھی سراپا گوش...... طوبیٰ...... تم نے سوچا نہیں ماڈل گرل اپنے پورے حسن کی قیمت وصول کرتی ہے۔ اس کا پورا جسم اپنا عوضانہ وصول کرتا ہے' بالوں کی قیمت جدا ہے' سینہ دکھانے کی قیمت الگ ہے۔ بازو لہرانے کے پیسے الگ...... پورے لباس کے کچھ اور...... ادھورے کے کچھ اور...... اور تم یونہی مفت......؟ خسر الدنیا والآخرة...... خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم...... اور مجھے بتاؤ کبھی عدنان بھائی نے بھی نہیں ٹوکا......؟ طوبیٰ میاں...... بس ہم نے تو کبھی اس نگاہ سے دیکھا ہی نہیں' سوچا ہی نہیں۔ ایسا تو نہیں کہ ہمیں اللہ سے محبت نہیں...... بے اختیار دوپٹہ سر پر جماتے ہوئے بولی: نماز تو پڑھتی ہی ہوں...... روزے بھی کبھی نہیں چھوڑے۔ عدنان بھی بے دین تو نہیں ہیں۔ شریف والدین کی شریف اولاد ہیں۔

یہ بھی خوب رہی...... اللہ کے سارے حکم توڑ کر بھی تم دونوں شریف ہو۔ یہ کہاں کی شرافت ہے۔ جس کا دیا کھاتے ہو اسی کی بات نہیں مانتے' میں نے احتجاج کیا۔ طوبیٰ کھوئی کھوئی سی بولی۔ تم کہہ رہی ہو تو میں سوچ رہی ہوں۔ اس طرف دھیان دینے کی فرصت ہی نہ ملی۔ میری ہمسائی نے حسن کی پیدائش پر کچھ کتابیں دی تھیں۔ تحفتاً...... سچ پوچھو تو پڑھے لکھے ہونے کے باوجود کتاب کا تحفہ دیکھ کر میرا تو جی ہی جل گیا تھا۔ اس وقت میں نے سوچا تھا۔ یہ اس نے اچھی جان چھڑائی۔ دو بیٹیوں کے بعد اللہ نے بیٹا دیا۔ اور اس نے کتابیں دے کر ٹرخا دیا۔ یادش بخیر۔ اس میں پردے کے حوالے سے بھی کتاب تھی۔ لیکن پڑھنے کی چاہت کسے تھی۔ سرسری سا دیکھ کر ناک بھوں چڑھا کر ایک طرف رکھ دی۔ اور اب تمہارے کہنے پر سوچ رہی ہوں۔ میرا رویہ کتنا غلط تھا۔ حالانکہ کتابیں مفت کی تو نہیں آتیں۔ درختوں پر تو نہیں لگتیں...... لیکن جب بھی کتاب کا تحفہ دیکھا۔ دورہ پڑ گیا۔ اور اب یاد آ رہا تھا۔ وہ میری بہنوں کے لیے بھی کتابوں کے سیٹ لائی تھی۔ میں نے اٹھا کر رکھ دیے۔ بھول ہی گئی۔ حالانکہ اگر کوئی مٹھائی کے ڈبے دے جاتا تو میری آنکھیں چمک اٹھتیں۔ لپک کر پہنچا دیتی کہ کہیں باسی نہ ہو جائے۔ شکر ہے کتابوں کی ڈیٹ ایکسپائر نہیں ہوتی۔ طوبیٰ پر پشیمانی کا دورہ پڑ چکا تھا۔ میں نے سوچا شاید اس کی ہمسائی میرے ہی قبیلے سے تعلق رکھتی ہو گی۔ فکر کا بیج ڈال کر میں اٹھ گئی...... اچھا طوبیٰ! تم سے ملنا بہت ہی اچھا لگا۔ پرانی دوستی میں کتنی مٹھاس ہوتی ہے۔ اس کی Date کبھی Expire نہیں ہوتی۔ جب ملو وہی تازگی' وہی خوشبو۔ اب ان شاء اللہ ملتے رہیں گے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

شعبہ سمع و بصر کی پیشکش
دورۂ ترجمہ قرآن
(قرآن حکیم کا ترجمہ اور تشریح)
مدرس: حافظ عاکف سعید
(امیر تنظیم اسلامی)
قرآن حکیم کی انتہائی سادہ اور دلنشیں انداز میں تشریح
صرف 19DVDs میں دستیاب ہے
مکتبہ خدام القرآن' لاہور
قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
www.tanzeem.org maktaba@tanzeem.org

مغرب کی "آزاد" خواتین

اقتدار احمد مرحوم

(بانی مدیر ندائے خلافت)

مغرب کی خواتین نے چہار دانگِ عالم میں ترقی اور مردوں سے برابری کے جو میدان مارے ہیں ان کی حقیقت کھل چکی ہے۔ ایک پہلو اس کا یہ بھی ہے کہ گھر سے باہر نکل کر عورت کو محسوس ہوا کہ وہ موجودہ شعبوں میں مردوں کی طرح کام نہیں کر سکتی، کیونکہ ظاہر ہے کہ تخلیقی اعتبار سے عورت میں وہ اوصاف پیدا ہی نہیں کیے گئے جن کی بدولت وہ مرد کی طرح کام کر سکتی۔ سو اب کمائی کا اور آزاد زندگی گزارنے کا جو ذریعہ اس کی سمجھ میں آیا وہ نسوانیت ہی تھی جس کو اسے بازار میں لانا پڑا۔

آزادیٔ نسواں کی تحریک برطانیہ میں سب سے پہلے اٹھارویں صدی میں اٹھی۔ اس سلسلے کی پہلی کتاب 1792 میں لکھی گئی جس کا نام "A Vindication of the Right of Women" تھا۔ اس کے بعد اس تحریک کو اتنے زور و شور سے اٹھایا گیا کہ بیسویں صدی کے آغاز تک یہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔ مرد اور عورت دونوں اس کو پھیلانے میں یکساں طور پر شریک تھے۔ مگر عملاً یہ تحریک سراسر ناکام ہوئی۔ دو سو سالہ جدوجہد کے بعد بھی عورتوں کو اب تک مرد سے برابری کا درجہ حاصل نہیں ہو سکا۔ اس تحریک کا عملی نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوا کہ عورت مرد کے ساتھ ہر جگہ چلتی پھرتی نظر آنے لگی۔ عورت نے اپنی اصل متاع نسوانیت کھو دی لیکن اس کے بدلے اس کو وہ چیز نہ مل سکی جس کے لیے اس نے اپنا گھر لٹایا۔ یعنی ہر "شعبۂ زندگی میں مرد کے برابر مقام"۔

مغرب کی عورت اپنی دیوانگی میں اس حد تک آگے جا چکی ہے کہ اب اس کی واپسی ناممکن نظر آتی ہے۔ اس کے پاس اگرچہ آرام و آسائش کے مادی ذرائع کی فراوانی ہے۔ اسے مکمل طور پر سماجی آزادی بھی حاصل ہے لیکن سکون و خوشی کے چند لمحات اب بھی اسے نصیب نہیں۔

"Jackolin" جیکولین امریکہ کے 35 ویں صدر کی بیوی، جس کو دنیا کی ہر نعمت میسر تھی، لیکن جو چیز اسے نہ مل سکی وہ خوشی اور سکون کے چند لمحات تھے۔ جیکولین کی سوانح نگار کے الفاظ میں "جیکولین نے خوشی حاصل کرنے کے سلسلے میں اپنی اس ناقابلِ تکمیل خواہش کو خرید کر حاصل کرنا چاہا، خواہ اس کی قیمت تین ہزار ڈالر فی گھنٹہ دینا پڑے لیکن اس کو وہ خوشی حاصل نہیں ہو سکی۔"

Indian Express (14 مئی 1984) کے ایک صفحے پر دورِ جدید کی مشہور ترین ایکٹریس الزبتھ ٹیلر کی تصویر ہے جس میں وہ نہایت پریشان حال دکھائی دے رہی ہے، جیسے اس کا سب کچھ لٹ گیا ہو۔ تصویر کے نیچے لکھا ہے: "کیسا عبرت انگیز ہے مغربی عورت کا یہ انجام کہ ٹیلر جیسی عورت جو اپنی جوانی میں ظاہری شان و شوکت کے لحاظ سے ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے اس آخری منزل پر پہنچ گئی تھی کہ اس کے قریب ایک منٹ گزار کر بھی لوگ فخر محسوس کرتے تھے اور اب وہی الزبتھ ٹیلر ہے جو حسرت و یاس کے اتھاہ سمندر میں تنہا ہے اور لوگ اس سے دور بھاگ رہے ہیں کہ کہیں ان کو بھی یہ مہلک مرض نہ لگ جائے۔"

مغرب میں آزادیٔ نسواں کی اس تحریک نے خاندانی نظام کو درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔ عورت شادی کو بندھن سمجھ کر بے رغبت ہو گئی ہے۔ وہ گھر بنا کر اس میں رہنے کے بجائے شمعِ محفل بننا پسند کرتی ہے۔ مگر جب اس شمع کی لو مدھم ہونے لگتی ہے تو پھر اس کے لیے محفل میں کوئی جگہ نہیں ہوتی اور آخر مغربی عورت کو یہ احساس ہو ہی جاتا ہے کہ اس کی ماضی کی تمام سرگرمیاں مصنوعی ہیں۔ اس نے زندگی میں بے شمار ساتھی بنائے لیکن زندگی کا ساتھی کسی کو نہ بنایا۔ ایسا ساتھی جو شریکِ زندگی بھی ہو اور شریکِ غم بھی اور وہ عمر جو پوتے پوتیوں سے دل بہلانے کی ہوتی ہے اس میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ کتوں، بلیوں اور خرگوشوں سے دل بہلائے، اور انجام کار نہایت بے بسی کے عالم میں سکون اور خوشی کے چند لمحات کو ترستی قبر میں جا سوئے۔

خواتین اور جرائد

رعنا خان

✿ آج کے دور کی ادبیات جن میں افسانہ نویسی، سوقیانہ شعر و شاعری، غزلیات، ہزلیات غرض کہ تمام فضولیات شامل ہیں، اور جنہیں آرٹ کا خوشنما نام دیدیا گیا ہے سب "لہو الحدیث" میں داخل ہیں۔ لفظ "لہو الحدیث" کا اطلاق از روئے قرآن بری، فضول اور بے ہودہ باتوں پر ہوتا ہے اور تفسیر مدارک میں ہے کہ افسانے اور گانے لہو الحدیث ہیں۔ جس طرح نضر بن حارث نے عوام کی توجہ حضورِ اکرم ﷺ کی دعوت کی طرف سے ہٹانے کے لئے مکہ سے عراق جا کر شاہانِ عجم کے قصے، رستم و اسفندیار کی داستانیں اور گانے والی لونڈیاں خرید کر مکہ لا کر قصہ گوئی اور رقص و سرود کی محفلیں برپا کرنی شروع کر دی تھیں بالکل وہی کردار امت کی ماؤں کو افسانوں، ناولوں اور ڈراموں میں غرق کر کے ان کی توجہ زندگی کے اہم مسائل اور اولاد کی دینی تربیت سے ہٹانے کے لئے آج کے خواتین رسائل و جرائد ادا کر رہے ہیں۔ ہر میگزین کا سرِ ورق نازیبا لباس میں ملبوس طرح دار انداز میں مسکراتی خاتون کی تصویر سے مزین ہوتا ہے اور اندر موجود مواد بھی انہی سرِ ورق پر براجمان خواتین کے اسٹینڈرڈ کا ہوتا ہے۔ ایڈورٹائزمنٹ بھی انتہائی گھٹیا کوالٹی کی ہوتی ہے۔ کیا واقعی پاکستانی مسلمان خواتین اپنے آپ کو سوسائٹی میں اس طرح پیش کر سکتی ہیں جو یہ جرائد ان کو بنا کر دکھا رہے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ یہ تمام ودمن میگزین، رسائل و جرائد how to be a model کی بجائے how-to-be a muslim woman کا درس دیں۔

ان رسائل و جرائد پر ایک سرسری سی نظر ڈالتے ہی سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ نہ صرف یہ مغربیت اور بے راہ روی کی کھلم کھلا دعوت دے رہے ہیں بلکہ دین و

شریعت کا مذاق بھی اڑا رہے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ تو سیکولرسٹ میڈیا اونر ہیں جو اسلام اور خاتونِ مسلم کے negative امیج کو ان رسائل و جرائد اور ڈائجسٹوں کے ذریعے مینوفیکچر کر رہے ہیں۔ دوسری وجہ ان میں لکھنے والے ایسے رائٹرز ہیں جو یا تو واقعتاً اسلام سے ناواقف ہیں یا پھر وہ اپنے قلم اور دماغ دونوں کو ان پبلیکیشنز کے کرتا دھرتاؤں کے تابع کر چکے ہیں کیونکہ جو کچھ خرافات ان میں لکھی جا رہی ہے اس کی امید کم از کم کسی ذی ہوش مسلمان خاتون سے نہیں کی جاسکتی۔ خصوصاً شادی بیاہ کی ہندوانہ رسموں کو انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ پاکستانی کلچر کا جزوِ لازم بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ خواتین کو مردوں کے خلاف یہ کہہ کہہ کر اکسایا جاتا ہے کہ مَردوں اور مُردوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا کہ دونوں ہی بے حس ہوتے ہیں۔ جوان بیٹے کی ماں کو اپنے لنگور جیسے بیٹے کے لئے حور جیسی بہو لانے کا ارمان بھی ان ہی جرائد کو پڑھ کر ہونے لگتا ہے کہ ان میں یہ کچھ سکھایا جاتا ہے کہ آنے والی بہو کمانے والی ہو' سوئی سے لیکر کار تک جہیز میں لائے' حسین ہو' سلیقہ مند ایسی ہو کہ گلگلے سے لیکر گلاب جامن تک ہر چیز بنا سکے' غرضیکہ پانچوں انگلیاں گھی میں ہوں اور سر کڑاہی میں۔

ان میں موجود افسانے' کہانیاں' ناولٹ اور آپ بیتیاں سب کی سب صرف دنیا ہی دنیا پر مشتمل ہوتی ہیں مثلاً اس کی کار دیکھو' کہیں محل نما گھر ہے تو کسی کا ہسبنڈ بہت ڈیشنگ ہے' کہیں بیرونِ ملک بسنے والوں کی خوش نصیبی کے چرچے ہیں تو کہیں کسی بزنس ٹائیکون کی اکلوتی لاڈلی بیٹی کسی مکینک پر مرمٹتی ہے۔ اگر حقیقت سے فرار کہیں ممکن ہوسکتا ہے تو وہ ان جرائد کے صفحات ہی ہوسکتے ہیں۔ ان جرائد کی مدیرات ان تمام باتوں کو خواتین کے پوائنٹ آف ویو سے تعبیر کرتی ہیں۔ اب نجانے وہ کون سی خواتین ہیں کیونکہ کسی مسلمہ کا پوائنٹ آف ویو اتنا سستا نہیں ہوسکتا۔ ہماری تاریخ کے اوراق پر جابجا خواتین رائٹرز نظر آتی ہیں۔ خواتین نے تقریباً ہر میدان میں طبع آزمائی کی ہے۔ اچھے معاشرتی ناول' اصلاحی افسانے' ڈیسنٹ شاعری' نصیحت آمیز خطوط' سوانح' سفرنامے' دینی موضوعات' اسلامی تاریخ' اکنامکس حتیٰ کہ سائنسی میدان میں بھی مسلم خواتین رائٹرز موجود ہیں لیکن ان سب کا مقصد خاتونِ مسلم کو وہ دینی فکر اور معلومات مہیا کرنا تھا جس کے تحت وہ اپنے بچوں کو بتا سکیں کہ اسلام صرف دین نہیں بلکہ اسلام ہی واحد دین ہے۔ لیکن افسوس جب مغربی دنیا تہذیب کے دائرے سے نکل گئی تو اس کا بھرپور اثر مسلمانوں پر بھی ہوا۔ اور یوں حقیقت نے خرافات میں کھو کر ادب کی موجودہ تھرڈ ڈگری شکل اختیار کرلی۔

اس وقت وطنِ عزیز میں شائع ہونے والے تقریباً تمام وومن میگزین فیشن کے پھیلاؤ اور ماڈلنگ کریز میں مرکزی کردار ادا کر رہے ہیں۔ چاہے انگریزی میں نکلنے والے She یا Visage ہوں یا اردو کے پاکیزہ اور خواتین ڈائجسٹ' اصل میں سب ہی ایک ہیں۔ جس قسم کی پاکیزگی یہ جرائد معاشرے میں پھیلا رہے ہیں اس میں خاندانی تنازعات' فیشن' عشق و محبت کے قصے' ڈیٹنگ ٹپس اور ''ہینڈسم'' اداکاروں کے انٹرویوز شامل ہیں۔ اور یہ سب کچھ پیش کیا جاتا ہے زندگی کی حقیقتوں کے عنوان سے۔ اور یہ تمام "taboos" ان میں بالکل کھل کر بیان کئے جارہے ہیں اور اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی شرم و حیاء کا مظاہرہ قطعاً نہیں کیا جارہا۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ تمام رسائل و جرائد جو کہ انتہائی پست ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں ہماری معاشرت میں mainstream magazines بنے بک اسٹورز کے شیلف اور نیوز اسٹینڈ سے ہوتے ہوئے کالجوں کی لائبریریوں' پبلک لائبریریوں' دکانوں' مکانوں اور طالبات کے پرسوں میں چھپتے چھپاتے ردی پیپر والے کے ٹھیلے پر براجمان ہوجاتے ہیں کہ معاشرے کا ہر طبقہ ان ''ادب پاروں'' سے برابر اور مسلسل ''فیض یاب'' ہوتا رہے۔

اب ظاہر ہے کہ گندگی کے اس پھیلاؤ کے ذمے دار صرف ان کے ایڈیٹر' رائٹر اور ڈسٹری بیوٹر ہی نہیں بلکہ ''ریڈرز'' بھی ہیں۔ یہ ریڈرز ہی کا طرزِ عمل ہے جو نہ صرف ان کی بقاء کا باعث ہے بلکہ ان کو نمبر ون بھی بنا رہا ہے۔ اگر ریڈرز چاہیں تو دینی کتب اور سائنسی رسائل خاتونِ مسلم کے مطالعے کے لئے ان تمام ویسٹرن فیشن اینڈ بیوٹی پبلیکیشنز کا بہترین نعم البدل بن سکتے ہیں' جو آج ہمارے معاشرے میں وائرس کی طرح پھیلتی جارہی ہیں۔ ریڈرز ہی کی دلچسپی کی وجہ سے ان جرائد کے ذمے داران پنجابی فلموں کے پروڈیوسرز کی طرح کندھے اچکا کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ کیا کریں جی! پبلک کی ڈیمانڈ ہی یہی ہے۔ لہٰذا اب وقت آگیا ہے کہ معزز پبلک اپنی ڈیمانڈز پر نظرِ ثانی کرے۔

ہم میں سے اکثر لوگ لوکل اخبارات اور مختلف جرائد میں ایڈیٹر کے نام خطوط پڑھا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے اہم بات جو ہمیں جان لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ کسی بھی ایشو کے سلسلے میں آواز اٹھانے میں تعداد بہت اہم ہوا کرتی ہے۔ اگر ہم سب ایک ایک زبردست خط مختلف اخبارات و جرائد کے ایڈیٹرز کو ان خواتین ماہناموں پر نظرِ ثانی کے لئے لکھ سکتے ہیں تو کیا ہی اچھی بات ہے۔ اگر قابلِ اشاعت تحریر ہوگی تب بھی بہت اچھی بات ہوگی لیکن اگر قابلِ اشاعت نہ بھی ہوا تو کاؤنٹ بہرحال ضرور ہوگا۔ لہٰذا یہ کام ''ایکسپرٹ'' بنے بغیر ہی شروع کیا جائے۔ ایسے لوگ جن کے گھروں میں یہ واہیات مواد آتا ہے اور وہ اس کو باوجود کوشش کے کنٹرول نہ کر پارہے ہوں وہ اپنے پرسنل تجربات اس سلسلے میں لکھ بھیجیں' پرسنل تجربات ایسے کاموں میں اتنی ہی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جتنی اکیڈمک ڈگری! اپنی تحریر میں یہ ضرور واضح کریں کہ آپ اس کے نقصانات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں اور اس کی روک تھام کے لئے مخلص ہیں۔ حقیقت بیانی سے کام لیں۔ اس بات پر اداس نہ ہوں کہ آپ کا محنت سے لکھا گیا خط شائع نہ ہوسکا کیونکہ آپ یہ کام غیر اخلاقی مواد کی اشاعت روکنے کے لئے کر رہے ہیں نہ کہ خودنمائی کے لئے۔ آپ اس خط کی کاپی اپنے ضلعی ناظم' تعلیم و ثقافت کے وزراء' اہم دینی و سماجی شخصیات اور دینی مدارس اور گرلز کالجز کو بھی روانہ کریں۔ اگر میں' آپ' ہم سب یہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری اس محنت پر اچھے صلے سے نوازے گا۔ ان شاء اللہ

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب' علوم و حِکمِ قرآنی کا پرچارک
ماہنامہ حکمت قرآن لاہور
بیادگار: ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم
مدیر مسئول: ڈاکٹر اسرار احمد
قیمت فی شمارہ: 10 روپے سالانہ زرِتعاون (اندرونِ ملک) 100 روپے

عائلی زندگی

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ

عائزہ ندیم

قرآن میں سب سے زیادہ احکامات ہماری عائلی زندگی کے متعلق آئے ہیں۔ سیاسی اور معاشی نظام انہی حدود و قیود میں رہ کر ترقی کر سکتا ہے۔ خاندان کا آغاز ایک عورت اور مرد کے ملاپ سے ہوتا ہے۔ ان کی اولاد سے نسل بڑھتی ہے اور رشتے جنم لیتے ہیں' اس لیے قرآن اور سنت میں ہمیں خاندانی نظام جیسے نکاح' طلاق' رضاعت' نان نفقہ' وراثت وغیرہ کے متعلق تفصیلی احکام ملتے ہیں۔

اسلام کے مطابق نکاح سے ایک اسلامی معاشرے کی بنیاد پڑتی ہے اور اگر یہ پہلی اینٹ درست جگہ پر رکھ دی جائے تو معاشرہ اسلامی ماحول کی عکاسی کر سکتا ہے۔ دوسری صورت میں اگر پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی ہو تو پوری دیوار ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔

اسلام دشمنوں نے پہلے اسلام کے سیاسی اور معاشی نظام کے قلعے میں شگاف ڈالے ہیں' اب وہ اسلام کے معاشرتی نظام کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اس وقت ہمارا میڈیا ان کے مذموم عزائم کی تکمیل میں ان کا آلۂ کار بنا ہوا ہے۔ شادی بیاہ کی تقریبات ہوں' عورت کی آزادی ہو' شادی سے پہلے لڑکی لڑکے کی دوستی ہو' ناچ گانا ہو یا سفلی جذبات کو ابھارنے والی فلمیں' یہ تمام چیزیں دراصل آزادی کے نام پر اسلام کے خاندانی نظام کو تباہ کرنے کی منصوبہ بندی ہے جس کے اثرات آہستہ آہستہ معاشرے میں نظر آنا شروع ہو گئے ہیں۔

نکاح کو مشکل بنا کر زنا کو عام کیا جا رہا ہے۔ شادی کو ایک رومانوی بندھن بنا دیا گیا ہے۔ وعدے وعید شادی سے پہلے ہی ہو جاتے ہیں اور شادی کا ''مقدس بندھن'' تو محض لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے باندھا جاتا ہے۔

اسلام میں نکاح یا شادی کوئی گڑیا گڈے کا کھیل نہیں ہے بلکہ نکاح وہ معاہدہ ہے جو عورت اور مرد دونوں کو تحفظ دیتا اور دونوں کو بے راہ روی سے بچاتا ہے۔ اس کے ساتھ خاوند اپنی بیوی اور بچوں کے حقوق کا بھی محافظ ہوتا ہے۔ پیٹ پالنے کے لیے عورت کو دھکے نہیں کھانے پڑتے۔

ہم مغرب کے نظام سے بری طرح متاثر ہیں' اس لیے ہم خاندانی نظام سے متعلق جیسے ہی کوئی دینی ہدایت سنتے ہیں تو فوراً مغربی نظام سے اس کا موازنہ کر کے اپنے نظام میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس صورت حال سے نپٹنے اور اپنے نظام کو سمجھنے کے لیے ہمیں یہ وعدہ کرنا پڑے گا کہ:

1) ہم یہ طے کر لیں کہ ہم اسلام کے پورے نظام کو سمجھنے کی کوشش کریں اور صرف ایک پہلو پر بات نہ کریں۔
2) فوراً تقابل کرنے نہ بیٹھ جائیں کہ فلاں معاشرے میں یہ بات بہت اچھی ہے بلکہ بحیثیت نظام دیکھیں کہ کیا اس وہاں کا خاندانی نظام درست چل رہا ہے یا نہیں۔

ہم حیران ہوں گے کہ مغربی معاشرہ اپنے خاندانی نظام کو تباہ کر چکا ہے اور اس کے بھیانک نتائج ان کے سامنے آ چکے ہیں۔

. اسلام میں میاں بیوی کا رشتہ well defined ہے اور اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے کہ یہ رشتہ کیسا ہونا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ کی سنت بھی ہمارے سامنے ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے۔ افسوس کہ ہمارے مرد حضرات نے قرآن کے ایک لفظ کو لے کر جس میں ان کو قوام کہا گیا اور اُن کو بیوی پر ایک درجہ برتری دی گئی' اپنی خواہشات کو اس حد تک بڑھا لیا کہ قرآن و سنت پیچھے رہ گئے اور اسلام کے معاشرتی نظام کا اتنا بُرا چہرہ دنیا نے دیکھا کہ اُسے اسلام پر انگلی اٹھانے کا موقع مل گیا۔

اسلام نے اس رشتے کو بہت خوبصورت اور حسین رشتے سے تعبیر کیا ہے اور اگر یہ رشتہ درست بنیادوں پر استوار ہو تو اس سے مضبوط اور پائیدار رشتے کا تصور نہیں۔ اس کے برعکس اگر اس رشتے کی بنیادیں ہی درست نظریے پر نہ رکھی جائیں تو اس سے برا' بدمزہ اور اذیت ناک کوئی رشتہ نہیں اور جو اس قدر ناپائیدار ہوتا ہے کہ صرف چند الفاظ اس کو توڑ سکتے ہیں۔

اسلام نے عورت کو تکلیف دہ صورتحال سے نکلنے کا راستہ بھی دے دیا جو کہ عین فطری ہے بلکہ ترغیب دی گئی ہے کہ اگر کوئی عورت اور مرد علیحدہ ہونا چاہیں' تو اللہ ان دونوں کے لیے آسانی پیدا کر دے گا۔

عورتیں جب بری طرح شادی کے بندھن میں پھنسی رہنا چاہتی ہیں جو ان کو گناہ' بے حیائی اور ذہنی اذیت تک لے جا سکتی ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ وہ شوہر کو چھوڑ نہیں سکتیں بلکہ یہ ذہنیت ہے کہ شوہر ان کا رازق ہے اور علیحدہ ہو کر وہ اور اُن کے بچے کھائیں گے کہاں سے؟ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ رازق تو میں ہوں۔ اس وجہ سے ساتھ مت لٹکی رہو کہ تمہارا رزق بند ہو جائے گا۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ خلع کی سہولت دینے سے مقصد یہ نہیں ہے کہ عورتیں بلاوجہ طلاق مانگنا شروع ہو جائیں بلکہ ایک حدیث جو حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے' میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس عورت نے بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق مانگی اس پر جنت کی خوشبو تک حرام ہے۔''

مقصد یہ ہے کہ سہولت موجود تو ہے مگر اس صورت میں جبکہ حالات اتنے خراب ہوں کہ اکٹھے رہنا ممکن نہ ہو۔ اسلام ہمیں یہ بتاتا ہے کہ دینی اور اخلاقی لحاظ سے عورت اور مرد برابر ہیں۔ ہاں خاندانی نظام میں خاوند کو ایک درجہ فضیلت حاصل ہے اور اس کی بھی وجہ بتا دی گئی کہ وہ تم پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ جیسا کہ دنیوی ادارے میں ہوتا ہے کہ ادارہ کا سربراہ ایک ہی ہوتا ہے' ہاں اس کے بعد دوسری بہت ہی اہم حیثیتیں ہو سکتی ہیں جن کے بغیر ادارہ چل ہی نہیں سکتا مگر ایک میان میں دو تلواریں نہیں ہوتیں اور نہ چل سکتی ہیں' اس لیے یا تو عورت صبر کرے اور برے خاوند کے ساتھ محبت اور خلوص کے ساتھ رہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو بجائے خاوند کی ناشکری کرنے' اس کی کردار کشی کرنے' اس کی غیبتیں کرنے اور ہر وقت لڑنے جھگڑنے کے اللہ کا دیا ہوا اختیار یعنی ''خلع'' استعمال کرے اور اپنے لیے کسی دوسرے راستہ کا انتخاب کرے۔

لوگ چار چار بیویوں کے مسئلے پر بھی ہم پر انگلیاں اٹھاتے ہیں یا اگر کوئی آدمی ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کر لیتا ہے تو اس کو ہم مغربی معیار سے تول کر انتہائی برا آدمی تصور کرتے ہیں۔ بہت آسان سی بات ہے کہ جو ہر خوف خدا رکھنے والے مسلمان کو سمجھ آ سکتی ہے' وہ یہ کہ یہ حق اللہ نے مرد کو دیا ہے۔ اگر ہم اس پر انگلی اٹھاتے ہیں تو سب سے پہلے اس اعتراض کا نشانہ کون بنتا ہے؟ ہم آپؐ کی کردار کشی پر تو جان دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ یہ اعتراض بھی تو آپؐ کی توہین ہے۔ تعدد ازواج کی اجازت سورۃ النساء میں یتیم لڑکیوں سے نکاح کے ضمن میں آئی ہے۔ جس کا پس منظر یہ ہے کہ ان کے ولی کو کہا جا رہا ہے کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح نہ کرو مبادا تم ان پر زیادتی کر بیٹھو کہ ان کا تمہارے علاوہ کوئی وارث نہیں ہے اور اپنی عاقبت خراب کر لو۔ بلکہ ان کے علاوہ تمہیں کوئی پسند آئے تو دو تین یا چار تک نکاح کر سکتے

ہو۔لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے ساتھ ہی قرآن مجید میں یہ بات بھی واضح کر دی کہ بہتر ہے کہ تم ایک ہی نکاح کرو۔اس لیے کہ تعدد ازدواج کی اجازت کے ساتھ جو شرط عائد کی گئی ہے وہ بڑی سخت ہے اور وہ عدل ہے۔اور جو شخص مکمل انصاف نہ کرے قیامت کے دن سخت عذاب کا حق دار ہوگا۔اسی سورۃ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانی فطرت کے مطابق یہ بھی بتا دیا کہ تم مکمل انصاف نہ کر سکو گے یعنی معاملہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ایک بیوی کے حقوق پورے کرو اور دوسری کو معلق بنا کر رکھ دو۔دنیاوی اشیاء میں تو کامل مساوات ہوگی یعنی کپڑا' گھر' نان نفقہ' وقت وغیرہ سب برابر تقسیم ہوگا مگر جذبات اور احساسات کے متعلق پوچھ نہیں ہوگی۔یعنی دل میں کسی کو اچھا سمجھے اور کسی کو کم تو یہ گناہ نہیں ہے۔

فدا جائیں نبی امی ﷺ پر کہ زندگی کے اس گوشے کا بھی کامل نمونہ آپؐ نے ہمارے لیے چھوڑا۔ اگر ہمارے مرد حضرات اس پر غور کر لیں تو شاید پھر سے سنت اسلام کو دنیا میں زندہ کر دے۔ آپؐ اپنی ازواج کو اہمیت دیتے تھے' مشورہ کرتے تھے' سفر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے' ان کے ساتھ کھیل کود اور مذاق کرتے تھے' گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے ہی نہیں تھے بلکہ اپنی ازواج کے بارے میں زبان کے استعمال کا بھی اس قدر خیال رکھتے تھے کہ سیرت میں ایک واقعہ نقل ہوا ہے جس کو پڑھ کر آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے ہیں:

"ایک دفعہ آپؐ کو کہیں سے چند موتی وصول ہوئے۔آپؐ نے تمام ازواج مطہرات کو ایک ایک موتی دے دیا اور ساتھ ہی تاکید کی کہ کسی اور سے اس کا ذکر نہ کریں۔آپؐ کی ازواج کے آپس کے تعلقات حسن سلوک پر مبنی تھے لیکن وہ اکثر سوچا کرتیں تھیں کہ آپؐ ہم میں سے کس سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ایک دن انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ وہ ہر صورت میں آپؐ سے یہ پوچھیں گی۔آپؐ تشریف لائے تو تمام ازواج نے آپؐ کو گھیر لیا اور کہا: "حضور ہم حسد نہیں کریں گی لیکن آپؐ ہمیں بتائیں کہ آپؐ ہم میں سے سب سے اچھا کس کو سمجھتے ہیں۔آپؐ نے بہت کوشش کی کہ ان کی بات ٹال دیں (تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو) مگر انہوں نے پھر اصرار کیا۔بالآخر اس دن کے دیے ہوئے موتی کام آئے اور آپؐ نے فرمایا: "ایک موتی والی" اور باہر تشریف لے گئے۔اب ہر زوجہ انتہائی مسرور ہوئی کہ آپؐ مجھ ہی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔"

اس کے برعکس آج ہم لوگ زبان کے استعمال میں اتنے لاپروا ہو گئے ہیں کہ بیوی کا دل توڑنا اور جذبات مجروح کرنا تو کوئی گناہ رہا ہی نہیں۔

اگر کوئی آدمی دوسری عورت کے ساتھ کسی بھی وجہ سے نکاح کر لیتا ہے تو یہ اس کا حق ہے۔پہلی بیوی یہ نہ سمجھے کہ مجھ سے میرا حق چھن گیا ہے کیونکہ جو حق اس کا ہے ہی نہیں اس کے چھننے کا کیا سوال۔ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی بھی عورت دوسری بیوی کو برداشت نہیں کر سکتی۔

عورت کو اختیار ہے کہ وہ بجائے دوسری عورت (سوکن) کا غم برداشت کرے اپنے لیے دوسرا راستہ اختیار کر لے۔اس کو زیادتی برداشت کرنے کا کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اسلام عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ دوسری مرتبہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔(پہلی مرتبہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی) لیکن ایام عدت کے بعد۔(البقرۃ)

آپؐ نے اس چیز کو پسند کیا کہ مجرد رہنے کی بجائے نکاح کی قید میں رہا جائے۔عورت کی جبلت میں مرد جتنی سختی اور مشقت برداشت کرنے کی ذہنی اور جسمانی سکت نہیں۔

شادی بیاہ کی تقریبات ہوں' عورت کی آزادی ہو' شادی سے پہلے لڑکی لڑکے کی دوستی ہو' ناچ گانا ہو یا سفلی جذبات کو ابھارنے والی فلمیں' یہ تمام چیزیں دراصل آزادی کے نام پر اسلام کے خاندانی نظام کو تباہ کرنے کی منصوبہ بندی ہے

اگر آج کی پڑھی لکھی عورت یہ سمجھے کہ دوسری شادی کرنے کی بجائے (اگر پہلی خراب ہوگئی ہو) وہ خود مردوں کی طرح کمائے اور کھائے تو اس کو لازماً طرح طرح کے سمجھوتے کرنے پڑیں گے۔ایسا کرنے سے دنیوی زندگی تو اچھی گزر سکتی ہے مگر آخرت اتنی ہی خراب ہوگی۔جگہ جگہ مجبوری کے تحت اس کو باطل نظام کے طریقے اپنانے پڑیں گے جو غیر شرعی ہوں گے۔مثلاً ستر وحجاب میں نرمی' بغیر محرم کے سفر' آدمیوں کے ساتھ آزادانہ میل ملاپ وغیرہ۔اور جس معاشرے میں مائیں اپنی اولاد کی تربیت کرنے کی بجائے پیسہ کمانے والی مشینیں بن جائیں وہ معاشرہ بہت جلد اپنے منطقی انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

اسلام معاش کی ذمہ داری ایک دن کے لیے بھی کسی عورت پر نہیں ڈالتا اور ایک اسلامی نظام میں عورت کا کوئی نہ کوئی کفیل ضرور ہوتا ہے' وہ باپ ہو' خاوند ہو' بھائی ہو' چچا ہو یا ماموں ہو' اور اگر کوئی بھی کمانے والا نہ ہو تو حکومت وقت اس عورت کی تمام جائز مالی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت اپنے کسی کام کے لیے گھر سے باہر نہیں نکل سکتی (جیسا کہ مسلمان عورت پر طنز کیا جاتا ہے کہ مولوی اسے گھروں میں قید رکھنا چاہتے ہیں) بلکہ اس کا مطلب ہے کہ اس کو نکلنے کی ضرورت نہیں اور اس کی ضروریات پوری کرنے کے ذمہ دار مرد ہیں۔اگر عورت اپنی خوشی سے اور شرعی حدود میں رہ کر کام کرنے کے لیے گھر سے باہر جانا چاہے تو وہ جا سکتی ہے اور آپؐ نے اس کی اجازت دی ہے۔ہاں ضرورت اس کو مجبور نہیں کرے گی کہ کوئی کام وہ نہ کرنا چاہے اور اس کو مجبوراً کرنا پڑے۔اس سے بڑھ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا احسان عورت پر کیا ہو سکتا ہے کہ وہ well provided for ہوتی ہے اور ساتھ ہی علم حاصل کرنے یا کسی بھی جائز مقصد کے لیے نکلنے کا حق بھی اسے دے دیا گیا ہے۔

اس کے برعکس مغربی ممالک میں ماں باپ اولاد کے جوان ہوتے ہی ان کو نوکریاں کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور یہ ایک سماجی جبر ہے کہ ہر صورت تم نے خود کمانا ہے ورنہ اب تم ہم پر بوجھ ہو۔عورت آزادی حاصل کرنے کے چکر میں اپنے اوپر اتنا بوجھ لاد لیتی ہے جس کو اٹھانا اس کی جبلت میں نہیں اور اس بوجھ کی وجہ سے وہ طرح طرح کی نفسیاتی تکلیفوں کا بھی شکار رہتی ہے۔

دنیا میں کروڑوں لوگ اس طرح رہ رہے ہیں اور رہ سکتے ہیں مگر کیا اس طرح وہ آخرت میں کامیاب ہو سکیں گے؟ آخرت میں کامیابی کی شرط اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ہے۔اور اللہ کو تو ننانوے فیصد اطاعت بھی منظور نہیں۔اللہ نے انسانوں کو اپنی بندگی اور غلامی کے لیے پیدا کیا ہے اور جہاں بھی انسان نے اس غلامی سے نکل کر اپنی عقل کو رہنما بنایا وہیں ٹھوکر کھا کر گر گیا۔لیکن واپسی کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے اور موت نظر آنے پر ہی بند ہو سکتا ہے۔اس لیے کہ اگر ہم قرآن اور سنت کو اپنا رہنما اور رہبر بنا لیں' جس کے احکامات اور محکمات قیامت تک بدل نہیں سکتے تو ہم فلاح پا سکتے ہیں۔

ہمیں اپنے دین کی حقانیت کا پورا یقین ہونا چاہیے کہ یہ اس ہستی کا دیا ہوا قانون ہے جو کہ عورت اور مرد دونوں کے حقوق کا یکساں محافظ ہے اور اپنے دلوں میں یا دماغ کے کسی گوشے میں یہ شیطانی وسوسے نہ آنے دیں کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کسی جانبداری سے کام لیں گے اور کسی بھی معاملے میں مرد یا عورت کی حق تلفی کریں گے۔شریعت کی بات بظاہر کتنی ہی مشکل لگ رہی ہو اس پر چل کر دیکھیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کس طرح ہماری جھولیاں نعمتوں اور خوشیوں سے بھرتا ہے۔

مثالی بیوی کی خوبیاں

عاتکہ علاؤالدین

قال اللّٰہ تعالیٰ عزوجل فی سورۃ النساء:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ (آیت 34)

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں' اس سبب سے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں''۔

موجودہ زمانہ میں نام نہاد آزادیٔ نسواں کے نعرے تلے مرد کی ''قوامیت'' ختم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ عورتوں نے جب اس نعرے کی پیروی کی تو گھریلو ذمہ داریوں کو ظلم و بوجھ تصور کر لیا گیا اور یوں جب وہ اس بوجھ سے چھٹکارا پانے کے لیے گھروں سے نکلیں تو کمانے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ بظاہر یہ چیز بڑی ''رنگ برنگی'' اور ''جدیدیت'' کی حامل نظر آتی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں اسلامی قوانین کی کس قدر دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں اور یہ کہ عائلی زندگیوں میں کہاں کہاں دراڑیں پڑیں' اس کا اندازہ آج ہم اپنے اس معاشرے میں پھیلی بے حیائی و فحاشی کے سیلاب سے اور زندگی کی بے سکونی سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ گویا اس کے اثراتِ بداظہر من الشمس ہیں۔

اللہ ربّ العزت نے عورت کو بڑی عزت و مرتبہ سے نوازا ہے۔ وہ ماں باپ کے گھر ہے تو شہزادی ہے اور شوہر کے ہاں ہے تو گھر کی ملکہ ہے۔ جس طرح کوئی قیمتی نگینہ اپنی اصل و مطلوبہ جگہ اور مقام پر ہی بھلا لگتا ہے' بالکل اسی طرح عورتا کا مقام بھی بتا دیا گیا: ﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ﴾ (الاحزاب:33)' اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو''۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عورت اپنے گھر پر بھرپور توجہ تب ہی دے سکتی ہے جب وہ خارجی ذمہ داریوں سے فارغ ہو اور اس کی تمام تر توجہ و محنت کا مرکز اس کا شوہر اور بچے ہوں۔ گویا ''خاندان'' جو معاشرے کی ایک اہم اکائی ہے' اس کی ''صحت'' کا دار و مدار عورت پر ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ:

''دنیا کی بہترین متاع صالحہ بیوی ہے''۔

صالحہ بیوی بننے کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ عورت اپنے ربّ کی رضا کی خاطر شوہر کی فرمانبردار بنے اور اپنا طرزِ عمل سنت رسولؐ کی روشنی میں اور بالخصوص ازواج مطہرات اور صحابیات (رضی اللہ عنہن) کے اسوہ کے مطابق ڈھالے۔ حدیث نبویؐ ہے:

''حضرت حصین بن محصن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے میری پھوپھی نے بتایا کہ میں کسی کام سے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؐ نے دریافت فرمایا: یہ کون عورت آئی ہے؟ کیا شوہر والی ہے؟ میں نے عرض کیا: ''ہاں''۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا ''تیرا اپنے شوہر کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''میں نے کبھی اس کی اطاعت و خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی سوائے اس چیز کے کہ جو میرے بس میں نہ ہو''۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا یہ بتاؤ اس کی نظر میں تم کیسی ہو؟ یاد رکھو' وہ تمہاری جنت اور جہنم ہے''۔ (رواہ احمد' بیہقی)

گویا عورت کی آخرت کی زندگی کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ وہ اپنے شوہر کی کس قدر تابع فرمان ہے۔ ترمذی کی حدیث ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اگر میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے''۔

البتہ جس معاملے میں شوہر اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کا حکم دے اس معاملے میں شوہر کی اطاعت ہرگز جائز نہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ)) (الترمذی)

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں''۔

دیکھنے میں یہ بھی آیا ہے کہ دیندار گھرانوں کی خواتین بھی کہ جن کے شوہر انہیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں ان کی بات نہیں مانتیں۔ اور یہ دوغلا رویہ نہ صرف گھریلو سکون کو برباد کرنے کا باعث بنتا ہے بلکہ بچوں کی تربیت بھی عجیب دورنگی میں ہوتی ہے۔

عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے ربّ کی رضا کے لیے اپنے شوہر کے ساتھ ہر طرح کے حالات میں شکرگزار رہے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے' اور شوہر کی عزت و احترام کو اپنا شعار بنائے۔ اور یہ تعظیم و تکریم رسمی نہیں بلکہ اس میں اخلاص کا ہونا بھی بہت ضروری ہے تاکہ شوہر واقعتاً اپنی بیوی سے خوش رہے۔ کیونکہ عورت دنیا و آخرت میں شوہر کی رضا کی محتاج ہے۔ حدیث ہے کہ:

''جو عورت مر جائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی''۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عورت شوہر کی محبت اور اس کی رضا کس طرح حاصل کرے؟ اس سلسلے میں چند باتوں کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جن سے پرہیز کرنا ازحد ضروری ہے۔ مثلاً جہاں کہیں مرضی کے خلاف بات ہو وہاں فوراً موڈ بنا لینا' شوہر سے سیدھے منہ بات نہ کرنا' شوہر اگر غصے کی حالت میں ہو تو تڑاخ پڑاخ کرنا اور جوابی کارروائی پر اتر آنا' گھریلو ذمہ داریوں کو بوجھ تصور کرنا اور خصوصاً شوہر کے بوڑھے والدین کی خدمت کو ''بے جا'' ذمہ داری سمجھتے ہوئے عائلی تعلقات کو خراب کرنا' وغیرہ وغیرہ۔

یقین جانیئے' اگر عورت جذبۂ ایثار و قربانی سے کام لے اور شوہر کی ہر جائز بات پر گردن جھکاتی رہے تو شوہر بھی اُس پر جان چھڑکتا رہے گا۔ چنانچہ اسلام صالحہ بیوی کی جن صفات کا تذکرہ کرتا ہے ان میں شوہر کی جائز اطاعت کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھے' رمضان کے مہینے کے روزے رکھے' اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبردار رہے تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے''۔ (صحیح)

آنحضور ﷺ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ بہترین عورت کونسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''شوہر جب اس کو دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب کسی جائز بات کا حکم دے تو بجا لائے''۔

ایک اور جگہ فرمایا:

''تقویٰ کے بعد مسلمانوں کے لیے بہترین چیز جو ان کے لیے قابلِ استفادہ ہے وہ نیک عورت ہے کہ اگر اس کا شوہر حکم دے' تو بجا لائے' اس کو دیکھے تو خوش کر دے' اس کو قسم دے تو پورا کر دکھائے اور اگر شوہر موجود نہ ہو تو اپنی ذات اور شوہر کے مال میں خیرخواہ بن کر رہے''۔

حدیث ہے کہ:

''عورت پر اپنے شوہر کی جائز فرمانبرداری ضروری ہے''۔

نیز فرمایا:

''کوئی بیوی اس وقت تک ایمان کی مٹھاس سے لذت اندوز نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے جائز حقوق ادا نہ کر دے''۔

یعنی عورت نہایت خوش دلی سے شوہر کے جائز احکامات کو بجا لائے اور کہیں اگر طبیعت کے خلاف یا پھر اسلام کے منافی کوئی مطالبہ پائے تو حکمت کے ساتھ معاملہ سلجھانے کی کوشش کرے۔

پیاری بہنو! آپ نے غور کیا ہوگا کہ احادیث میں جابجا جائز مطالبات' جائز احکامات کا ذکر ہے۔ آیئے جائزہ لیں کہ وہ جائز مطالبات اور احکامات کون کون سے ہیں؟

1) جذبۂ ایمانی کا تقاضا یہی ہے کہ جب بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا معاملہ درپیش ہو تو صدقِ دل سے مطالبہ پورا کرے۔

2) دیکھا یہ گیا ہے کہ عورت گھر سے باہر نکلتے وقت تو خوب بن سنور کر نکلتی ہے لیکن گھر میں حلیہ خاصا خراب ہوتا ہے' جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیے۔ یعنی گھر میں رہتے ہوئے شوہر کے لیے مناسب بناؤ سنگھار کرے اور باہر جاتے ہوئے جس قدر ممکن ہو سادگی اپنائے۔ نیز اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ گھر میں بناؤ سنگھار کا ہی پلڑہ بھاری نہ ہو جائے کہ اسی میں بجٹ بھی متاثر ہو رہا ہے اور دیگر گھریلو امور بھی بے توجہی کا شکار ہیں۔

3) شوہر کے والدین کی خدمت کرنا عورت کا اخلاقی فرض ہے اور خصوصاً جب شوہر کا بھی مطالبہ ہو تو چاہیے کہ ایثار سے کام لیتے ہوئے شوہر کے والدین کو اپنے والدین کی طرح سمجھتے ہوئے خدمت کرے کہ جس طرح وہ (عورت) خود یہ بات برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے والدین کی کوئی دل آزاری کرے یا ان کی ضروریات کا خیال نہ رکھا جائے۔

نوٹ: خواتین اس سلسلے میں یہ بات بھی پیش نظر رکھیں کہ زکوٰۃ جو عورت کے زیور پر فرض ہے' اس کی ادائیگی عورت ہی کی ذمہ داری ہے اور ہمارے معاشرے میں عموماً اس کی ادائیگی مرد ہی کرتے ہیں' گویا یہ مرد کا احسان ہے عورت پر۔ بعینہٖ اگر عورت بھی گھریلو امور میں بطور اخلاقی فرض کچھ زائد ذمہ داریاں ادا کر لے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے۔

4) ضد اور ہٹ دھرمی سے پرہیز کرے۔ ایسا نہ ہو کہ مرضی کے خلاف بات پر باہمی تعلقات کو خراب کر بیٹھے اور شوہر بیوی سے بددل ہو جائے۔

5) شوہر اور گھر کی خدمت سے کبھی غفلت نہ برتے۔ جب حضرت فاطمہ ؓ چکی چلا سکتی ہیں تو میری آپ کی کیا اوقات کہ ہم کام کرتے ہوئے ناگواری کا اظہار کریں۔

6) ایسا بھی ہوتا ہے کہ اکثر خواتین شوہر کی عدم موجودگی میں خوب بھلی چنگی ہوتی ہیں اور اڑوس پڑوس یا پھر بازار کے چکر لگانا' اس طرح کے لغو کاموں میں وقت گزار دیتی ہیں' مگر جب شوہر کی آمد کا وقت ہوا تو طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے لیٹ جاتی ہیں۔ حالانکہ شرعی لحاظ سے یہ بھی عورت کا فریضہ ہے کہ شوہر جب گھر میں داخل ہو تو بیوی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرے اور یہ حقیقت ہے کہ شوہر بیوی کی مسکراہٹ دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے دن بھر کی ساری تھکان بھول جاتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ آنحضور ﷺ کے بیان مبارک کے مطابق ''بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر کی نگاہ پڑے تو اس کو خوش کر دے''۔

7) قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ (النساء:34)

''پس نیک بخت عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی حفاظت سے نگہبانی کرتی ہیں''۔

اور مولانا مودودیؒ کے بقول ''حفظ غیب'' سے مراد ہر اس چیز کی حفاظت کرنا ہے جو شوہر کی عدم موجودگی میں بطور امانت عورت کے پاس ہے۔ اس میں اس کے نسب کی حفاظت' اس کے مال کی حفاظت اور اس کے رازوں کی حفاظت غرض سب کچھ ہی آ جاتا ہے۔ جبکہ دیکھنے میں یہ بات بھی آئی ہے کہ نہ صرف دنیادار بلکہ دیندار گھرانے کی خواتین کی اکثریت بھی جہاں کہیں دو عورتیں مل بیٹھیں' وہاں شوہر کی عیب جوئی اور ناشکری ضرور کرتی ہیں' حالانکہ یہ بہت شرم و گناہ کی بات ہے۔

8) شوہروں کی ناشکری سے بچا جائے' کیونکہ یہی وہ بیماری ہے کہ جس کی بدولت عورتوں کی تعدادِ کثیر جہنم کا ایندھن بنے گی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ:

''عورتیں اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور ان کا احسان نہیں مانتیں۔ عورتوں کا حال یہ ہے کہ اگر عمر بھر تم اُن کے ساتھ احسان کرتے رہو پھر تمہاری طرف سے کوئی معمولی سی تکلیف بھی انہیں پیش آ جائے تو کہیں گی میں نے تجھ سے کبھی سکون پایا ہی نہیں''۔ (بخاری)

اب آخر میں بحیثیت مسلمہ اور خصوصاً بحیثیت رفیقۂ تنظیم اسلامی میں اپنی بہنوں سے گزارش کرتی ہوں کہ خدارا' اپنے طرزِ عمل کو بدل لیے اور جہاں کہیں کمی اور کوتاہی نظر آئے تو اسے دور کیجیے۔ گھروں میں اپنے شوہروں کو پرسکون ماحول دیجیے تاکہ وہ دین کا کام بے فکر ہو کر سرانجام دیں۔ اور یقین جانیئے کہ ہمارا ''جہاد'' یہی ہے اور اسی میں ہمارے لیے ''اجرِ عظیم'' ہے' البتہ ''اخلاص'' شرط ہے۔

✿✿✿

میک اپ کا نسخہ کیمیا

بنت صدیق

صدیوں سے ہی خواتین کو سجنے سنوارنے کا اور سب سے منفرد نظر آنے کا شوق رہا ہے۔ تقریبات میں جانے کی تو وہ ہفتوں پہلے تیاری شروع کر دیتی ہیں' خاص طور پر ان تقریبات میں جن میں بڑے بڑے لوگ یا پھر مشہور شخصیات نے آنا ہو۔ ایسے میں تو خواتین کی حالت دیدنی ہوتی ہے کہ میں سب سے خوبصورت اور منفرد نظر آؤں۔ تو آج میں آپ کو خاص خاص تقریبات میں شرکت کے لیے چند Tips بتاتی ہوں جن پر عمل کر کے آپ کسی بادشاہ کے سامنے بھی حاضر ہو جائیں تو آپ اپنے آپ کو سب سے خوبصورت اور اچھا محسوس کریں گی۔ کوئی بھی فنکشن ہو تو آپ فوراً تیاری شروع کر دیں تاکہ بہتر نتائج حاصل ہوں۔ تو سب سے پہلے skin پر توجہ دیتے ہیں۔ سب سے پہلے cleansing ہے' اور cleansing کے لیے سب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں' خوب روئیں اور خوب آنسو بہائیں۔ وہ جو آپ کے آنسو گریں گے اس سے آپ کی بہترین cleansing ہو گی۔ اس سے اچھا کوئی اور cleansing milk نہیں ہے۔

اب moisturising کی باری ہے' اس کے لیے آپ نماز کی پابندی کریں۔ ہر نماز کا وضو بہترین moistueser ثابت ہو گا۔ یہ تیاری تو آپ کو ہر روز کرنا پڑے گی۔ اس کے لیے آپ اپنی عادت بنا لیں کہ پانچوں وقت کی نماز ادا کریں۔ اس سے آپ کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گا اور function کے دن تک آپ کے چہرے پر تازگی اور چمک آ جائے گی۔

اب میک اپ کی طرف چلتے ہیں۔ اس میں سب پہلے خوش اخلاقی کی base لگائیں۔ چہرے پر نرمی کی stick لگائیں اور آنکھوں میں حیاء کا مسکارا اور eye liner لگائیں۔ اس کے بعد ہونٹوں پر مسکراہٹ کی lipstick لگائیں۔ make up تو ہو گیا اور اب سر پر عاجزی کی کنگھی کریں اور اب سب سے اہم بات جو ہم آخر میں کرتے ہیں وہ ذرا مشکل ہے' وہ ہے لباس اور زیور کی تیاری۔ سب سے بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے اور اس کے ساتھ matching یعنی ایمان کا دوپٹہ لیں۔ پاؤں میں جوتی میانہ روی کی چال کی پہنیں۔

میں قسم کھا سکتی ہوں کہ آپ جیسا لباس کسی کا نہیں ہو گا۔ اور آپ کی سب سے بڑی خواہش جو یہ ہے کہ آپ سب سے منفرد اور اعلیٰ دکھائی دیں تو اس سے آپ کی یہ خواہش بھی پوری ہو گی اور ہاں ایک بہت ضروری بات وہ یہ کہ آپ smart لگیں کیونکہ اچھا لباس smart لوگوں کو ہی سجتا ہے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ حرام کی اور رشوت کی کمائی چھوڑ کر حلال کھائیں! چاہے تھوڑا ہی کھائیں اور اب زیورات کی باری آتی ہے۔ کیونکہ زیورات کے بغیر تو عورتوں کی تیاری ہی ادھوری ہے۔ اس کے لیے آپ سب سے قیمتی زیور یعنی سادگی کا زیور پہنیں۔ اس قیمتی زیور سے آپ کی شخصیت کو چار چاند لگ جائیں گے۔

تو اب آپ تیار ہیں سب سے بڑے function یعنی (حشر کے دن) کے لیے۔ سب سے بڑے بادشاہ کے سامنے حاضر ہونے کا دن آئے گا' تو ان شاء اللہ آپ سب سے کامیاب اور خوبصورت نظر آئیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو miss world کا خطاب دے کر آپ کو برتر کر دے۔

تو اب آپ ہی بتائیں کہ کیسی لگی یہ تیاری۔ امید ہے کہ اب آپ تھوڑی سی محنت کر کے اپنے آپ کو اس بڑے function یعنی (حشر کے دن) کے لیے تیار کریں گی۔

نوٹ: باہر نکلتے وقت پردے میں نکلیں ورنہ لوگوں کی تپتی نگاہوں سے آپ کالی ہو جائیں گی۔

رول ماڈل

رعنا خان

اسلامی اصول کے مطابق اعمال تین قسم کے ہیں۔ عبادات‘ اخلاق اور معاملات۔ ایک خوبصورت شخصیت اور اچھا نظر آنے کی خواہش ہر نفس رکھتا ہے۔ ایک اچھی اور مثالی مسلمان عورت یقیناً اس پوزیشن پر فخر کرتی ہے جو اسلام نے اس کو دی ہے۔ وہ اپنے ذمہ داریاں عبادات‘ اخلاق اور معاملات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس یقین کے ساتھ انجام دیتی ہے کہ اس کا کردار اس کو واضح طور پر سمجھایا گیا ہے اور اس کے حقوق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے واضح کر دیئے گئے ہیں۔ وہ جانتی ہے کہ آج پوری دنیا میں عورتوں کی جانب سے لڑی جانے والی حقوق کی جنگ اور کوئی بھی آئیڈیالوجی مل کر بھی اس سے بہتر حقوق و احترام ایک عورت کو نہیں دلا سکتیں جو اسے اسلام نے کئی سو سال پہلے عطا کر دیئے تھے۔ وہ ایک اعلیٰ کردار کی ایسی خاتون ہوتی ہے جو اپنے مالک کے ساتھ سچی اور وفادار رہتی ہے نہ کہ مغرب کے اجنبی اور بینک رپٹ آئیڈیاز کی دلدادہ۔ وہ اپنے آپ کو قرآنی سانچے میں ڈھال کر ایک ایسی رول ماڈل بنا لیتی ہے جس کو ہر سچا مسلمان آئیڈیالائز کرتا ہے اور یہی وہ رول ماڈل ہوتی ہے جو ایک قرآنی مثال بن کر مسلم معاشرت کی ’’بی اماں‘‘ بنا کرتی ہے۔ آیئے آج مختصراً دیکھیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور ہم میں اب کوئی بی اماں کیوں نظر نہیں آتی۔ آگے بڑھنے سے پہلے آقائے نامدار ﷺ کے دو ارشادات ذہن نشین فرما لیجیے:

جیسے تم لوگ ہو گے ویسے ہی حکمران تم پر مسلط کئے جائیں گے۔

عوام اپنے حکمرانوں کے طور طریقے اختیار کر لیتے ہیں۔

آج وطن عزیز اور امت مسلمہ دونوں کو درپیش صورتحال کے ذمہ دار صرف حکمران ہی نہیں بلکہ امت وملت کی مائیں بھی ہیں۔ ذیل میں ایک سوالنامہ پیش کیا جا رہا ہے۔ دیانت داری کے ساتھ ہاں یا نہیں میں جواب لکھتی چلی جایئے:

1) کیا آپ نے تحریک پاکستان کا کبھی بغور مطالعہ کیا؟
2) کیا سودی قرضوں نے آپ کی سادگی چھین لی ہے؟
3) ’’کہہ دو ہم گھر پر نہیں ہیں‘‘ قسم کی دروغ گوئی کیا آپ کا روزمرہ کا معمول ہے؟
4) نیکی کے امور کیا آپ کی نظر میں ’’دوسروں‘‘ کی ذمہ داری بن گئے ہیں؟
5) کیا آپ بغیر علم کے بحث برائے بحث پسند کرتی ہیں؟
6) احساسِ کمتری کے طور پر اپنی زبان اور کلچر کو ترک کر کے مغربی روش اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہیں؟
7) کیا آپ اپنے علم کو کافی سمجھتی ہیں؟
8) کیا آپ کے گھر میں موجود ’’ٹین ایجرز‘‘ خلافت کا مفہوم سمجھتے ہیں؟
9) کیا آپ اکثر پابندیٔ اوقات میں ناکام رہ جاتی ہیں؟
10) کیا آپ سنی سنائی بات کو بلاتصدیق آگے بڑھا دیتی ہیں؟
11) کیا آپ زندگی کے کسی بھی دور میں غیر مناسب اور شوخ و شنگ حلیئے میں گھر سے باہر نکلی ہیں؟
12) کیا شرعی پردے کو آپ فرض سمجھتی ہیں؟
13) کیا حجاب و نقاب کی بحث میں آپ کے دلائل مثبت ہوتے ہیں؟
14) کیا آپ کے گھر میں کیبل اور ڈش کا استعمال قابل اعتراض حدود تک پہنچ چکا ہے؟
15) کیا آپ شاندار دعوتیں کرنے کی قائل ہیں یا ان سے مرعوب ہوتی ہیں؟
16) کیا آپ پسند کرتی ہیں کہ آپ کو بہترین طرزِ زندگی فراہم کرنے کے لیے آپ کے شوہر رشوت لیں؟
17) کیا آپ لوگوں کو فضول خرچی اور دکھاوے سے بچنے کی تلقین کرتی ہیں؟
18) کیا یہ درست ہے کہ آپ کو تھوڑا سا بھی وقت دینی کاموں کے لیے نہیں ملتا؟
19) کیا آپ بسنت اور ویلنٹائن ڈے مناتی ہیں؟
20) کیا آپ بھی سوچتی ہیں کہ پاکستان نہ بنتا تو اچھا ہوتا؟
21) کیا ہندوانہ ثقافت و رسم و رواج کو آپ کے گھر میں پذیرائی ملتی ہے؟
22) کیا شادی بیاہ کی غیر اسلامی رسمیں آپ کے لئے قابل قبول ہیں؟
23) کیا آپ قرآن حکیم کی صرف تلاوت کرتی ہیں یا تفکر و تدبر بالقرآن بھی آپ کی عادت ہے؟
24) کیا آپ امریکی یا مغربی معاشرت کو آئیڈیل معاشرت سمجھتی ہیں؟
25) کیا آپ اپنے معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کو خاموشی سے بیٹھی دیکھ رہی ہیں؟
26) خون مسلم کی ارزانی پہ کبھی آپ کا دل پانی ہوا؟
27) کیا آپ بھاری جہیز‘ بری اور نمود و نمائش کے حق میں ہیں؟
28) حالیہ زلزلے نے آپ کے دل میں خوفِ خدا کو بیدار کیا ہے؟
29) آپ نیکی کی تلقین اور برائی سے منع کرنے کے فرض سے غافل ہیں؟
30) کیا آپ دستور و حیثیت سے بڑھ کر زرق برق لباس اور زیورات استعمال کرتی ہیں؟
31) کیا آپ تیسرے درجے کے شعر و ادب اور افسانوی نظم و نثر کی شوقین ہیں؟
32) کیا آپ اپنے بچوں میں مطالعے کی عادت پروان چڑھانے میں کامیاب ہوئیں؟
33) کیا آپ کے بچے اپنا فارغ وقت ٹی وی کے آگے گزارتے ہیں؟
34) کیا آپ ہر کوتاہی کو نصیب سے منسوب کر دیتی ہیں؟
35) کیا آپ سبز قدمی‘ تیرہ کے ہندسے کی نحوست اور ستاروں کی گردش پہ یقین رکھتی ہیں؟
36) تعویذ‘ گنڈوں‘ عملیات اور جعلی عاملوں کی لوٹ مار سے خواتین کو دور رکھنے کے لیے آپ نے کبھی کوئی کاوش کی؟
37) کیا آپ سمجھتی ہیں کہ ’’چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی‘‘ درست خیال ہے؟
38) کیا آپ کا پورا گھرانہ نمازِ فجر کے لیے پابندی سے بیدار ہوتا ہے؟
39) کیا آپ کے بیٹے‘ شوہر‘ باپ اور بھائی نماز باجماعت کا اہتمام کرتے ہیں؟
40) تنظیمی اور دینی امور کی انجام دہی کے لیے آپ اپنے گھر کے مردوں کو اطمینان بخش حد تک سپورٹ کرتی ہیں؟

ڈیئر قاریات! چالیس سوالوں پر مشتمل یہ سوالنامہ تکمیل کو پہنچا۔ اگر آپ نے سوال نمبر 1‘8‘12‘13‘17‘23‘26‘28‘32‘36‘38‘39 اور 40 کے جوابات ’’ہاں‘‘ میں دیے ہیں تو امکان غالب ہے کہ یہ سوالنامہ آپ کو پسند آیا ہوگا اور وطن عزیز اور اُمت مسلمہ کو آپ جیسی رول ماڈل ہی کی ضرورت ہے۔ بصورت دیگر یقین فرما لیجیے کہ وطن عزیز اور امت مسلمہ میں جو سیاسی‘ سماجی اور معاشرتی بدحالی پھیلی ہوئی ہے اس میں آپ بھی برابر کی حصے دار ہیں۔ یہ ہے آئینہ‘ شبیہہ جیسی بھی ہے آئینہ ساز کو دوش نہ دیجیے کہ مقصود اصلاحِ احوال ہے۔

ایمان اور اخلاق کا باہمی تعلق

حنا ضمیر

اچھے اخلاق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ''مکارمِ اخلاق کی تکمیل'' بتایا ہے۔ بندۂ مؤمن کی نشانی اچھا اخلاق ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا ایمان افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''خُلُقًا حَسَنًا'' یعنی وہ ایمان افضل ہے جس کے ساتھ اچھا اخلاق بھی موجود ہو۔ اخلاقی تعلیمات یوں تو ہر مذہب میں موجود ہیں لیکن اسلام کے نزدیک اخلاق کا ایمان کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے بلکہ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

قرآن کا فلسفۂ اخلاق یہ ہے کہ نیکی اور بدی کا شعور ہر انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ نیکی ''معروف'' یعنی جانی پہچانی چیز ہے اور بدی ''منکر'' یعنی ناپسندیدہ ہے۔ ہر شخص فطرتاً یہ جانتا ہے کہ سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا اور مظلوم کی مدد کرنا اچھی بات ہے اور جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور ظلم کرنا برا ہے۔

آج ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم ایمان کے دعویدار تو ہیں، لیکن ہمارا اخلاق ویسا نہیں ہے جیسا کہ ایمان کا تقاضا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تین بار قسم کھا کر اُس شخص کے ایمان کی نفی فرمائی ہے جس کا پڑوسی اُس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہاں کسی کبیرہ گناہ مثلاً قتل، چوری وغیرہ کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ اچھے اخلاق کا نہ ہونا، ایمان کے نہ ہونے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں جس ایمان کا دعویٰ ہے وہ اُس درجے کا نہیں ہے جیسا کہ مطلوب ہے۔ شاید ہم پیدائشی ایمان یا زبانی ایمان ہی کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں۔ اقرار باللسان ہی پر مطمئن ہیں حالانکہ تصدیق قلب بھی ضروری ہے۔ جب تک ایمان ایک زندہ حقیقت بن کر ہمارے دلوں میں نہیں اُترے گا تب تک ہمارا اخلاقی رویہ بھی صحیح نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا اپنے اخلاق سنوارنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ایمان حقیقی کے حصول کی کوشش کریں۔ اس کی گہرائی اور گیرائی کی فکر کریں' ایمان جتنا پختہ اور گہرا ہوگا، اخلاق بھی اتنے ہی بلند اور اعلیٰ ہوں گے۔

سورۃ البقرہ کی آیت 177، جسے آیۂ بر بھی کہہ سکتے ہیں' میں نیکی کے لیے سب سے پہلے ایمان کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ایمانیات میں ایمان باللہ نیکی کے لیے ایک مثبت جذبۂ محرکہ فراہم کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ انسان صرف اللہ کی رضا کے لیے نیکی کرے۔ یہ جذبہ کسی وقت بھی انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور جو شخص اللہ پر سچا ایمان رکھتا ہے' وہ ہمیشہ اللہ کی رضا حاصل کرنے والے کام کرتا ہے۔ ایمان بالآخرۃ انسان کو برائی اور کج خلقی سے باز رہنے کے لیے قوت فراہم کرتا ہے۔ آخرت کی جوابدہی کا احساس اور محاسبۂ الٰہی کا خوف وہ منفی جذبہ ہے جو نیکی کے لیے ایک بنیاد بن جاتا ہے۔ اسی طرح ایمان بالرسالت کی صورت میں نیکی اور تقویٰ کا ایک معیار اور ایک ماڈل ہمارے سامنے آتا ہے جسے دیکھ کر ہم اپنے آپ کو سنوار سکتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ حقیقی ایمان حاصل کیسے کریں؟ اِس کے بہت سے ذرائع ہیں۔ سب سے اہم درج ذیل ہیں:

> جب تک ایمان ایک زندہ حقیقت بن کر ہمارے دلوں میں نہیں اُترے گا' تب تک ہمارا اخلاقی رویہ درست نہیں ہو سکے گا۔ پس ضروری ہے کہ ہم ایمان حقیقی کے حصول کی کوشش کریں

1۔ تلاوتِ قرآن

ایمان کا سب سے بڑا سرچشمہ کلامِ الٰہی ہے۔ شاعر نے خوب کہا ہے کہ

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی قاری کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعے ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان اور مظاہر کائنات کا ذکر پڑھ کر اُس کا ایمان تازہ ہوتا اور روح کو جلا ملتی ہے۔ غلط خیالات اور باطل نظریات کی تردید ہوتی ہے اور زندگی کا ایک عالی شان مقصد سامنے آتا ہے۔

2۔ نماز

ایمان کی تازگی کا دوسرا بڑا ذریعہ نماز ہے۔ زندگی کی مصروفیات کو کچھ دیر کے لیے خیر باد کہہ کر اللہ کے حضور حاضری دینے سے غفلت دور ہوتی ہے اور گناہوں کے اثرات مٹ جاتے ہیں۔ سجدے کی حالت میں مؤمن اللہ سے انتہائی قریب ہو جاتا ہے اور اس قرب کے نتیجے میں ایمان بڑھتا اور ترقی پاتا ہے۔

سرکشی نے کر دیئے دھندلے نقوشِ بندگی
آؤ سجدے میں گریں لوحِ جبیں تازہ کریں

3۔ نیک لوگوں کی صحبت

ایمان کی تازگی برقرار رکھنے کے لیے ایمان والوں کی صحبت اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) ''سچوں کے ساتھ ہو کر رہو۔'' اچھے اور سچے دوست ہمارے ایمان کے محافظ ثابت ہوتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں کھانے پینے کی اشیاء کی تازگی اور خوشبو دیر تک قائم رکھنے کے لیے انہیں سیل بند ڈبوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ نیک ہمنشیں بھی ہمارے ایمان کے لیے اسی سیل کا کام کرتے ہیں۔ جو ایمان ہم نے تلاوت قرآن اور نماز سے حاصل کیا تھا یہ سیل اُس کی تازگی اور خوشبو کو برقرار رکھتی ہے اور اُس میں کمی نہیں آنے دیتی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے دوستوں کے انتخاب میں بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ہم سب کو ایک دوسرے کی تائید اور تقویت کا ذریعہ بننا چاہئے اور ایک دوسرے کی اچھی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں تاکہ ہمارا ایمان بڑھتا رہے۔ آپ ﷺ نے اس حقیقت کو ایک بہت اچھی مثال سے واضح فرمایا ہے کہ اچھے اور برے دوست کی مثال عطر فروش اور لوہار کی سی ہے۔ اگر عطر فروش کے پاس بیٹھو گے تو اس سے عطر خرید لو گے یا اس کی خوشبو تمہارے کپڑوں میں بس جائے گی اور اگر لوہار کے پاس بیٹھو گے تو اپنے کپڑے جلا لو گے یا کم از کم بھٹی کا دھواں اور گرد و غبار کپڑوں پر لگ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حقیقی ایمان کا شعور حاصل کریں۔ اس کی آبیاری کی فکر کریں اور اُس کے نتیجے میں خلق حسن اپنے اندر پیدا کر سکیں۔ (آمین)

خاموشی

خاموشی

عبادت ہے بغیر محنت کے	ہیبت ہے بغیر سلطنت کے
قلعہ ہے بغیر دیوار کے'	فتحیابی ہے بغیر ہتھیار کے
آرام ہے کراماً کاتبین کا'	قلعہ ہے مؤمنین کا'
شیوہ ہے عاجزوں کا'	دبدبہ ہے حاکموں کا'
مخزن ہے حکمتوں کا'	جواب ہے جاہلوں کا۔

(امام غزالیؒ)

گفتگو کی حیا

مسز محمد حامد حسن

حیا کے معنی شرم کے ہیں اور شریعت کی نظر میں حیا سے مراد وہ جھجک' تامل اور بے چینی ہے جو کوئی فحش' گناہ آلود یا ناپسندیدہ کام یا بات کرنے کے خیال سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ گویا حیا وہ فطری قوت یا جذبہ ہے جو انسان کو فحش اور غلط کام کرنے سے روکتا ہے۔ جس شخص کے دل کی کیفیت ایسی ہو کہ جب وہ کسی برے کام کو کرنے کا خیال کرے تو اس کے دل کے اندر ایک احتجاج اٹھ کھڑا ہو کہ "یہ برائی ہے" اور اسے کرنا شرمناک' تو اس شخص کو باحیا کہا جائے گا۔ اور جو شخص جتنا باحیا ہوگا اتنا ہی ایمان کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہوگا اس لیے کہ نبیؐ نے فرمایا:

"حیا اور ایمان ساتھ ساتھ ہیں۔ جب ان میں سے کوئی ایک رخصت ہو جاتا ہے تو دوسرا بھی خود بخود ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔" (حدیث)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دنیا کے جن معاشروں میں حیا زیادہ ہے وہاں جرائم کم ہیں اور ایسی بیماریاں جو بے حیائی کے ساتھ منسلک ہیں وہ بھی کم ہیں۔ اور جہاں حیا کم...... وہاں امراض زیادہ ہیں۔ اگر ہم روم و یونان اور مصر کی تہذیبوں کے زوال پر غور کریں' بابل کی عظیم تہذیبوں کے عروج وزوال کے قصے پڑھیں تو اُن کی تباہی کا ایک بڑا سبب بے حیائی ہے۔

دین میں حیا کا دائرہ وسیع ہونے کے باعث دل میں آنے والے ایک ایک جذبے اور دماغ میں آنے والے خیالات اور سوچوں کو بھی اس کسوٹی پر پرکھنا ہوتا ہے اور تطہیر افکار کے نتیجے میں دل ودماغ کو وہ پاکی نصیب ہوتی ہے جس سے دل ایمان سے منور ہو جاتا ہے۔ اس لیے حیا کا اصل مقصود دل کی پاکیزگی ہے...... کیونکہ خیالات ہی الفاظ بنتے ہیں۔ الفاظ ہی اخلاق و کردار......

اگر ہم اخلاق و کردار کو بہتر کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے خیالات کو درست کرنا ہوگا اور برے اور بے ہودہ خیالات سے اپنے آپ کو بچانا ہوگا۔ مگر دل کے ساتھ ساتھ زبان کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے کہ یہی دل کی کیفیت کا ذریعہ اظہار ہے۔

زبان اگرچہ بظاہر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ اس کا گناہ بھی سب سے زیادہ ہے اور اطاعت بھی سب سے بڑھ کر...... کیونکہ کفر و ایمان جو بڑے درجے کی طغیانی یا طاقت کہلاتے ہیں ان کا اظہار زبان ہی سے ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ زبان عقل کی نائب ہے اور عقل ایسی چیز ہے جس کے احاطہ سے کوئی شے باہر نہیں اور جو کچھ عقل' وہم اور خیال میں آتا ہے زبان اس کی تعبیر کرتی ہے

> **نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:**
> **انسان کوئی بات کہتا ہے اور (اُسے اتنی معمولی سمجھتا ہے کہ) اُس کے کہنے میں اُسے کوئی حرج نہیں آتا' مگر (حقیقت میں وہ اتنی بُری ہوتی ہے کہ) اُس کے بدلے وہ ستر برس کی راہ تک آگ میں گرتا جائے گا**

جبکہ دوسرے اعضاء کو یہ امتیاز حاصل نہیں گویا زبان کی حکومت دل کی طرح ساری مملکت پر ہے۔ اس کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ جیسے زبان خیر کی بات بولنے پر قدرت رکھتی ہے اسی طرح شر کے بولنے پر بھی قادر ہے۔ اسی لیے نبیؐ نے فرمایا:

"انسان کوئی بات کہتا ہے اور (اسے اتنا معمولی سمجھتا ہے کہ) اس کے کہنے میں اسے کوئی حرج نہیں آتا مگر (حقیقت میں وہ اتنی بری ہوتی ہے کہ) اس کے بدلے وہ ستر برس کی راہ تک آگ میں گرتا جائے گا۔" (ترمذی)

یہ اور اس طرح کی اور احادیث ہمیں زبان کے غلط استعمال سے روکتی ہیں' جس میں غیبت' گالم گلوچ اور دیگر اخلاقی کمزوریاں بھی شامل ہیں اور بری باتیں یا فحش موضوعات پر گفتگو بھی ہے۔

حضورؐ نے جن چیزوں کی ضمانت پر جنت کی ضمانت دی ہے اس میں شرمگاہ کے علاوہ زبان بھی شامل ہے۔ ایک اور حدیث کا مفہوم یوں ہے کہ "جسم کا ہر عضو زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔ شہوانی گفتگو کرنا زبان کا اور سننا کان کا زنا ہے۔ اسلام میں گانا سننا اسی لیے منع ہے کہ یہ روح کی ناجائز لذت اور زنا کا دروازہ ہے۔

چونکہ زبان کے فتنے بہت بڑے ہیں اور اس سے بچنے کی کوئی صورت سوائے خاموشی کے نہیں' لہٰذا نبیؐ نے فرمایا:

"سکوت حکمت ہے اور اس کے کرنے والے کم ہیں"
اور فرمایا: "جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔"
(حدیث)

عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اپنی زبان کو روک کر رکھ...... اور اپنے گناہوں پر رو۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان جن گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے ان میں سے بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کے لیے زبان ہی آلہ کار بنتی ہے۔ زبان کے ذریعے ہونے والے گناہوں کی ان گنت اقسام ہیں۔ مثلاً غیبت' چغلی' بہتان' بدزبانی' بے ہودہ گوئی' عیب جوئی' نکتہ چینی' طعن و تشنیع غلط ملط افواہیں پھیلانا' لوگوں کا مضحکہ اڑانا' لوگوں کو عار دلانا' لوگوں کی آبرو ریزی کرنا' خوشامد کرنا' اترانا اور فخر کرنا' لعنتیں بھیجنا' میت پر نوحہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب گناہ ایسے ہیں جو زبان کے ذریعے ہی کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح حسد' بغض' طیش وغیرہ کئی روحانی امراض ایسے ہیں جن کے اظہار کے لیے زبان ہی کو استعمال کیا جاتا ہے۔

اگر انسان نبیؐ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے صرف اپنی زبان کو لگام دے تو ان گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کے بارے میں روایت ہے کہ عشاء کے بعد اپنے بعض گھر والوں کو کہلا بھیجتیں کہ کیا اب بھی تم لکھنے والے فرشتوں کو آرام نہیں دیتے۔ (موطا)

مراد یہ ہے کہ اب سو جاؤ تاکہ فرشتے جو تمہارے اقوال و اعمال لکھ رہے ہیں انہیں لکھنے سے ذرا آرام ملے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لایعنی گفتگو کے نقصانات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انسان جتنے کام یا کلام کرتا ہے بظاہر اس کی تین قسمیں ہیں:

1- مفید: جس میں دین یا دنیا کا کوئی نقصان نہ ہو۔
2- مضر: جس میں دین یا دنیا کا کوئی نقصان ہو
3- نہ مفید نہ مضر: جس میں کوئی فائدہ ہو نہ نقصان۔

اس تیسری قسم کو حدیث میں "لایعنی" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن جب ذرا غور سے کام لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تیسری قسم بھی درحقیقت دوسری قسم یعنی مضر میں داخل ہے کیونکہ وہ وقت جو ایسے کام یا کلام میں صرف کیا گیا اگر اس میں ایک دفعہ سبحان اللہ کہہ لیتا تو میزان عمل کا آدھا پلڑا بھر جاتا۔ کوئی اور مفید کام کرتا تو گناہوں کا کفارہ اور نجات آخرت کا ذریعہ یا کم از کم دنیا کی ضرورتوں سے بے

فکری کا سبب بنتا۔

اس وقت عزیز کو بے فائدہ کام یا کلام میں خرچ کرنا ایسا ہے جیسے کسی کو اختیار دیا جائے کہ چاہے جواہرات اور سونے چاندی کا ایک خزانہ لے لو یا مٹی کا ڈھیلا اور وہ خزانہ کے بجائے مٹی کا ڈھیلا اٹھانے کو اختیار کرلے جس کا خسارہ عظیم اور نقصان ہونا ظاہر ہے۔

(گناہ بے لذت' از مفتی محمد شفیع)

بے لگام زبان کے نقصانات کے بارے میں سلف صالحین کے بہت سے اقوال روایت کئے گئے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مصیبت کی جڑ کی بنیاد انسان کی گفتگو ہے۔''

حضرت عثمان فرماتے ہیں:

''زبان کی لغزش قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے''

حضرت علیؓ کا فرمان ہے:

''زبان وہ درندہ ہے کہ چھوڑ دو تو کاٹ کھائے۔''

غرضیکہ زبان کی حفاظت کرنا...... گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہنا اور حیا و حدود کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ سید مودودیؒ کے بقول ''کسی بھی قوم کی ذہنی غلامی کے آثار یہ ہیں کہ وہ دوسری قوم کا لباس اور اس کی زبان اختیار کرنے لگیں۔

حیا کے بارے میں نبی کا اسوۂ دیکھیں تو حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ:

''نبی ﷺ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے اور جب آپؐ کوئی ایسی شے دیکھتے جو آپ کو ناپسند ہوتی تو ہم آپؐ کے چہرے کی کیفیت سے پہچان لیتے تھے کہ آپ کو یہ ناپسند ہے۔(بخاری)

اسی حیا کے لیے نبیؐ نے خود بھی اپنے معمولات میں یہ دعا شامل رکھی اور امت کو بھی سکھائی۔

اللھم انی اسئلك الھدی والتقی والعفاف والغنی۔

''اے اللہ میں تجھ سے ہدایت اور تقویٰ اور پاکدامنی اور غنی (بے نیازی) کا سوال کرتا ہوں۔''

حیا اٹھ جانے کی صورت میں افراد اور معاشرہ دونوں ہی جس قسم کے نقصانات سے دوچار ہوتے ہیں اس کی تصویر ہم مغربی معاشرے میں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ گناہوں اور جرائم کا ارتکاب' اقدار کی پامالی اور معاشرتی بے راہ روی اس قدر آگے جا چکی ہے کہ اب واپسی کا راستہ بھی سجھائی نہیں دیتا۔ 2000ء میں انگلستان میں عورتوں سے ایک سروے ہوا کہ واپس جانا چاہتی ہو یا اپنی اسی حالت پر خوش ہو۔ 98 فیصد خواتین نے کہا کہ واپس جانا چاہتی ہیں

لیکن نہ ہی ماں باپ مانتے ہیں اور نہ ہی شوہر اور اب خود ہمارے ہاں بھی وہ حیا سوز مناظر دیکھنے کو اور سننے کو مل رہے ہیں جو پہلے یورپ اور امریکہ کے لیے مخصوص سمجھے جاتے تھے۔ شخصی آزادی کے نام پر مادر پدر آزادی سے آج خاندانی نظام کو تباہ کر رہی ہے۔

تہذیب و ثقافت اور کلچر کے نام پر...... آج میڈیا......وہ سب کچھ نوجوان نسل کے سامنے پیش کر رہا ہے جس کا تصور بھی ایک مسلمان معاشرے میں محال تھا......! فیملی پلاننگ کے اشتہارات' ٹی وی میں دیگر اشتہارات......

عمل کے لیے حکمت عملی طے کرنا آپ کا اپنا کام ہے۔ مگر پھر بھی چند باتیں ایسی ہیں' جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

حیا کا حسن تب تک باقی ہے جب آپ دیگر فضائل' اخلاق کو بھی اپنی ذات کا حصہ بنائیں۔ حیا خواہ افعال میں ہو یا......اقوال میں......اس کا بالخصوص اہتمام رکھیں۔

خوشی ہو یا غمی...... آپ بھی حیا کو پامال نہ ہونے دیں۔ خواہ آپ کے اپنے گھر میں کوئی تقریب ہو یا خدانخواستہ غم کا کوئی موقع۔ اس بات کا اہتمام رکھیں کہ تمام انتظامات مخلوط کی بجائے علیحدہ ہوں۔ پھر بھی احتیاطاً اپنی

ہمیں وہ نام نہاد روشن خیالی نہیں چاہیئے جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے دور کر دے۔ اہل مغرب کی پیروی میں نجات نہیں' ہلاکت ہے

خواہ وہ چائے کے ہوں یا کولڈ ڈرنک کے......ایسے حیا سوز کلمات کے ساتھ ہیں' جو ایک باحیا مسلمان کو شرما دینے کے لیے کافی ہیں!!!

میڈیا اس وقت ان چند ہاتھوں میں ہے جو پوری دنیا کے ذہنوں کو اپنے رخ پر موڑنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ چند افراد میڈیا کے ذریعے دنیا کے اربوں انسانوں کے ذہنی رویوں کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ اب براہ راست مسلح تصادم کی ضرورت نہیں۔ بلکہ میڈیا کے ذریعے اپنی تہذیب و ثقافت کی یلغار کرتے ہوئے پہلے قلب و نظر کی طہارت ......اور پھر آزادی عمل......سلب کرلی جاتی ہے۔ اس طرح گھر بیٹھے مغربی تہذیب...... ذہنی و فکری اور ثقافتی و تہذیبی برتری حاصل کر رہی ہے۔

یہ سب اس معاشرے کے اندر ہو رہا ہے جو اس دین کا علم اٹھائے ہوئے ہے جس نے کبھی مخلوط ماحول کو بھی گوارا نہیں کیا۔ اس بے حیائی اور بے باکی کو تہذیب جدید کا نام دینا حماقت ہے۔ ہمیں وہ جدید روشنی نہیں چاہیئے جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول سے دور کردے۔ اہل مغرب کی پیروی میں نجات نہیں' ہلاکت ہے۔ مغرب تو اندھیروں کی جگہ ہے وہاں جا کر تو سورج بھی ڈوب جاتا ہے۔ مشرق روشنیوں کی جگہ ہے ہمیں اس کی اقدار و ثقافت کو اپنانا ہوگا۔ اگر ہم مشرق کو چھوڑ کر مغرب کی طرف دوڑیں گے تو سوائے کالی رات کے وہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔

ہمارے ساتھ بہت بڑا دھوکہ ہوا......آوارگی اب کو ماڈرنزم' ناچ گانے کو ثقافت کہہ دیا گیا۔ اب تو ہمیں ہوش میں آجانا چاہیئے کہ اللہ کے احکام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔

معاشرے کے ماحول اور اس کی فضا کو فحشاء و منکرات سے پاک کرنے کے لیے اسلام ایک پورا نظام اور طریقہ کار دیتا ہے۔ گو کہ اپنے حالات کے مطابق سوچنا اور

آواز پست رکھیں۔

آج کل بے حیائی کا سب سے بڑا ذریعہ میڈیا ہے۔ یہ خیال رہے کہ اس کا داخلہ آپ کے گھروں میں کس قدر ہے۔ بالخصوص ٹی وی کے اثرات سے بچنے کے لیے شعوری کوشش کریں۔ کیونکہ اسی طرح سے خیالات کی پاکیزگی اور حفاظت ممکن ہے۔

آخر میں نعیم صدیقی صاحب کی کتاب ''عورت معرض کشاکش میں'' سے ایک پیراگراف ملاحظہ کریں جو ان تمام باتوں کا نچوڑ ہے۔

''جذبہ حیا درحقیقت انفرادی اور قومی اخلاق کا پاسبان ہے اور ضمیر کی اصل قوت اسی جذبے سے بنتی ہے۔ کسی غلط حرکت' کسی بے جا اقدام اور کسی لغو گوئی کے راستے میں یہی جذبہ حیا ہے جو روک بنتا ہے۔ یہی ہے جو آپ میں تامل پیدا کرتا ہے' ٹھٹھک پیدا کرتا ہے' احساس ذمہ داری کو ابھارتا ہے' اخلاقی تقاضوں کا لحاظ پیدا کرتا ہے' سوسائٹی کی اعلیٰ قدروں کا احترام ابھارتا ہے۔ یعنی ''حیا'' کا میدان عمل صرف جنسی تقاضوں کا دائرہ ہی نہیں بلکہ ساری اخلاقی زندگی میں اس کا دخل ہے۔ یہ نام ہے اس روک کا جو فطرتاً ہر انسان میں برائی اور ظلم' تہذیب سے گری ہوئی حرکات کے لیے کسی نہ کسی درجے میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اسلامی نظام فکر اسی لیے حیا کو ایمان کا ایک اہم شعبہ قرار دیتا ہے۔''

عمل

حضرت ابوحازم فرماتے ہیں کہ: ''ہمارے زمانے کے علماء باتوں ہی پر راضی ہو گئے ہیں اور عمل چھوڑ دیئے ہیں۔ سلف ایسے تھے کہ عمل کرتے تھے مگر لوگوں سے نہ کہتے۔ پھر بعد کے لوگ ایسے ہوئے جو کرتے تھے اور کہتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ہوئے کہ وہ کہتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ نہ کہیں گے اور نہ کریں گے۔''

حسد

ایک تباہ کن جذبہ

زیرک ضیاء

حسد کی مذمت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"حسد نیکیوں کو ایسے کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو" (ابوداؤد)

چنانچہ آپؐ نے اس سے منع فرمایا:

آپس میں حسد نہ کرو' نہ ایک دوسرے سے ملنا چھوڑو' نہ بغض کرو' نہ ناطہ توڑو اور ہو جاؤ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک دن ہم حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اب اس راہ سے ایک جنتی تمہارے سامنے آئے گا۔ اتنے میں ایک انصاری صحابی بائیں ہاتھ میں جوتیاں لئے ہوئے داڑھی میں سے وضو کا پانی ٹپکتا ہوا نمودار ہوا اور السلام علیکم کہا۔ جب دوسرا دن ہوا تو آپؐ نے پھر وہی کلمات فرمائے۔ اس روز بھی وہی صحابی نمودار ہوئے۔ اسی طرح تیسرے روز بھی یہی ماجرا پیش آیا۔ جب حضور ﷺ تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ان صحابی کے پیچھے گئے اور بہانہ کر کے ان کے مکان میں تین راتیں گزاریں تاکہ ان کے اعمال دیکھیں۔ معلوم ہوا کہ رات کو ہر کروٹ پر وہ صحابی ذکر الٰہی کر لیتے ہیں اور جب بھی کوئی کلمہ کہا بہتر ہی کہا۔ جب تین دن گزر گئے تو حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ "مجھے ان کے عمل کچھ زیادہ دکھائی نہ دیئے تب انہوں نے ان کے ساتھ رہنے کی وجہ بتائی کہ تمہاری شان میں حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے جنتی ہونے کے الفاظ سنے اور فیصلہ کیا کہ دیکھوں وہ کیا عمل ہے جس کی بنا پر تم جنتی ہوئے۔ عمل تو تمہارا زیادہ نہیں' پھر اس رتبے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ یہی عمل ہے جو تم نے دیکھا۔ جب میں ان کے پاس سے چلا تو انہوں نے واپس بلا کر فرمایا کہ بھائی عمل تو یہی ہے جو تم نے دیکھا مگر اتنی بات ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو عطا کرتا ہے اس پر میرے دل میں کچھ کدورت اور حسد نہیں آتا۔ میں نے کہا کہ بس یہی وہ بات ہے جس سے تم کو یہ رتبہ ملا۔ یہ بات ہم سے نہ ہو سکی۔"

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جن سے کوئی خالی نہیں۔ ایک ظن' دوسری بدفالی (برے فال نکالنا) اور تیسری حسد۔ مگر میں تم کو ان سے نجات کی صورت بتائے دیتا ہوں کہ جب کوئی ظن دل سے گزرے تو اس کو ٹھیک نہ جاننا چاہئے اور جب شگون بد ہو تو اپنا کام کئے جاؤ اور جب حسد آئے تو خواہش نہ کرو۔ (دوسرے سے نعمت کے چھن جانے کی)

حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "حاسد میری نعمت کا دشمن ہے کہ میری نعمت پر غصہ ہوتا ہے اور جو کچھ میں نے لوگوں کے حق میں مقرر کر دیا ہے اس پر راضی نہیں ہوتا۔"

ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ مجھے زیادہ تر خوف اپنی امت کے معاملے میں اس بات کا ہے کہ ان کے پاس مال کی کثرت ہو اور آپس میں حسد کر کے کشت و خون کریں۔

حسد وہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے رتبے کا انکار کیا اور سجدے سے انکار کر کے اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہوا۔ اسی حسد کی بنا پر زمین پر پہلا قتل ہوا' جب قابیل نے اپنے ہاتھوں اپنے بھائی کا قتل کیا۔

حضرت ابن سیرینؒ کا قول ہے "میں نے دنیاوی چیز کے لئے کسی سے حسد نہیں کیا۔ اس لئے کہ اگر وہ شخص اہلِ جنت میں سے ہے تو دنیا پر اس سے کیا حسد کروں کہ جنت کے مقابلے میں دنیا کی کیا قدر ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو دنیا پر اس سے حسد فضول ہے۔ اس لئے کہ اس کا انجام دوزخ ہوگا۔"

حسد باطنی بیماریوں میں سے ایک ہے اور ہر باطنی بیماری کا علاج علم و عمل ہے۔ حسد سے بچنے کے لئے جس علم کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ:

1۔ آدمی اس بات کو جان لے کہ حسد دنیا و آخرت میں اس کے لئے نقصان دہ ہے اور جس سے وہ حسد کر رہا ہے اس دین و دنیا میں کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہی ہے۔

2۔ حاسد جب کسی سے اللہ کی طرف سے دی گئی نعمت حسد کریں گے تو گویا وہ اللہ کی تقدیر پر راضی نہیں اور اس سے بڑھ کر گناہ اور کیا ہوگا۔

3۔ دنیا میں حاسد کا نقصان یہ ہے کہ ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا رہتا ہے۔ یعنی جس چیز میں دوسرے کو دیکھنا چاہتا تھا خو اس میں مبتلا ہے۔

4۔ حاسد کو یہ بات سمجھنا چاہئے کہ حسد کرنے سے اگر نعمت جاتی رہتی تو دنیا میں کسی کے پاس بھی کوئی نعمت نہ ہوتی۔ حتیٰ کہ نعمتِ ایمان بھی نہ ہوتی کیونکہ کافر تو مسلمان سے ایمان کی وجہ سے حسد کرتا ہے۔

حاسد یہ سوچے کہ جب میرے حسد کرنے سے اوروں کی نعمت جاتی رہے گی تو کیا دوسروں کے حسد کرنے سے میری نعمت نہ جائے گی۔

حاسد کو یہ بات سمجھنا چاہئے کہ اگر حسد کرنے سے نعمت جاتی رہتی تو دنیا میں کسی کے پاس بھی کوئی نعمت نہ ہوتی

عملی علاج:

حسد سے جو منفی تمنا ابھرتی ہے اس کا عملی توڑ یہ ہے کہ اس غلط خواہش کے برعکس کیا جائے۔ اگر حسد کی وجہ سے اس شخص کی برائی کرنے کا دل چاہے تو زبردستی اس کی تعریف کرے۔ اگر کبر کرنے کا دل چاہے تو اس سے انکساری سے پیش آئے۔ یہ بڑے مجاہدے کا کام ہے۔

شیطان آسانی سے اس مرض پر قابو نہیں پانے دے گا۔ گو کہ علاج تلخ ہے مگر جو شخص دوا کی تلخی پر صبر نہیں کرے گا وہ شفا کی شیرینی بھی نہیں چکھے گا۔ اس سے دل محبت پر مائل ہوتا ہے' حسد اور بغض کے دکھ سے راحت پاتا ہے اور دل میں تسکین و راحت ہوتی ہے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ آدمی دوسرے پر حسد کیوں کرتا ہے جبکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے لائق سمجھ کر نعمت دی ہے تو جس کو اللہ تعالیٰ بزرگی دے اس پر حسد کیسا اور اگر کچھ اور معاملہ ہے تو ایسے شخص پر کیا حسد کرنا جس کو نعمت دوزخ کی طرف لے جاتی ہو۔ حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جو آدمی کثرت سے موت کو یاد کرے گا اس کی ہنسی اور حسد دونوں کم ہو جائیں گے۔ حکماء کا قول ہے کہ حسد ایک زخم ہے جو کبھی نہیں بھرتا ہے اور جو کچھ حاسد پر گزرتا ہے اس کو وہی کافی ہے۔

حسد ہر حال میں حرام ہے۔ سوائے اس نعمت پر جو کسی کافر یا فاجر کے ہاتھ لگی ہو جس سے وہ فتنہ و فساد کرتا ہو' اس کے زوال کا خواہش مند ہونا باعث گناہ نہیں ہے۔

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین

مختصر تعارف

بیگم شیخ رحیم الدین

دین اسلام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنا کوئی اضافی نیکی نہیں بلکہ یہ ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے۔ تنظیم اسلامی اجتماعی طور پر اسی فرض کی ادائیگی کے لیے کوشاں ہے اور ممکنہ حد تک اسلامی انقلابی نظریہ کو عام کرنے اور اس کے لیے سارے جائز ذرائع استعمال کر رہی ہے تاکہ مسلمانوں کو اپنے فرائض کا احساس ہو اور وہ دین توحید کو خود بھی اختیار کریں اور اجتماعی نظام میں بھی اسے رائج کریں۔

اس کے لیے ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو مذہبی اور مسلکی گروہ بندیوں سے پاک ہو۔ چنانچہ تنظیم اسلامی ایک ایسی ہی جماعت ہے جو بیعت سمع وطاعت کی مضبوط منصوص مسنون وماثور اساس پر قائم کی گئی ہے۔

تنظیم اسلامی کے بانی محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ ہیں، جن کی اشاعت قرآن کے ضمن میں مخلصانہ خدمات پوری دنیا میں جانی پہچانی جاتی ہیں اور اب اس جماعت کے امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب ہیں جن کے ہاتھ پر تنظیم اسلامی کے رفقاء و رفیقات نے بیعت سمع وطاعت فی المعروف اور ہجرت وجہاد فی سبیل اللہ کی ہے۔

قیام نظام خلافت کے لیے تنظیم اسلامی کے پیش نظر طریقہ کار یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کی غرض سے سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار ہوں وہ سب سے پہلے اپنے اوپر اللہ کے احکامات کو نافذ کریں اور اپنے دائرہ کار میں بھی شریعت اسلامی کو نافذ کریں اور مقدور بھر اس کی دعوت دیں۔ اپنی اور اپنے گھر والوں اور اپنے ساتھیوں کی اصلاح اور تزکیہ کرتے رہیں، تحریر وتقریر کے ذریعے بھلائی کی دعوت دیتے رہیں اور منکرات سے روکتے رہیں جب تک کہ مناسب تعداد میں ایسے لوگ تیار نہ ہو جائیں جو باطل نظام کو بدلنے کے لیے کافی ہوں۔

حلقہ خواتین

حلقہ خواتین تنظیم اسلامی کا قیام آج سے تقریباً تیئس سال قبل 1983ء میں عمل میں آیا تھا جب کچھ خواتین نے بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور تنظیم میں شامل ہوئیں۔

الحمدللہ اب یہ حلقہ بہتر طور پر منظم اور فعال ہو چکا ہے اس کی ناظمہ بانی تنظیم کی اہلیہ صاحبہ ہیں جو خود بھی درس قرآن کے ذریعے تنظیم اسلامی کی دعوت کو وسیع تر حلقے میں پہنچانے کا فریضہ مؤثر طور پر انجام دے رہی ہیں اور ان کی معاونت کے لیے انہیں سرگرم رفیقات کا تعاون بھی حاصل ہے جن میں ان کی اپنی بیٹیاں اور بہوویں بھی شامل ہیں۔

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کا مرکزی دفتر قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور میں اور حلقہ لاہور کا مرکز

> **حلقہ خواتین تنظیم اسلامی کا قیام 1983 میں عمل میں آیا، جب کچھ خواتین نے بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار مدظلہ کی بیعت کی اور تنظیم میں شامل ہوئیں**

گڑھی شاہو میں واقع ہے۔ کراچی، اسلام آباد اور ملتان میں باقاعدہ نظم قائم ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے اور دو منفرد اسرے ہیں جو براہ راست حلقہ لاہور کے تحت ہیں۔

حلقہ لاہور

حلقہ لاہور پانچ تناظیم (i) شرقی (ii) شمالی (iii) جنوبی (iv) وسطی (v) کینٹ پر مشتمل ہے۔ اور ان کے تحت 24 اسرے ہیں۔ ہر تنظیم کی مقامی ناظمہ علیحدہ ہیں اور ان میں کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ سات اسرے ہیں۔ تمام اسروں کے پروگرام مقررہ نصاب کے مطابق ہوئے ہیں جن میں مبتدی اور ملتزم رفیقات کا علیحدہ علیحدہ نصاب ہے اور جو رفیقات بوجوہ اسروں میں شرکت نہیں کر سکتیں وہ بذریعہ خط وکتابت کورس نصاب مکمل کر لیتی ہیں۔ مقررہ نصاب کی تکمیل کے بعد رفیقات کا امتحان ہوتا ہے اور انہیں اسناد دی جاتی ہیں۔ اسروں کے پروگراموں کے علاوہ عمومی دعوتی پروگرام بھی باقاعدگی سے ہوتے ہیں جس میں درس قرآن، درس حدیث اور ترجمہ وتجوید اور عربی گرائمر کی کلاسز ہوتی ہیں۔

تربیتی نصاب کے ضمن میں اخلاقیات کو بہتر سے بہتر بنانے اور شرعی پردہ پر عمل پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے تاکہ رفیقات قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہو کر علم وعمل کی بہترین مثال بن سکیں اور اپنی اولاد اور دیگر محرم رشتہ داروں کی رہنمائی دینی اصولوں کے مطابق کر سکیں۔

حلقہ کراچی

حلقہ کراچی میں سات تناظیم قائم ہیں اور ہر تنظیم کی علیحدہ علیحدہ مقامی ناظمہ مقرر ہیں اور تمام تناظیم کی مرکزی ناظمہ، ناظمہ کراچی ہیں جو تمام ناظمات ونقیبات کی رہنمائی اور نگرانی کرتی ہیں اور پروگرام ان کے مشورے سے ترتیب دیئے جاتے ہیں۔

یہاں بھی تمام اسروں میں مقررہ نصاب کی تکمیل کروائی جاتی ہے، جو ملتزم اور مبتدی رفیقات علیحدہ علیحدہ کرتی ہیں اور ترجمہ وتجوید اور عربی گرائمر کی کلاسز بھی باقاعدگی سے ہوتی ہیں۔

حلقہ راولپنڈی واسلام آباد

حلقہ راولپنڈی و اسلام آباد کے تحت بھی نظم قائم ہے۔ یہاں ایک مقامی ناظمہ ہیں اور چار اسرے قائم ہیں اور مقررہ نصاب کے مطابق پروگرام ہوتے ہیں اور مقامی ناظمہ براہ راست مرکز کو رپورٹ کرتی ہیں اور نقیبات ان کے مشورے سے پروگرام ترتیب دیتی ہیں جو مقررہ نصاب کے مطابق ہوتے ہیں اور رفیقات کی انفرادی رپورٹس بھی مرکز میں آتی ہیں۔

حلقہ ملتان

حلقہ ملتان میں بھی دو اُسرے ہیں اور ایک مقامی ناظمہ ہیں اور یہاں بھی مقررہ نصاب کے مطابق اسروں کے پروگرام نقیبات ناظمہ کے مشورے سے ترتیب دیتی ہیں اور ترجمہ وتجوید اور عربی گرائمر کی کلاسز ہوتی ہیں اور ان کی رپورٹس بھی مرکز میں جمع ہوتی ہیں۔

ان چار شہروں کے علاوہ پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے سولہ شہروں میں اسرے قائم ہیں ان کی ایک ایک نقیبہ ہے جو براہِ راست مرکز کو رپورٹ کرتی ہیں اور اعانت بھی مرکز میں جمع ہوتی ہے اور بذریعہ خط اور ٹیلی فون نقیبات رابطہ کرتی ہیں جن کی مرکز سے بھرپور رہنمائی کی جاتی ہے۔

اسروں کے علاوہ ملک کے مختلف علاقوں میں بھی منفرد رفیقات ہیں ان کا بھی مرکز سے رابطہ ہوتا ہے اور یہیں

سے ان کو ہدایات اور رہنمائی دی جاتی ہے۔

بیرونِ پاکستان

پاکستان کے علاوہ لندن' امریکہ' کینیڈا' ملائیشیا میں بھی رفیقات اور اسرے قائم ہیں اور مڈل ایسٹ کے مختلف علاقوں میں مثلاً ابوظہبی' دبئی' شارجہ' سعودیہ میں بھی اسرے قائم ہیں۔ ان سب کا مرکز سے رابطہ رہتا ہے اور رپورٹس اور اعانتیں بھی مرکز میں جمع ہوتی ہیں۔

مرکزی دفتر حلقہ خواتین

ہر منگل اور بدھ کو ہفتے میں دو دن دن 11:00 تا 1:00 بجے ضروری دفتری امور سر انجام دیئے جاتے ہیں مثلاً رفیقات کے اور دیگر خواتین کے خطوط کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ رفیقات کی رپورٹس پر محاسبہ کیا جاتا ہے۔

حلقہ خواتین کی جانب سے گرمیوں کی چھٹیوں میں سمر کورس کروایا جاتا ہے جس میں طالبات اور خواتین کی دینی تربیت کے لیے منتخب کورس ترتیب دیا جاتا ہے۔ ہر ماہ کے پہلے ہفتے کے دن خواتین کا ماہانہ اجتماع گذشتہ پچیس سال سے باقاعدگی سے جاری ہے جس میں درس قرآن و حدیث اور مختلف موضوعات اور حالات حاضرہ پر تقاریر ہوتی ہیں۔

حلقہ خواتین میں شعبہ بیت المال بھی قائم ہے جہاں رفیقات حسب استطاعت تنظیم اسلامی کے لیے اعانت جمع کروائی ہیں جو بعد میں تنظیم کے مرکزی بیت المال میں جمع کروادی جاتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور ملک میں دین اسلام کا نفاذ فرمائے۔ (آمین!)

بقیہ: نظم و ضبط

پر تم لعنت بھیجو گے اور وہ تم پر لعنت برسائیں گے۔'' راوی کہتے ہیں کہ ہم نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا ہم ایسے حکمرانوں کو اتار پھینکیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز کا نظام قائم رکھیں''۔ (مسلم)

بیعت کرنا

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے۔ جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تھا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ میرے بعد خلفاء ہوں گے اور وہ بہت سے ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کی: آپؐ ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''پہلے ان کی بیعت کا حق ادا کرو پھر ان کے حقوق ادا کرو اور اپنے حقوق کے بارے میں اللہ سے دعا کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا ان کے بارے میں جو ان کی اہلیت ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین

رابطہ کے لیے فون نمبرز/ پتے

- تنظیم اسلامی حلقہ خواتین پاکستان
  مرکزی دفتر' قرآن اکیڈمی' 36-K' ماڈل ٹاؤن لاہور
  فون دفتر: 03-5869501 فون ناظمہ علیاء صاحبہ: 5834249
- تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور
  67-A علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور
  فون دفتر: 6366638 فون ناظمہ لاہور: 6304338
- تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کراچی
  حق سکوائر' عقب اشفاق میموریل ہسپتال یونیورسٹی روڈ' گلشن اقبال' کراچی
  فون دفتر: 4993464 فون ناظمہ: 4964597
- تنظیم اسلامی حلقہ خواتین پنڈی/اسلام آباد
  مکان نمبر 1231' گلی نمبر 84' سیکٹر G-9/4 اسلام آباد فون: 2253236
- تنظیم اسلامی حلقہ خواتین سرگودھا
  کوٹھی نمبر 16' بلاک 25' بالمقابل فاروقی مسجد فاروق اعظم روڈ' سرگودھا
- تنظیم اسلامی حلقہ خواتین فیصل آباد
  کاشانہ مبشر' مکان P-112' گلی 4' گلبہار کالونی' ستیانہ روڈ' فیصل آباد فون: 727390-724214
- تنظیم اسلامی حلقہ خواتین ملتان
  قرآن اکیڈمی' 25۔ آفیسرز کالونی' ملتان فون: 520451-223186

دعا

(ایک خاتون)

تری عظمت' تری وسعت' تری قدرت' تری وحدت
جو ہر ذرے میں پنہاں ہے
میرے رب! تو کہ ہر لحظہ میرے نزدیک ہوتا ہے
یہ قربت ایسی قربت ہے
جہاں شہ رگ بھی پیچھے ہے
مگر میں اس قدر غافل
کہ یہ بھی بھول جاتی ہوں
مرے ہر جذبے کی آہٹ تو پہلے تُو ہی سنتا ہے
میری سوچوں کے ہر محور کو بہتر جانتا ہے تُو
مگر پھر بھی خیالوں کا جہاں آباد رہتا ہے
ارادے اور عمل کو نفس یوں مرعوب کرتا ہے
کہ ابلیس لعیں اکثر ہی مجھ سے شاد رہتا ہے
مرے رب! راہنمائی کر
مرے رب! راہبری فرما
مری انگلی پکڑ کر تُو
چلا مجھ کو رہ حق پر
میں عاجز ہوں' میرے اللہ!
میرے رب! ناتواں ہوں میں
تو مالا مال کر دے دولتِ ایمان سے مجھ کو
محبت اپنی بھر دے' اس دل بے تاب کے اندر
عمل میں اتنی قوت دے کہ باطل بھی ہراساں ہو
عمل میں سنتِ نبوی ﷺ کی برکت دے میرے مولا!
بنا غازی مجھے کردار کی'
اور راستہ گو کر دے
بھلائی تیرے بندوں ہی کی چاہوں ہر گھڑی یارب!
رضا حاصل کروں تیری' یہ نصب العین ہو میرا
تو رب العالمیں ہے
التجا میری بھی سن لے تُو
میں کم تر ہوں
مگر اے رب!
میں ہوں تیرے ہی بندوں میں

(انتخاب از ''بتول'')

داعی الی اللہ کے اوصاف

بلقیس عزیز

﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ......ؕ﴾ (الحج:75)
''اللہ چن لیتا ہے ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں اور انسانوں میں سے بھی۔''
﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾
''اللہ بہتر جانتا ہے اپنی رسالت کا کام کس سے لے اور کس طرح لے''۔

یہ اللہ ہی تو ہے جس نے عرب کے گھٹا ٹوپ اندھیرے جنگل میں سے ایک امّی حضرت محمد عربی ﷺ کو اپنے دین کی اقامت کے لیے چنا۔ اور آپؐ نے ایک روشن سورج بن کر تا قیامت ساری دنیا میں روشنی بکھیر دی۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔ اور کون ہے جو اس بارگراں کو اٹھا سکتا ہے اور کس میں اتنی صلاحیتیں ہیں کہ استقامت کے ساتھ باطل کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑا ہو جائے۔ اور کسی حال اس کے قدم نہ ڈگمگائیں' کوئی نئی تحریک یا نیا انقلاب آسانی سے برپا نہیں ہو جاتا' اس کے لیے جان مال وقت کھپانا پڑتا ہے۔ صبر اور برداشت کی مثالیں قائم کرنا پڑتی ہیں۔

داعی حق کا بنیادی وصف اپنے لوگوں کے لیے فکر اور اضطراب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا حال یہ تھا کہ اپنی قوم کی گمراہی پر کڑھتے اور پہروں اس غم میں ڈوبے رہتے کہ کس طرح ان نادانوں کو ذلت اور تباہی سے نکالیں۔ آپؐ کی کیفیت دیکھ کر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور اللہ نے اپنے بندے سے پیار بھرے انداز میں فرمایا' اے چادر میں لپٹ کر گھلنے والے! غم سے اپنے کو ہلکان نہ کرو بلکہ اٹھو اور پورے یقین کی قوت کے ساتھ اپنی قوم کو بتاؤ کہ اس شرک اور معصیت کا انجام انتہائی تباہ کن ہے۔

آپؐ کو فریضۂ رسالت کا شدید ترین احساس رضائے الٰہی کا بے پایاں شوق' انسانیت کا سچا درد اور فلاح آخرت کی غیر معمولی فکر' یہ چار چیزیں تھیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اقامت دین کے مشن کو کامیاب کیا۔ آج آپؐ سے تعلق جوڑنے والے ہر داعی کو داعیٔ اعظم کا کردار اپنانا ہے۔ داعیٔ اعظم کی اقامت دین کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شوق اور جذبہ سے سرشار ایک بے قرار انسان جسے شب و روز ایک ہی فکر ہے' ایک ہی دھن ہے' ایک ہی غم ہے' ایک ہی لگن ہے کہ اللہ سے بچھڑے بندے اللہ سے مل جائیں' جس کا شوق' جس کا ولولہ' جس کی تڑپ' جس کی لگن اور حوصلہ اس کو کسی طرح چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ وہ ہر وقت اسی دھن میں ہے کہ اپنے ربّ کو خوش کرنے کے لیے بھٹکے ہوئے بندوں کو اس سے ملائے۔ وہ اسی میں گھل کر اپنی جان ہلاک کیے دے رہا ہے کہ اللہ کے بندے اللہ کے سچے کلام پر ایمان لے آئیں۔

اوّلین محرک جو داعیٔ اعظم حضرت محمد مصطفی ﷺ کو تبلیغ حق کے لیے تڑپاتا رہتا تھا' وہ اپنے فریضہ رسالت کا

> رضا الٰہی کی طلب' بندگان خدا سے بے پایاں محبت اور انسانیت کے درد کا جو اسوہ آپؐ نے چھوڑا ہے' وہ رہتی دنیا تک داعیان حق کے لیے مشعل راہ ہے

شدید ترین احساس تھا۔ آپ ﷺ کا غیر معمولی اضطراب دیکھ کر اللہ رب العزت بار بار آپؐ کو تسلی دیتا رہا ہے کہ اے رسول آپؐ پر یہ ذمہ داری ہرگز نہیں ہے کہ آپؐ کسی کے دل میں ہدایت ڈال دیں' آپؐ کی ذمہ داری تو صرف یہ ہے کہ آپؐ حق کی دعوت پہنچا دیں۔ ہم نے آپؐ کو محض اس لیے بھیجا ہے کہ آپؐ لوگوں کو انجام نیک کی خوشخبری سنائیں اور انجام بد سے ڈرائیں۔

داعیانہ تڑپ کا دوسرا بڑا محرک رضائے الٰہی کا بے پایاں شوق ہے۔ یہ داعیانہ کوششوں کا اصل سرچشمہ ہے۔ کسی بھی عمل کے ہزاروں محرک ہو سکتے ہیں' ہر محرک بے اثر بھی ہو سکتا ہے بلکہ فنا بھی ہو سکتا ہے لیکن اللہ کی خوشنودی کا شوق ایسا محرک ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

داعیانہ جذبے میں جان ڈالنے والا تیسرا بڑا اور اہم ترین محرک فلاح آخرت کی فکر ہے۔ یہ انسان کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ یہ اسلام کی جان ہے۔ اسی کی خاطر اللہ نے کتابیں نازل فرمائیں۔ اسی کی خاطر رسول بھیجے اور یہی آخرت کی غیر معمولی فکر نبی اکرم ﷺ کو ہمہ وقت بے قرار رکھتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کا اوّلین امتیاز یہ تھا کہ آپ داعی الی اللہ تھے زندگی بھر آپؐ اللہ کے بندوں کو اللہ کی بندگی کی طرف بلاتے رہے۔ اس کا مخلص بندہ بن کر زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہے۔

آپ ﷺ دعوت دین کا کامل نمونہ تھے۔ جو کچھ دوسروں کو بتاتے اس پر خود عمل کر کے دکھاتے لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تو پہلے اپنے اسلام کا اعلان کرتے: وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ داعی اپنی دعوت کا کامل نمونہ اسی وقت بن سکتا ہے جب اس کو اپنی دعوت پر کامل یقین ہو۔ دوسروں سے جو کچھ مطالبہ کرے اس سے زیادہ خود عمل کر کے دکھائے۔ جب آپؐ نے لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلایا تو خود عبادت کی وہ اونچی مثال قائم کی کہ جس کی کامل اتباع کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ رات رات بھر اللہ کے حضور کھڑے رہتے' پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا' آپؐ سے کہا جاتا' حضور اللہ! نے تو آپؐ کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف فرما دی ہیں پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں: فرماتے: ﴿اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾ ''تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں''۔

آج دین کے داعی کے لیے اللہ کی رضا اور آخرت کی کامرانی حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ داعی اعظم ﷺ کی زندگی کو اُسوہ بنایا جائے اور اس کی کامل پیروی کی جائے۔

آپ ﷺ کا خلوص اور اقامت دین کا جوش اور جذبہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت تیار ہو گئی جو رسول ﷺ کے ایک ایک حکم پر اپنا جان و مال لٹانے کے لیے تیار تھی۔ آپ کی مکی زندگی کی دس برس کی محنت کا حاصل ایک سو افراد سے زیادہ نہیں تھا۔ ان پر آپؐ نے کتنی محنت کی ہو گی۔ کہ نور بندگی سے ان کے چہرے دمکتے تھے اور سجدوں کے آثار ان کے چہروں سے نمایاں تھے۔

صحابہ کرامؓ جو ایک دوسرے کے لیے جان دینے والے' ایثار قربانی کرنے والے اور آپس میں بے ضرر تھے اور اپنے دشمن کے لیے ہمہ وقت ہوشیار چوکس اور چوکنا اور غیض و غضب کا نشانہ بن جاتے تھے۔

داعی اعظم ﷺ کی زندگی کیا ہے' یہ بے مثال قربانی جان نثاری اور جدوجہد کی ایک ایمان افروز داستان ہے جسے جتنی بار پڑھیں اور سنیں ایمان تازہ ہوتا ہے اور قربانی کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ عظیم مقصد کی خاطر آپؐ نے قربانی اور جان نثاری کی وہ مثال قائم کی ہے جس کی نظیر تاریخ انسانی آج تک پیش نہیں کر سکی اور نہ پیش کر سکے گی۔ وہ

تاریخ ساز انقلاب جو رسول اکرم ﷺ نے دنیائے عرب میں برپا کیا' ایسا دنیا میں کہیں بھی برپا نہیں کیا جاسکا۔

حیاتِ طیبہ ہر معاملے میں مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے' اس لیے کہ اسلام دراصل نام ہے رسولؐ کی کامل پیروی کا۔ خود اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب میں فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

خلاصہ یہ کہ اسلام کی اشاعت اور اقامت دین کے لیے جب بھی' جہاں بھی کوئی فرد یا گروہ اٹھے وہ اس حقیقت کو پیش نظر رکھے کہ اس راہ میں اُسے اپنا سب کچھ اسی طرح کھپانا اور اسی طرح لٹانا ہے جس طرح اللہ کے رسول نے لٹایا ہے۔

داعی کو سب سے پہلے اقامت دین کی ذمہ داری کا شدید احساس ہونا چاہیے۔

پھر رضائے الٰہی کا بے پناہ شوق' اس کے لیے داعی کو طائف کا سفر ذہن میں رکھنا ہے۔ آپؐ لہولہان اور غم سے نڈھال واپس آرہے ہیں۔ راستے میں آپؐ نے اللہ سے جو دعا کی' اس کے ایک ایک لفظ سے یہ حقیقت ٹپک رہی ہے کہ رسول اللہ کے دل میں بس ایک ہی شوق سمایا ہوا تھا کہ مجھ سے میرا پروردگار خوش ہو جائے: ''اے اللہ! اگر تو مجھ سے راضی ہے تو مجھے نہ کسی دکھ اور تکلیف کی شکایت ہے اور نہ ہی کسی ظلم اور زیادتی کی پروا''۔ یہ صبر' ضبط اور برداشت کی انوکھی مثال ہے جو کوئی اور نہ پیش کر سکا اور نہ پیش کر سکے گا۔

رضائے الٰہی کی طلب اور بندگانِ خدا سے بے پایاں محبت اور انسانیت کے سچے درد کا اُسوہ جو آپ ﷺ نے ہمارے لیے چھوڑا ہے وہ رہتی دنیا تک داعیانِ حق کے لیے مشعل راہ ہے۔

گمراہ بندوں کے غم میں گھلنا' ان کی گمراہیوں پر کڑھنا' ان کو اللہ کے غضب اور جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے اللہ کی طرف بلانا' ان کے لیے اللہ رب العزت سے دعا کرنا یہ داعی اعظم کی زندگی کے جوہر ہیں۔

جب بھی کوئی فرد یا گروہ حق کا داعی بن کر اٹھے تو داعی اعظم کی زندگی اپنے سامنے رکھے۔ اس کی مکمل پیروی کرے اور آپؐ کے تمام اوصاف کو اپنانے کی کوشش کرے۔

آزادیٔ افکار

آزادیٔ افکار سے ہے اُن کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

علامہ اقبال

شائقین علوم قرآن کے لیے خوشخبری

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

رجوع الی القرآن کورس (پارٹ II)

حسب اطلاع اور وعدہ رجوع الی القرآن کورس (پارٹ II) ان شاء اللہ اس سال جون (سمر سمسٹر) سے شروع ہو رہا ہے۔ داخلے کے خواہش مند حضرات رابطہ کریں۔ کورس کی تفصیل درج ذیل ہے:

فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ : یکم جون 2006ء
ٹیسٹ اور انٹرویو : 3 جون' صبح 9:00 بجے بمقام قرآن اکیڈمی' لاہور
کلاسز کا آغاز : 19 جون 2006ء' صبح 8 بجے

برائے رابطہ:

شعبۂ تدریس' مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور

36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور فون: 03-5869501' فیکس: 5834000

ای میل: irts@tanzeem.org

اسلام میں عورت کا مقام

مشتمل بر

(۱) بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک فکر انگیز خطاب

(۲) اسلام اور عورت
از: شیخ جمیل الرحمٰن مرحوم

(۳) عورت: اقبال کے کلام میں
از: مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

(۴) ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا انٹرویو
شائع شدہ: ماہنامہ آنچل کراچی

(۵) اسلامی معاشرے میں خواتین کا کردار
جنگ فورم میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی گفتگو کا خلاصہ
شائع شدہ: روزنامہ جنگ جمعہ ایڈیشن

☆ کمپیوٹر کمپوزنگ' ☆ سفید کاغذ ☆ عمدہ طباعت ☆ صفحات: 152 ☆ قیمت: 60 روپے

شائع کردہ : **مکتبہ خدام القرآن لاہور**

36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 03-5869501' فیکس: 5834000

نظم وضبط کی اہمیت

قرآن و سنت کی روشنی میں

رفیقہ تنظیم اسلامی

نظم کا مطلب ہے ڈسپلن' قواعد' حد میں رہنا' ترتیب اسی سے نکلا ہے' انتظام' تنظیم' منتظم نظام' نظامت وغیرہ' اور ان سب میں اپنے روٹ کا اثر پایا جاتا ہے۔

کسی بھی مقصد کے حصول کے لیے جب بھی کوئی اجتماعیت وجود میں آتی ہے خواہ دنیاوی ہو یا دینی' اس کی کامیابی اور ترقی کا راز اس کا ڈسپلن' اس کے قواعد وضوابط کی سختی سے پابندی اور اس کے نظام کو follow کرنے میں ہوتا ہے۔ دنیاوی طور پر ان اداروں کی بہت تعریف و توصیف ہوتی ہے اور ان کی کامیابی کا بڑا چرچا ہوتا ہے اور سختیاں برداشت کرکے بھی لوگ بہت خوش ہوتے ہیں۔ جہاں نظم اور ڈسپلن پایا جاتا ہے۔

ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے وہ اجتماعیت جس کا مقصد دعوت وتبلیغ اور اقامت دین ہو وہ اس بات کی سب سے زیادہ مستحق قرار پاتی ہے کہ ایک مضبوط تنظیم قائم کرے' جس کا نظم' قواعد اور ڈسپلن دیگر اداروں سے بڑھ کر اعلیٰ اور منظم ہو اور ظاہر ہے کہ اس کے لیے افراد کی تربیت وتعلیم لازمی شے ہے۔

دین اسلام ایک اجتماعی دین ہے اور اپنے ماننے والوں کو ایک زبردست نظم وضبط کی پابندی سکھاتا ہے (مثلاً نماز کے اوقات اور جماعت' رمضان کے روزے اور اوقات سحر وافطار' حج کا مہینہ اور تاریخیں اور مناسک حج' سورج کے طلوع وغروب کا نظام' موسموں کی تبدیلی اور فصلوں کی کاشت' بارشوں کا نظام وغیرہ وغیرہ)

نظم وضبط اور قرآن حکیم

نظم کی پابندی ایک کائناتی حقیقت (unversal truth) ہے اور جب پوری کائنات ایک قاعدے اور نظم ونسق کی پابند ہے تو کیا انسان کو اللہ بغیر کسی قاعدے قانون کے کھلا چھوڑ دے گا؟ اس کائناتی حقیقت کی طرف کئی آیات قرآنیہ رہنمائی کرتی ہیں۔ سورۃ الملک میں فرمایا:

﴿مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ۝﴾ (الملك)

''تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے پھر پلٹ کر دیکھو کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ' تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی''۔

اسی طرح قرآن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کے ڈسپلن کا ذکر ہے اور ہدہد کے غائب ہونے یعنی نظم کی خلاف ورزی پر اسے شدید عذاب یا ذبح کرنے کا تذکرہ ہے:

﴿وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ۝﴾ (النمل:18)

''اور سلیمانؑ کے لیے جن اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے تھے اور وہ پورے ضبط میں رکھے جاتے تھے''۔

﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝﴾ (النمل:21)

''میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کروں گا ورنہ اسے میرے سامنے معقول وجہ پیش کرنی ہوگی''۔

﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝﴾ (الفجر:22)

''اور تمہارا پروردگار (جلوہ فرما ہوگا) اور فرشتے قطار باندھ باندھ کر آموجود ہوں گے''

قیامت کے دن جس دن افراتفری اپنے عروج پر ہوگی فرشتے ڈسپلن اور نظم وضبط کے ساتھ صف در صف زمین پر اتریں گے۔ اور لوگوں کو تین گروہوں میں بانٹ دیا جائے گا یعنی حساب کتاب بھی ڈسپلن کے ساتھ ہوگا۔

۳) ﴿وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝﴾ (الواقعہ:7)

''اور تم لوگ اس وقت تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے''۔

نظم کی پابندی' صاحب ایمان ہونے کی علامت ہے سورۃ النور میں فرمایا گیا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝﴾

''مومن تو اصل میں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسول کے ساتھ ہو تو اس سے اجازت لیے بغیر نہ جائیں۔ اے نبی جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور رسول کے ماننے والے ہیں۔ پس جب وہ اپنے کسی کام سے اجازت مانگیں تو جسے تم چاہو اجازت دے دیا کرو اور ایسے لوگوں کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو اللہ یقیناً غفور ورحیم ہے''۔

نظم کی خلاف ورزی' شکست کا باعث ہے۔ فرمایا:

﴿حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ......﴾ (آل عمران)

''مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور بعد اس کے کہ وہ چیز جو اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے''۔

نظم کی پابندی' اُخروی فلاح کے لیے لازمی شرط ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾

''اے اہل ایمان ہو! صبر سے کام لو باطل پرستوں کے مقابلے میں پامردی دکھاؤ' حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ فلاح پاؤ گے''۔

عہد نبویؐ میں نظم کی خلاف خلاف ورزی پر سزا دی گئی تین اشخاص کا جن میں سے ایک بدری صحابی تھے' سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ اس واقعہ میں ہم میں سے ہر ایک کو جھنجھوڑنے والا معاملہ اور زبردست سمع واطاعت کا نمونہ ملتا ہے:

﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝﴾ (التوبة)

''اور ان تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملے کو ملتوی کر دیا گیا تھا' جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی اپنی

جائیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامن رحمت کے سوا نہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا رحیم ہے''۔

قرآن دین کے میں تقاضے (نظم جماعت) پورے نہ کرنے والوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر تم پھر گئے تو اللہ تمہیں لے جائے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا جو اللہ سے محبت کریں گے اور اللہ ان سے محبت کرے گا اور تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

احادیث رسول ﷺ اور نظم وضبط

((وَعَنْ عُمَرَ قَالَ لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِالْجَمَاعَةِ وَلَا جَمَاعَةَ اِلَّا بِالسَّمَاعَةِ وَلَا سَمَاعَةَ اِلَّا بِالطَّاعَةِ)) (سنن دارمی)

''حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر حکم سننے کے نہیں ہے اور وہ سننا نہیں ہے جس میں مانا نہ ہو'' (سنن دارمی)

حضرت حارث الاشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعت کا التزام' سمع وطاعت اور ہجرت وجہاد فی سبیل اللہ' اور جان لو جو کوئی جماعت سے علیحدہ ہوا ایک بالشت بھر تو اس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا سوائے اس کے کہ وہ واپس آ جائے۔ اور جس کسی نے کوئی جاہلیت کی پکار لگائی تو وہ جہنم کا ایندھن ہوگا اگرچہ وہ روزے رکھے' نماز پڑھے اور اسے زعم ہو کہ وہ مسلمان ہے''۔ (احمد و ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اس لیے فرمایا مبعوث تاکہ دین کو غالب کیا جائے اور اللہ کی کبریائی کو نافذ کیا جائے اپنے مشن کی تکمیل اِس لیے ممکن ہوئی کہ مسلمانوں نے ایک ایسی مضبوط جماعت کی شکل اختیار کی جس میں اطاعت امیر کا اصول اہم ترین تھا اور اس جماعت کا نظم و ضبط مثالی تھا اور پھر مسلمانوں نے ہجرت و جہاد کی منزلیں طے کیں۔ اللہ کا یہ دین اسی صورت میں قائم رہ سکتا تھا کہ مسلمان متحد رہتے اور ایک جماعت کی صورت میں زندگی گزارتے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے اور اللہ کی اطاعت پر کاربند رہتے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے ان باتوں کا تاکیدی حکم دیا۔ جب تک مسلمانوں نے ان باتوں کا التزام کیا اللہ کا دین غالب رہا لیکن جب جماعت بکھر گئی اور لوگوں نے اسلام کے علاوہ عصبیتیں اجاگر کر کے طائف الملوکی اختیار کر لی تو دین مغلوب ہو گیا اور مسلمان اغیار کے ماتحت ہو گئے۔ اب اگر دوبارہ اسلام کا غلبہ مطلوب ہے

تو پھر ان ہی باتوں پر عمل کرنا ہوگا اور وہ نظام خلافت قائم کرنا ہوگا۔ جس کے لیے ضروری ہے کہ ہم دین کو قائم و غالب کرنے کے لیے اجتماعی جدوجہد کریں' جماعتی زندگی اختیار کریں' نظم وضبط اور ڈسپلن کی پابندی کریں اور ہجرت وجہاد کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔

حضرت عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ:

''تم پر لازم ہے جماعتی زندگی کو اختیار کرنا' اور بچو علیحدگی سے کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو (یعنی جماعت) سے دور ہوتا ہے جسے جنت کی آسائش نظر آتی ہو وہ جماعت سے جڑا رہے''۔ (ترمذی)

اس حقیقت کو آپ ﷺ نے ایک اور فرمان میں یوں فرمایا:

''تحقیق شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے' جس طرح بھیڑیا پکڑ لیتا ہے ریوڑ سے دور کی بکری کو اور بھاگنے والی کو اور کنارے رہنے والی کو' لہٰذا تم بچو پہاڑوں کے دروں سے اور تم پر لازم ہے جماعت کے ساتھ رہنا اور عامتہ الناس کا ساتھ دینا''۔ (رواہ احمد)

حضرت عبادہ بن صامت ؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے بیعت کی رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر کہ بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے' تنگی میں بھی اور آسانی میں بھی اور خوشدلی میں بھی اور ناپسندیدگی میں بھی اگرچہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے' اور اپنے صاحب امر سے جھگڑیں گے نہیں اور یہ کہ ہم حق بات کہیں گے' جہاں کہیں ہوں گے اور اس معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

''میں تمہیں تین باتوں کا حکم دیتا ہوں اور تین باتوں سے روکتا ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور یہ کہ تم سب کے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو اور یہ کہ تم سنو اور مانو اس والی کا حکم جس کو اللہ تعالیٰ تمہارا امیر بنا دے اور میں تمہیں روکتا ہوں قیل وقال سے اور کثرت سوال سے اور مال کے ضائع کرنے سے۔ (رواہ ابی نعیم فی الحلیہ)

مامورین کی ذمہ داریاں

مامورین کی اہم ذمہ داریاں کیا ہیں' ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

التزام جماعت

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تین باتوں سے بندۂ مسلم کا دل کبھی خیانت نہیں کرسکتا۔ اعمال کا خالص اللہ کے لیے کرنا' صاحب اختیار کی خیر خواہی چاہنا اور جماعت کا التزام۔'' (مسند احمد' زید بن ثابتؓ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی اور ایسے معاملات ہوں گے تم ناپسند کرو گے''۔ صحابیؓ نے پوچھا: آپ ﷺ کیا حکم دیتے ہیں اگر ہمارے سامنے یہ حالات پیدا ہو جائیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم پر لازم ہے کہ جو حق تم پر عائد ہوتا ہے اسے ادا کرو اور اپنے حقوق کے بارے میں اللہ سے دعا کرتے ہو''۔ (بخاری ومسلم)

سمع وطاعت

حضرت وائل بن حجر ؓ بیان کرتے ہیں کہ سلمہ بن یزید الجعفیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر ہم پر ایسے امیر مقرر ہو جائیں جو ہم سے اپنے حق مانگیں لیکن ہم کو ہمارا حق نہ دیں تو ہم کیا کریں؟ آپ نے بے رخی اختیار کی۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سنو اور اطاعت کرو' بے شک تمہارے ذمہ ہے جو تم پر عائد ہوتا ہے اور ان کے ذمہ ہے جو ان کی ذمہ داری ہے''۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک بندہ مسلم پر لازم ہے (امیر کا حکم) سننا اور ماننا ہر معاملہ میں خواہ اس کو پسند ہو یا ناپسند' سوائے اس کے کہ اسے کسی نافرمانی کا حکم دیا جائے نہ جب کسی نافرمانی والے کام کا حکم دیا جائے تو پھر نہ سننا ہے اور نہ اطاعت کرنا۔ (بخاری و مسلم)

خیر اور بھلائی کی دعا کرنا

حضرت عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''تمہارے بہترین حاکم وہ ہوں گے جن سے تم محبت کرو گے اور وہ تم سے محبت کریں گے تم ان کے لئے رحمت کی دعا کرو گے اور وہ تم پر مہربان ہوں گے اور تمہارے برے امراء وہ ہوں گے کہ جن سے تم بغض رکھو گے اور وہ تم سے بغض رکھیں گے جن

باقی صفحہ 46 پر

نظم ایک کائناتی حقیقت ہے۔ جب پوری کائنات قاعدے اور نظم ونسق کی پابند ہے تو کیا اللہ تعالیٰ انسان کو بغیر کسی قاعدے قانون کے کھلا چھوڑ دے گا؟

فکرِ تنظیم سے قلبی تعلق پیدا کیجیے!

بنت محمد علی ابراهیم رفیقات تنظیم کو یاد دهانی کراتی هیں

عزیز دینی بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کاروانِ تنظیم میں شمولیت مبارک ہو۔ نیک دعاؤں اور امیدوں کے ساتھ خوش آمدید۔ اب معرکۂ حق و باطل کی عملی تصویر آپ کو نظر آ جائے گی ان شاء اللہ۔ تنظیم میں شمولیت کے بعد اس کے نظم و نظام کے بارے میں بریفنگ مل چکی ہو گی' ''کرنے کے اصل کام'' بھی معلوم ہو چکے ہوں گے۔ اس پُر خار راہ پر چلنے کے لئے بہت سی آزمائشوں اور صبر آزما ''تکالیف'' کا بھی سامنا کرنا ہوگا۔ اخلاص کا تقاضا ہے کہ مشکلات برداشت کی جائیں مگر چونکہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس قافلے میں شامل کر کے دین کا ''اہم کام'' لینا ہے اس لئے وہ ہمیں استقامت اور توفیق بھی عطا فرمائے گا۔ ان شاء اللہ۔

آپ نے سب سے پہلے جو کام کرنا ہے وہ ہے تنظیم کی فکر سے ''قلبی تعلق''۔ اپنے دلوں میں تنظیم کی فکر جاگزیں کرنا ہوگی' کیونکہ فکر ہی سے عمل کی ''راہ'' (direction) کا تعین ہوتا ہے۔ اگر اردگرد نگاہ دوڑائی جائے تو کتنے لوگ دین کا کام کر رہے ہیں مگر اجتماعیت کی برکت سے محروم' کسی فکر سے چمٹے بغیر۔ ایسے لوگ علم کی تو خدمت کر رہے ہیں مگر فکر مفقود ہے جو کہ عمل کے لئے لازم و ملزوم ہے۔ مومن اور شیطان کے درمیان جو کشمکش ہے اس کے لئے بھی فکر ہی روح کو بیدار رکھتی ہے اور مومن کو کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔

ہمیں اس معرکۂ حق و باطل میں فتح اُسی صورت میں نصیب ہو سکتی ہے جب مقصد پر نگاہ رکھ کر مرکز سے جڑے رہیں۔ ابتداء میں تو شیطان جوش و ولولے کو کسی قسم کی گزند نہیں پہنچائے گا لیکن رفتہ رفتہ عمل کی راہ میں مایوسیوں کی رکاوٹ کھڑی کی جائے گی۔ دین کے ''کلیات'' کے بجائے ''جزئیات'' پر بھی طبیعت مائل ہو سکتی ہے۔ شیطانی وساوس بھی کام کرنا شروع کریں گے۔ ''کلی اطاعت مشکل ہے'' ''بارگراں اٹھانے کے متحمل نہیں'' جیسے باطل خیالات بھی دامن گیر ہو سکتے ہیں لیکن اپنے اندر وہ نگاہِ مردِ مومن پیدا کرنی ہو گی جو شیطان کے ہر حربے کو تاک لے اور ہمیں چوکنا کر دے۔

وہ بوجھ جو آپ نے اپنی ذات پر ڈالے ہیں اُن کو ہٹایئے' سب کا حق ادا کیجئے لیکن اپنی ذات کے ''بے جا'' حقوق سے دستبردار ہو جایئے۔ اپنا تن من دھن اس راہ میں لگا دیجئے' خاک میں مل کر اور آگ میں جل کر کندن بننے کے لئے تیار ہو جایئے۔

اپنی ''روحانیت'' کو Utilize کریں' اگر زندگی کا مقصد گھروں میں بیٹھ کر نوافل اور تسبیحات پڑھنا ہوتا تو پروردگارِ عالم اپنے بندوں پر اپنی نیابت اور خلافت کا بار نہ ڈالتا۔

بندۂ مومن اور شیطان کے درمیان جو کشمکش ہو رہی ہے اِس میں فکر ہی انسان کو بیدار رکھتی اور اُسے شیطان کی پیروی سے بچانے کا باعث بنتی ہے

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ﴾ (البقرہ : 30)

جب خلافت کی ذمہ داری سونپ دی گئی اور انسان مسجودِ ملائک ٹھہرا ہو تو پھر اپنے فرائض دینی (ملاحظہ ہو ''دینی فرائض کا جامع تصور'') کی ادائیگی کے لئے مستعد ہو جایئے۔

رفیقات کے فرائض پر عمل کرنے کے نتیجے میں آپ کو ''مذہب پسند'' احباب کی بھی تنقید برداشت کرنی ہو گی کیونکہ ''مذہب'' (خصوصاً مراسم عبودیت) پر عمل کرنا زیادہ مشکل بات نہیں مگر ''دین'' پر عمل کرنا اہلِ خانہ کے لئے تشویش کا باعث بن سکتا ہے۔

جن مُردہ سنتوں کو زندہ کرنے کی دعوت' تنظیم ہمیں دے رہی ہے وہ کسی صورت اقربا اور اہل خانہ کو ہضم نہ ہوں گی۔ اس بات کی قوی امید ہے کہ ہر وقت مناظرے اور مجادلے آپ کے منتظر رہیں' یا کبھی محاذ سے سابقہ ہو لیکن چونکہ یہی عناصر ہیں جو مومن کو ہر وقت حالتِ جہاد میں رکھتے ہیں اور یہ جہاد آپ کی تربیت کے لئے بہت ضروری ہے۔

بانیٔ تنظیم اسلامی محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے رفقاء اور رفیقاتِ تنظیم کی تربیت کے ضمن میں اپنی کتاب منہج انقلابِ نبویؐ میں یہ اشعار شامل کئے ہیں۔

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر!

اپنے رب سے امید رکھیں فتح ہمیشہ حق کی ہو گی ان شاء اللہ۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہم تو حق سے باطل پر چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا بھیجا نکال دیتا ہے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مٹ جاتا ہے اور تمہارے لئے تباہی ہے ان باتوں کی وجہ سے جو تم بناتے ہو''۔ (الانبیاء: 16)

رب تعالیٰ کی مدد سے باطل جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا ہے اور حق چہار سُو چھا جاتا ہے۔

اپنی صلاحیتوں کا ادراک کیجئے' آگے بڑھئے' مبتدی سے ملتزم رفیقہ کا سفر طے کریں۔ خود کو اللہ کی راہ میں پیش کر دیا۔ اب تو پیچھے ہٹنے سے کیا حاصل!

فکرِ تنظیم سے متعلق کتابوں سے استفادہ کریں۔ تعارفِ تنظیم اسلامی' عزمِ تنظیم' اسلام میں عورت کا مقام' خواتین کی دینی ذمہ داریاں اور دینی فرائض کا جامع تصور' ان کتابوں کو بار بار پڑھیں اور فکر و روح کو زندہ رکھیں۔ روح کی غذا کے لئے اللہ سبحانہ سے تعلق کو مضبوط کریں کیونکہ ہمارا مطمع نظر اور نصب العین رضائے باری تعالیٰ ہے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

بقیہ: تاریخ انسانی کا ......

سے خالی ہیں' بازو اور گلے برہنہ ہیں تو یقیناً شرم و حیا رخصت ہو چکی ہے۔ پھر عورت عورت نہیں بلکہ مرد ہے' حقیقت کے اعتبار سے کانٹا ہے' بدبو اور زہر ہے اور میٹھی چھری ہے۔ صرف شوگر کوٹڈ گولی نظر آتی ہے۔ دوسری طرف لباس ساتر ہے تو شرم و حیا خود بخود موجود ہوتی ہے۔ عورت باپردہ ہو تو اپنے گھر میں خوشبو پھیلانے والا' نرم و نازک پھول ہے۔ فیصلہ خود کر لیجیے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو وارننگ دے چکے:

﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ......﴾ (یٰسٓ: 60)

''اے آدم کی اولاد ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا''

فیصلہ ہم پر ہے' کہ ہم کس کی آواز پر کان دھرتے ہیں! رحمان کی؟ یا شیطان کی؟

☆ اسلام کب نافذ ہوگا' یہ اللہ کی مرضی ہے' ہمارا کام یہ ہے کہ اِس کے غلبہ کے لیے بھرپور محنت کریں

☆ میں نے اپنے فرائض پر نگاہ رکھی' میرے حقوق کی فکر اللہ نے کی

☆ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت میں ایک خاص رعب ہے' وہ بہت بااصول ہیں

☆ شرعی پردہ شروع کیا تو بہت سے رشتہ دار ناراض ہوگئے

☆ بچے دس سال کی عمر سے پہلے ہی نماز پنجگانہ کے پابند ہوگئے تھے

"خواتین نمبر" کے لیے ناظمہ حلقہ خواتین تنظیم اسلامی

بیگم ڈاکٹر اسرار احمد سے خصوصی انٹرویو

انٹرویو پینل: ڈاکٹر طاہرہ ارشد' فوزیہ متین

تربیت اولاد ماں کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ آج جبکہ ایک طرف یہود و ہنود ہم پر ہر طرف سے عریانی و فحاشی کی یلغار کر رہے ہیں اور دوسری طرف ہمارے خاندان اور معاشرتی نظام کو تباہ کرنے کی پوری کوشش کی جارہی ہے' ایسے میں ہمیں اپنی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ اور اس مقصد کے لیے جہاں ہمارے سامنے صحابیات اور تاریخ کی عظیم خواتین کی مثالیں ہیں' وہیں ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے درمیان کچھ ایسی ہستیاں بھی موجود ہیں جن کی تربیت کے اعلیٰ نمونے ان کی صالح اولاد کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔ اور یہ ہماری کم نصیبی ہوگی اگر ہم ان کی زندگیوں سے اپنے لیے کوئی رہنمائی حاصل نہ کریں۔ چنانچہ اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم نے اس بات کا اہتمام کیا کہ ایک بے تکلفانہ نشست ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کے ساتھ رکھی جائے۔ اس نشست میں ان کی چار بیٹیاں اور سب سے چھوٹی بہو بھی شامل تھیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی بیگم والدہ ہیں نو بچوں کی! جن میں چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ ان کے ایک بیٹے ڈاکٹر ہیں۔ دوسرے معاشیات میں Ph.D ہیں اور حافظ قرآن ہیں۔ تیسرے فلسفہ میں ایم اے' حافظ قرآن اور تنظیم اسلامی کے موجودہ امیر ہیں۔ اور سب سے چھوٹے بیٹے عربی میں ایم اے ہونے کے ساتھ ساتھ تنظیم اسلامی کا شعبہ سمع و بصر بھی بہت احسن طور سے چلا رہے ہیں۔ ان کی سبھی بیٹیاں نہ صرف اپنے گھریلو معاملات اور بچوں کی تربیت اپنی والدہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انجام دے رہی ہیں بلکہ تنظیم اسلامی کے شعبہ خواتین کو بھی جو پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے' خوش اسلوبی سے چلا رہی ہیں۔ ذیل میں ڈاکٹر اسرار احمد کی اہلیہ سے کیے گئے سوال و جواب ہدیہ قارئین کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

ندائے خلافت: آپ کی شادی کتنی عمر میں ہوئی؟

بیگم صاحبہ: ساڑھے انیس برس کی عمر میں۔

ندائے خلافت: آپ کی ساس صاحبہ نے رشتہ کرتے وقت کس بات کو ملحوظِ خاطر رکھا؟

بیگم صاحبہ: "ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے اُن کو اچھی سے اچھی لڑکی مل سکتی تھی' لیکن میری ساس نے ڈاکٹر صاحب کے دینی مزاج کو محسوس کیا اور اس کے مطابق ان کے لئے رشتہ تلاش کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی والدہ ہمارے علاقے (ساہیوال) میں جماعت اسلامی حلقہ خواتین کی ناظمہ تھیں۔ ان کے گھر درس ہوتا تھا جس میں' میں بھی شرکت کیا کرتی تھی"۔ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب کی بیٹی نے بتایا "ہماری دادی جان بتاتی تھیں کہ "میرے گھر اجتماع کے لیے جتنی بھی خواتین آتی تھیں ان میں دینی فہم و شعور میں تمہاری ماں مجھے سب سے آگے لگتی تھی اور جیسا میں نے سوچا' اس سے بڑھ کر تمہاری ماں کو پایا"۔

ندائے خلافت: جب آپ کی شادی ہوئی تو آپ کی کیا سوچ تھی؟

بیگم صاحبہ: میری سوچ یہ تھی کہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تو اللہ کی عبادت ہے' اللہ کے حقوق کی ادائیگی ہے' دوسرا ذریعہ حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ اللہ کے بندوں کی خدمت ہے اور اس ضمن میں مَیں اپنے فرائض پر نظر رکھتی تھی کہ بحیثیت بہو' بیوی' بھابھی اور ماں' میرے کیا کیا فرائض ہیں جو مجھے ادا کرنے ہیں۔ مقام شکر ہے کہ میں نے اپنے فرائض پر نگاہ رکھی اور میرے حقوق کی فکر میرے اللہ نے کی۔

ندائے خلافت: آپ کے سسرال میں کون کون تھا اور آپ کی کیا ذمہ داریاں تھیں؟

بیگم صاحبہ: جوائنٹ فیملی سسٹم تھا۔ ساس' سسر' دیور' جیٹھ بہت تھے اور الحمدللہ ساس کی طرف سے جو بھی ذمہ داری سونپی گئی اس کو اللہ کی توفیق سے اس طرح نبھایا کہ وہ بھی بہت مطمئن رہیں۔

ندائے خلافت: کیا آپ شروع سے شرعی پردہ کرتی تھیں؟ اگر نہیں' تو کب سے شروع کیا؟

بیگم صاحبہ: بحمداللہ' پردہ تو شادی سے پہلے بھی کرتی تھی۔ شادی کے بعد بھی پردہ تو تھا لیکن شرعی پردہ نہیں تھا' پھر اللہ نے سمجھ عطا کی' میری ساس بھی ماشاء اللہ شرعی پردے کے حق میں تھیں لہٰذا جوانی گزرنے کے بعد شرعی پردہ کیا اپنے کزنز سے' بہنوئیوں اور دیور' جیٹھ وغیرہ سے۔ البتہ بیٹیوں کو آغاز سے ہی شرعی پردہ کروایا ہے۔ بارہ تیرہ برس کی عمر میں سب بچیوں نے شرعی پردہ شروع کر دیا تھا اور اب میری پوتیاں' نواسیاں بھی اسی عمر سے شرعی پردہ کرتی ہیں۔

ندائے خلافت: کیا آپ کو شرعی پردہ کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

بیگم صاحبہ: جی' کیوں نہیں! بہت سے رشتہ دار ناراض ہوگئے' لیکن اللہ نے استقامت دی اور شوہر کا مکمل اعتماد اور ساتھ حاصل ہوا تو پردہ کرنا آسان ہوگیا۔ میرے جیٹھ میرے سگے خالو بھی تھے' ان سے بھی پردہ کیا اور باقی تمام نامحرم رشتہ داروں سے بھی۔

ندائے خلافت: آپ کی نظر میں ایک نیک بیوی میں کیا صفات ہونی چاہئیں؟

بیگم صاحبہ: نیک بیوی وہ ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ کا ڈر اور آخرت کے حساب کتاب کا احساس ہو' کیونکہ بیوی نے

اللہ کا حکم مانتے ہوئے شوہر کی اطاعت بھی کرنی ہوتی ہے اور یہ بہت مشکل کام ہے۔ بیوی کی سوچ مثبت اور تعمیری ہونی چاہیے' اسے خاوند کا فرمانبردار ہونا چاہیے۔ معروف باتوں میں اس کی اطاعت کرے' اس کی طبیعت کو سمجھے اور اپنے آپ کو اس کی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔ دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد میں اپنے شوہر کی معاون ہو اور اللہ نے جو فرائض اس کے ذمے لگائے ہیں' انہیں ادا کرے۔

ندائے خلافت: ڈاکٹر صاحب کا مزاج کیسا تھا؟ اور بحیثیت شوہر آپ نے انہیں کیسا پایا؟

بیگم صاحبہ: ڈاکٹر صاحب کی شخصیت میں ایک خاص رعب ہے اور وہ بہت بااصول ہیں لیکن دل کے بہت اچھے ہیں۔ بہت پیار و محبت سے رہتے ہیں' ناراض بھی ہوتے ہیں تو میں یہی سمجھتی ہوں کہ قصور میرا ہے۔ ہم زیادہ دیر تک ایک دوسرے سے ناراض نہیں رہ سکتے۔ اب بھی کبھی یہ کہا کرتے ہیں کہ میں اتنے غصے والا تھا' تم نے پتا نہیں مجھ پر کیا جادو کر دیا۔ میں یہی کہتی ہوں کہ یہ وہ جادو ہے جو ہر بیوی کو اپنے شوہر پر کرنا چاہیے اور یہ طاعت اور فرمانبرداری کا جادو ہے' خلوص اور محبت کا جادو ہے اور اسی میں اللہ کی رضا ہے۔ البتہ کبھی کبھار چھوٹی موٹی بات پر نوک جھونک ہو ہی جاتی ہے' جیسے ڈاکٹر صاحب کو میٹھا کھانا منع ہے اور وہ باز نہیں آتے تو میں منع کرتی ہوں۔

ندائے خلافت: ڈاکٹر صاحب عوام الناس کے بقول بہت سخت اور rigid عالم ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

بیگم صاحبہ: میرے خیال میں کئی باتوں میں مَیں اُن سے زیادہ rigid ہوں' (دین کے معاملے میں) جیسے ڈاکٹر صاحب نے پہلی بار ٹی وی پروگرام ''الہدیٰ'' میں درس ریکارڈ کروائے تو مجھے یہ خیال ستاتا تھا کہ تصویر آئے گی۔ اسی طرح بچوں کے کارٹونز والے کھلونے اور کپڑے پہننے کی میں بالکل اجازت نہیں دیتی تھی۔ لڑکوں کو کہتی کہ شلواریں ٹخنوں سے اونچی رکھیں۔

ڈاکٹر صاحب ایک بااصول انسان ہیں اور جب کوئی بات قرآن وسنت سے ثابت ہو تو وہ اس پر واقعی بہت rigid ہوتے ہیں مثلاً جب انہوں نے رسومات و بدعات کے خلاف جہاد کا بیڑا اٹھایا تو اس پر جم گئے۔ ہماری بچیوں کی شادیوں پر بارات یا سلامیوں کا کوئی تصور نہ تھا' الحمدللہ۔

ندائے خلافت: آپ نے بچوں کی تربیت کے لیے کیا اہتمام کیا؟

بیگم صاحبہ: میری اپنے بچوں کے لیے ہمیشہ یہی خواہش رہی ہے کہ وہ نیک' صالح اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بنیں۔ میرا ان کی تربیت میں کوئی کمال نہیں۔ اصل چیز دعا ہی ہے جو رنگ لاتی ہے۔ عملی طور پر یہ کوشش کی کہ دعائیں اور نماز سونے سے پہلے یاد کرواؤں۔ شروع سے نماز کی پابندی اور سکول کی تعلیم کا اہتمام کیا۔ سبھی بچے الحمدللہ دس برس کی عمر سے کافی پہلے نماز پنجگانہ باقاعدگی سے پڑھنے لگے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی بیٹی نے بتایا کہ ہم نے بچپن سے ہی گھر میں خواتین کے اجتماع اور دروسِ قرآن کا ماحول دیکھا۔

ندائے خلافت: آپ کے بچوں کی بچپن میں کیا مصروفیات تھیں؟

بیگم صاحبہ: صبح اور شام دو وقت قاری صاحب بچوں کو قرآن مجید پڑھانے آتے تھے' اس وقت ہم کرشن نگر میں رہائش پذیر تھے اور ڈاکٹر صاحب کلینک کرتے تھے لیکن خاص طور سے بچوں کی تجوید کی نگرانی کے لیے اٹھ کر آتے۔

> گھر میں موسیقی وغیرہ نہیں سنی جاتی تھی۔ اگر کبھی باہر سے آواز آتی تو میں بچوں کے کانوں میں انگلیاں ڈلوا دیتی تھی کہ قیامت کے روز کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا

ایک دو بار تو خود قاری صاحب کی تجوید درست کی۔ غرض بچوں کی قرآن کی تعلیم میں تو ڈاکٹر صاحب نے خود بہت توجہ کی۔

اس کے علاوہ بڑی بچیاں دوپہر کے وقت گھر گھر کھیلتیں' یا پھر اپنے اپنے شوق کے مطابق کڑھائی سلائی اور گھر کے کام سیکھتیں۔ لڑکے سکول کا کام کرتے وقت ساتھ ساتھ تلاوت کی کیسٹیں سنتے تھے۔ اس کے علاوہ گھر میں جو دینی کتب ہوتی تھیں وہ پڑھتے تھے۔ میں اُن پر نظر رکھتی تھی۔ گھر میں موسیقی وغیرہ نہیں سنی جاتی تھی۔ اگر کبھی باہر سے آواز آتی تو میں بچوں کے کانوں میں انگلیاں ڈلوا دیتی تھی کہ کانوں میں قیامت کے روز پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ اس وقت آج کی نسبت برائی اتنی عام نہیں تھی۔ اس مرحلے پر ڈاکٹر صاحب کی بڑی بیٹی نے گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے بتایا کہ آج کل امی نے اپنا مشن بنالیا ہے کہ وہ اخباروں کے دفاتر اور مختلف اداروں کو فون کر کے بے ہودہ اشتہار اور فحش تصاویر چھاپنے سے روکنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔

ندائے خلافت: آج کے دور میں بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ کیا ہے اور عورت اس کے سدباب کے لیے کیا کر سکتی ہے؟

بیگم صاحبہ: مہنگائی کی اصل وجہ ''قناعت نہ کرنا'' ہے' ناشکری ہے' ہمیں حساب کتاب کا خوف نہیں' غیر ضروری اشیاء کی بھرمار ہے۔ اگر ہمیں یہ احساس ہو جائے کہ ہر چیز کا اللہ کے سامنے حساب دینا ہے تو کوئی بھی چیز خریدتے وقت انسان کئی بار سوچے۔

ندائے خلافت: بحیثیت ساس آپ کا نقطہ نظر کیا ہے؟

بیگم صاحبہ: انسانی رشتے بہت نازک اور حساس ہیں۔ اسی لیے اللہ نے ہر رشتے کے حقوق و فرائض معین کر دیئے ہیں۔ کچھ فرائض ایسے ہیں جن سے کوتاہی اللہ کی ناراضی کا سبب بنتی ہے اور کچھ چیزیں اخلاقیات کے زمرے میں آتی ہیں جن کی ادائیگی ایک پرسکون اور خلوص ومحبت کی فضا کے لیے بہت ضروری ہے جو گھر کو جنت بنا دے۔

ساس بہو کا رشتہ بہت حساس ہے۔ ہمیں ساس کے لیے ماں سے بڑھ کر جذبات رکھنے چاہئیں اور بہو کے لیے بیٹی سے بڑھ کر۔ اور کسی بھی رنجش کو دل میں جگہ دینے سے پہلے ہمیں اپنے آپ کو اس کی جگہ پر رکھ کر سوچنا چاہیے۔ ایک اور اہم بات یہ کہ توازن اور عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ اگر ہمارا داماد ہماری بیٹی کا خیال رکھتا ہو' اس کی بات مانتا ہو اور اس کی حمایت کرتا ہو تو ہم بہت خوش اور پرسکون ہوتے ہیں۔ اور اگر یہی سلوک ہمارا بیٹا' ہماری بہو کے ساتھ کرے تو دل میں گھٹن محسوس کرتے ہیں' ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی جو احساسات دل میں بیٹی کے لیے ہیں' وہی بہو کے لیے بھی ہونے چاہئیں۔ میری سب بہوویں الحمدللہ بہت اچھی ہیں۔

(اتنے میں ڈاکٹر صاحب کی سب سے چھوٹی بہو چائے لے کر آ گئیں' ہم نے ان سے سوال کیا کہ بیگم صاحبہ بحیثیت ساس کیسی ہیں؟)

بہو: ساس تو یہ ہیں ہی نہیں۔ اللہ نے مجھ پر بہت بڑا کرم کیا ہے۔ اپنے پوتے پوتیوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام جس طرح یہ سمجھاتی ہیں اور اچھائی برائی کی تمیز سکھاتی ہیں' میں کبھی نہیں بتا سکتی۔

ندائے خلافت: عملی طور پر مسلمانوں میں کیا کمی ہے؟

بیگم صاحبہ: کمی ایمان کی ہے' زبان کی حد تک تو ایمان ہے۔ اس سے آگے دل میں نہیں اترتا۔ اگر قلبی ایمان ہو تو عمل خود بخود صالح ہو گا۔

ندائے خلافت: ہم نے ناظمہ صاحبہ کی بیٹیوں سے سوال کیا کہ وہ اپنے والدین اور خصوصاً امی کے بارے میں بتائیں۔

بیٹی نمبر 4: یہ آپ نے بہت اچھا کیا' میں تو خود سوچ رہی تھی کہ اپنی اور اپنی رفیقات کی رہنمائی کے لیے امی کے بارے میں کچھ لکھوں۔ ہمارے معاشرے میں عموماً ہوتا یہ

ہے کہ ہم نیک اور اچھی ہستیوں کا ذکر ان کی وفات کے بعد کرتے ہیں جبکہ ہمارا یہ عمل پوری طرح درست نہیں ہے۔ بعض ہستیاں ایسی ہیں جن سے ہمیں ابھی فیض لینا ہے۔ ان کے وعظ و نصیحت کی بہت ضرورت ہے۔

ابو جان کے بارے میں تو آپ لوگ بہت کچھ جانتے ہیں۔ میں اس میں تھوڑا اضافہ کروں گی۔ یہ حقیقت ہے کہ انہیں قرآن سے سچا اور حقیقی عشق ہے اور ان شاء اللہ اس عشق کی وجہ سے وہ روزِ قیامت آنحضرت ﷺ کے قریب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ بعض ہستیوں کو خاص مقصد دے کر دنیا میں بھیجتا ہے اور شاید ابو کو اللہ نے اس دنیا میں دعوت رجوع الی القرآن کا مشن دے کر بھیجا اور انہوں نے اپنی پوری زندگی اور تمام توانائیاں قرآن کی خدمت میں لگا دیں۔ انہوں نے اولاد کے لیے ہمیشہ قرآن کی تعلیم ضروری سمجھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم چھوٹے تھے اور ابو کے پاس کوئی گاڑی نہیں تھی تو ہمیں انگلی سے پکڑ کر کبھی پیدل اور کبھی رکشہ یا ٹیکسی یا بس میں رمضان المبارک کی راتوں میں تراویح کے لیے لے جایا کرتے تھے۔ اسی طرح سمن آباد میں مسجد خضراء میں درس ہوتا تو ہمیں لے کر جاتے۔ ہمارے بچپن میں ابو کے ہفتہ وار دروس کافی ہوتے تھے۔ مسجد خضراء مسجد شہداء (ریگل چوک) میں اور جمعہ کا درس مسجد دارالسلام میں ہوتا تھا۔ کبھی باہر گیٹ پر کھڑے کسی ساتھی کا انتظار کر رہے ہوتے کہ انہوں نے درس گاہ پہنچانا تھا اور کبھی بس سٹاپ پر کھڑے ہیں۔ انہیں اس بات کا ڈر ہوتا کہ کہیں میں لیٹ ہو گیا تو سامعین میں سے کوئی بددل ہو کر لوٹ نہ جائے۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ میں نے اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچانا ہے۔ ایسے احساسات کوئی سچا عاشق ہی رکھ سکتا ہے۔ پھر اضافی ذمہ داریاں تنظیم اور انجمن کی...... اکثر ابو یہ شعر پڑھتے تھے ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
راہ رو ملتے رہے اور قافلہ بنتا گیا

پھر اللہ تعالیٰ نے ابو کی بہت مدد کی اور خاص طور پر زندگی کی ساتھی کے ذریعے۔ ہم امی سے کہتے ہیں کہ اگر ابو کو آپ نہ ملتیں تو شاید وہ اتنا کام نہ کر سکتے۔ یہ حقیقت بھی ہے، کیونکہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ وہ عورت خواہ ماں کے روپ میں ہو یا بیوی کے۔ ہماری دادی جان بھی بہت نیک اور صالح خاتون تھیں۔ انہی کا عکس ابو پر تھا، اسی لیے ابو نے یہ راستہ اپنایا اور پھر اتنا آگے پہنچانے میں امی نے ابو کے شانہ بشانہ کام کیا۔ گھر کے کاموں اور ذمہ داریوں سے امی نے ابو کو بالکل فارغ رکھا۔ ہماری تربیت کی، ہر وقت سمجھاتی تھیں کہ دنیا کی طرف نہ دیکھو آخرت کی فکر کرو۔ اپنے سے اوپر والے کی بجائے کم حیثیت والے کو دیکھو۔ اور اب بھی جب کبھی موقع ملتا ہے امی ہمیں چھوٹے بچوں کی طرح سمجھاتی ہیں۔

ہم نے کبھی ابو اور امی کے درمیان اختلاف نہیں دیکھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ابو نے کوئی بات کہی اور امی نے اس کی مخالفت کی ہو۔ کبھی ابو کو ناراض ہونے کا موقع نہیں دیا۔ دین کے راستے میں آپ کو معلوم ہے بڑے کٹھن مراحل بھی آتے ہیں۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کی ناراضیاں اور بائیکاٹ تک سہنے پڑتے ہیں۔ بہت باتیں سننی پڑتی ہیں۔ امی تمام مراحل میں ابو کے ساتھ رہیں بلکہ دین میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔

امی جان کا ایمان اور خلوص ہی تھا کہ اللہ نے ان کے لیے بہت آسانیاں پیدا کیں۔ نو بچوں کی پرورش اور تعلیم و

> تعجب ہے کہ اگر ہمارا داماد ہماری بیٹی کا خیال رکھے تو ہم بہت خوش ہوتے ہیں، لیکن اگر یہی سلوک ہمارا بیٹا ہماری بہو کے ساتھ کرے تو دل میں گھٹن محسوس کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے

تربیت کسی بھی کل وقتی ملازم کے بغیر آسان کام نہ تھا اور جب تک قرآن اکیڈمی کا میس نہیں تھا، امی ہی ابو کے پاس آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارات بھی کرتی تھیں۔ اچانک پتہ چلتا تھا کہ کھانے پر اتنے آدمی اضافی ہیں۔ اللہ نے بہت مدد کی اور امی نے پیشانی پر شکن لائے بغیر ہر طرح کا کام کیا۔

ندائے خلافت (بیگم صاحبہ سے): کیا پاکستان میں اسلام کا نفاذ ممکن ہے اور کیسے؟

بیگم صاحبہ: اللہ تعالیٰ جو چاہے، جب اور جیسے چاہے کر سکتا ہے۔ اسلام کب اور کیسے نافذ ہوگا؟ یہ اللہ کی مرضی ہے ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اس کے غلبے کے لیے تندہی سے محنت کرتے رہیں۔ اس وقت عریانی اور فحاشی اپنی حدوں کو چھو رہی ہے، ہمیں اس کے خلاف جہاد کرنا ہے اپنے بچوں کو بچانا ہے اور اسلامی نظام اپنے گھروں میں نافذ کرنا ہے۔

ندائے خلافت: کوئی نصیحت، جو آپ ہمارے قارئین کو کرنا چاہیں؟

بیگم صاحبہ: ہمیں دین کی سربلندی کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں لگا دینی چاہئیں، سب سے پہلے اپنے نفس کے خلاف جہاد کریں۔ نفس کو کنٹرول کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اہتمام کریں۔ قرآن سب سے اچھا ذکر ہے۔ اگر ہم اپنے نفس سے جہاد میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ہماری منزل آسان کر دیں گے — اگر مجھ میں کوئی اچھائی ہے تو ذرہ بھر بھی میرا کمال نہیں ہے اللہ کی مہربانی ہے۔ میرے لیے دعا کریں کہ ایمان میں اضافہ اور عمل میں خلوص و اخلاص پیدا ہو۔ میری تمام بہنوں کے لیے بھی یہی دعا ہے کہ اللہ مجھے اور انہیں عمل صالح کی توفیق دے۔ آمین!

☆ ترجمہ سے قرآن پڑھا تو پتہ چلا کہ پردہ پٹھانوں کی روایت نہیں اللہ کا حکم ہے

☆ آج فحاشی وعریانی ہم پر بزور مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے

☆ بیٹا ناشتا پر بچوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیتا ہے

☆ جب خواتین بے پردہ گھومیں گی تو بہترین میک اپ اور جیولری اہم ترین ضرورت بن جائیں گی

ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی اظہر بختیار خلجی کی والدہ محترمہ سے خصوصی انٹرویو

—— ڈاکٹر طاہرہ ارشد' فوزیہ متین ——

ندائے خلافت: اپنی ابتدائی زندگی کے بارے میں کچھ بتایئے

بیگم صاحبہ: ہماری والدہ پڑھی لکھی نہیں تھیں جبکہ والد صاحب نے علی گڑھ سے BA,LL.B کیا تھا۔ والدہ اُن کے چچا کی بیٹی تھیں اور خاندان میں ہی شادیوں کا رواج تھا۔ میں نے انگریزی ادب میں ایم اے کیا۔ ہم پٹھان ہیں اور ہمارے ہاں پردہ کی روایت بہت سخت تھی۔ شروع سے ہی باہر کا پردہ کیا جاتا تھا' شرعی نہیں۔

ندائے خلافت: آپ کی شادی کس عمر میں ہوئی؟

بیگم صاحبہ: میری شادی 25-24 برس کی عمر میں ہوئی۔ میرے شوہر مشرقی پاکستان میں چائے کے باغات میں اسسٹنٹ منیجر تھے' چنانچہ ہم وہیں چلے گئے۔

ندائے خلافت: کچھ اپنے شوہر اور تنظیم میں آنے سے پہلے کے حالات کے بارے میں بتایئے؟

بیگم صاحبہ: ہمارے گھروں میں بہت سادگی ہوتی تھی۔ اعلیٰ تعلیم اور اونچے عہدوں کے باوجود ہمارے گھر میں ایک ہی صوفہ سیٹ تھا' ایک ہی مرغی پکتی تھی جو سب گھر والے خوب پیٹ بھر کر کھاتے۔ رزق میں بہت برکت ہوتی تھی۔ میں نے اپنے شوہر کو کبھی فجر کی نماز قضا کرتے نہیں دیکھا۔ اُن پر عموماً نماز کے دوران رقت طاری ہوجاتی۔ میں پوچھتی کہ آپ کیوں روتے ہیں تو وہ کہتے کہ میں اس قدر گناہ گار بندہ ہوں' قیامت کو آپؐ کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ میں آپؐ کا امتی ہوں۔ میرے شوہر جھوٹ کو بالکل برداشت نہیں کرتے تھے' بچوں کو بھی ہمیشہ سچائی کی ہی تعلیم دی۔ میرے شوہر 22ویں گریڈ میں ریٹائر ہوئے لیکن ہم اپنا گھر نہ بنا سکے کیونکہ سرکاری افسر کی تنخواہ اتنی نہیں ہوتی تھی کہ بچوں کو اعلیٰ تعلیم بھی دلوائے اور گھر بھی بنائے۔

ندائے خلافت: بچوں کے بارے میں بتایئے؟

بیگم صاحبہ: میرے تین بچے ہیں۔ ایک بیٹی اور دو بیٹے۔ بیٹی بھی الحمدللہ شرعی پردہ کرتی ہے۔ گاؤں میں قرآن مجید کی تعلیم بھی دیتی ہے۔ ایک بیٹا نیوی میں ہے۔ بیٹے پہلے Aitchison College میں پڑھے پھر کراچی سے BA کیا' اور اظہر بختیار کو BCC1 میں نوکری ملی تو یہ دوبئ چلے گئے۔

ندائے خلافت: دین کی طرف رجحان کیسے ہوا؟

بیگم صاحبہ: ناظرہ قرآن مجید تو میں پہلے ہی پڑھتی تھی لیکن ترجمہ سے قرآن مجید میں نے 55 برس کی عمر میں پڑھا اور تب مجھے پتہ چلا کہ پردہ صرف پٹھانوں کی روایت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور تبھی مجھے اپنے زیور پر زکوٰۃ دینے کی بھی فکر لاحق ہوئی۔ جتنا زیور میرے پاس تھا' میں نے بیچ کر پچھلے سالوں کی زکوٰۃ ادا کی اور اب بھی وقتاً فوقتاً ادا کرتی

> اعلیٰ تعلیم اور اونچے عہدوں کے باوجود ہمارے گھر میں ایک ہی صوفہ تھا' ایک ہی مرغی پکتی تھی جو سب گھر والے پیٹ بھر کر کھاتے تھے۔ رزق میں بہت برکت ہوتی تھی

رہتی ہوں۔ اس شک میں کہ کہیں کچھ میرے ذمہ رہ نہ گیا ہو اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتی ہوں۔

ندائے خلافت: کچھ اظہر صاحب کے تنظیم میں آنے کے حوالے سے بتایئے؟

بیگم صاحبہ: میری بہو بیٹھی ہیں' انہی سے پوچھئے۔ یہ زیادہ بہتر بتا سکیں گی' کیونکہ یہ اُس وقت دبئ میں تھے۔

بہو: اظہر صاحب کا پہلے نام آزر رکھا گیا تھا۔ جب اُنہیں پتہ چلا کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام تھا جو ایمان نہیں لائے تھے تو انہوں نے اپنا نام تبدیل کر کے اظہر رکھا۔ دبئ میں یہ BCC1 میں ملازمت کے ساتھ ساتھ کاروبار بھی کرتے تھے۔ وہیں انہیں سورۃ التغابن پر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کیسٹ سننے کا اتفاق ہوا۔ دل پر بہت اثر ہوا اور آ کر تمام باتوں کی قرآن مجید سے تصدیق کی۔ پھر دو ماہ کے عرصہ میں ڈاکٹر صاحب کا سارا لٹریچر سنا اور جب دل مطمئن ہوگیا تو بینک کی ملازمت بھی چھوڑ دی اور بیعت کر لی۔ کاروبار میں بھی سود کی فکر ہوتی تھی اس لیے انہوں نے ارادہ کیا کہ میں پاکستان واپس جا کر کوئی چھوٹا موٹا کام کرلوں گا اور اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لیے وقف کردوں گا اور یوں ہم واپس آ گئے۔

ندائے خلافت: آپ نے کب پردہ کرنا شروع کیا؟

بہو: جب میری ساس اور نند دبئ آئیں تو انہیں پردہ کرتے دیکھ کر مجھے بہت ندامت محسوس ہوتی تھی۔ پھر میری ایک دوست نے مجھے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی پردہ پر کیسٹ دی' سنی تو دل پر بہت اثر ہوا اور میں نے پردہ کرنا شروع کردیا۔ شروع سے ہی شرعی پردہ کیا۔

ندائے خلافت: بیگم صاحبہ! آپ کو ان کے شرعی پردہ کرنے پر اعتراض تو نہیں ہوا؟

بیگم صاحبہ: قطعاً نہیں' البتہ یہ ضرور ہوتا تھا کہ دیور سے پردہ کیسے کرے گی۔ گھر میں مشکل ہوگی کام کاج کرنے ہیں' لیکن اس نے بڑی چادر اوڑھ کر یہ مشکل آسان کرلی اور یہ الگ بیٹھ کر کھانا کھالیتی تھی تو کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

ندائے خلافت: جب آپ کی بہو نے شرعی پردہ کرنا شروع کیا تو مشکلات پیش آئیں؟

بیگم صاحبہ: جی ہاں رشتہ دار ناراض ہوگئے لیکن ہم نے نوشہرہ میں اپنے گھر ہی قرآن کی کلاسز شروع کیں اور سب سے پہلے رشتہ دار خوتین کو ہی دعوت دی۔ اس سے اُن کے رویے میں بہت فرق پڑا کیونکہ وہ بھی قرآن حکم کی اہمیت کو سمجھ گئے۔ ہماری بیٹی بھی پردہ کرتی تھی اور میرے شوہر اس بات کو بہت پسند کرتے تھے۔ اُنہوں نے خود برقع میں ہی میری بیٹی کو ڈرائیونگ سکھائی اور اِس طرح اُس نے کراچی سے پشاور تک گاڑی چلائی ہے۔

ندائے خلافت: بحیثیت ساس آپ کا نقطہ نظر کیا ہے؟

بیگم صاحبہ: بہو کو بیٹی کی طرح رکھنا بہت مشکل ہے۔ بیٹی کو انسان آسانی سے کسی بھی بات پر Forgive اور

Forget کر دیتا ہے لیکن بہو سے ہم عزت کرنے کی اُمید رکھتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ Respect کے لحاظ سے بہو کا درجہ بیٹی سے اونچا ہے۔

بیگم صاحبہ کی بہو جو پاس ہی بیٹھی تھیں بولیں' اس مقام پر میں کچھ خالہ کے بارے میں بتانا چاہوں گی۔

بہو: خالہ بالکل Demanding نہیں ہیں۔ جس وقت ان کے بیٹے گھر آتے ہیں ان کی مرضی ہوتی ہے کہ وہ بیوی بچوں کو وقت دیں۔ یہ خود اپنے کمرے میں اخبار یا کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف رہتی ہیں۔ میرے خیال میں یہ ان کی بڑی قربانی ہے کہ بیٹے کی توجہ نہیں مانگتیں۔

بیگم صاحبہ: ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے الحمد للہ' میرے شوہر نے ہر طرح کی توجہ دی اور مجھے زندگی میں کوئی حسرت نہیں۔ میں نے اسے کبھی قربانی نہیں سمجھا بلکہ کبھی غور ہی نہیں کیا کہ مجھے کوئی توجہ چاہیے۔

بہو: ایک بات اور خالہ ہمیشہ میری طرف داری کرتی ہیں۔ بچوں کو اگر میں تھپڑ بھی لگا دوں تو اُن کے سامنے میرا ہی ساتھ دیں گی۔ بعد میں اگر میں غلطی پر ہوں تو تنہائی میں کسی اچھی بات کے ذریعے میری اصلاح کر دیتی ہیں۔ اسی طرح گھر میں کام کرنے والی ملازمہ کے معاملے میں بھی کبھی دخل اندازی نہیں کرتیں۔ تمام گھریلو امور مجھ پر ہی چھوڑ رکھے ہیں۔

نداۓ خلافت: اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ہماری فرداً فرداً کیا ذمہ داری ہے؟

بیگم صاحبہ: خواتین کو چاہئے کہ مردوں کو دین کے کاموں کے لیے فارغ کر دیں۔ میری بہو کو بچوں کے اور گھریلو مسائل پیش آئیں تو خود ہی سلجھانے کی پوری کوشش کرتی ہے۔ بچوں کو البتہ باپ کی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرا بیٹا صبح ناشتے پر بچوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دینے کی کوشش کرتا ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ دینی سوچ رکھنے والے اور تنظیمی لوگوں کو بھی اِس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ اُن کے بچے آپس میں ملیں جلیں' اچھی صحبت اختیار کریں' ایک دوسرے کی اصلاح کریں۔ یہ اس پُر آشوب دور میں ایک اہم ضرورت ہے جبکہ ہر طرف سے ہم پر فحاشی و بے راہ روی مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

نداۓ خلافت: دیکھا گیا ہے کہ مردوں کی دین سے دوری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں خواتین کیا کر سکتی ہیں؟

بیگم صاحبہ: آج واقعی اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ بجائے اس کے کہ مرد اپنے گھروں میں اسلام کا معاشرتی نظام نافذ کریں اُنہیں خود دین کی سمجھ نہیں۔ یہ انتہائی افسوسناک بات ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خواتین جو دین کا فہم رکھتی ہیں وہ باہر نکلنے کی بجائے اپنے گھروں پر پوری توجہ دیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے وہ اپنے شوہر اور دوسرے گھر والوں کی اصلاح میں کامیاب ہوں گی۔

نداۓ خلافت: بڑھتی ہوئی مہنگائی کی کیا وجہ ہے' اور آج کی عورت اس کے سدباب کے لیے کیا کر سکتی ہے؟

خواتین کو چاہیے کہ مردوں کو دین کے کاموں کے لیے فارغ کر دیں۔ اِس پُر آشوب دور میں یہ اہم ضرورت ہے

بیگم صاحبہ: بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ قناعت پسندی نہ ہونا ہے۔ جب آپ بے پردہ گھومیں گے تو بہترین کپڑے' میک اپ' سینڈل' جیولری اہم ترین ضرورت بن جائیں گی لیکن پردہ کرنے سے ان تمام چیزوں کی اہمیت قدرے کم ہوتے ہوتے ختم ہو جاتی ہے۔ جب آپ نے اِرادہ کر لیا کہ آپ نے اپنا آپ لوگوں کو دکھانا ہی نہیں تو یہ تمام چیزیں بے مقصد ہو جاتی ہیں۔

نداۓ خلافت: کوئی نصیحت جو آپ ہمارے قارئین کو کرنا چاہیں؟

بیگم صاحبہ: میں اِس قابل ہوں کہ مجھے خود نصیح[...] ضرورت ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ حلال روزی' [...] قناعت پسندی اور دعا انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کر[...] بہت معاون ہوتی ہیں۔ ہمیں اپنے نفس کے خلاف جہاد ک[...] چاہئے۔ عورت کے لیے پردہ اور مرد کے لیے داڑھی ا[...] جہاد میں بہت مددگار ہوتے ہیں۔ جو عورت پردہ کرتی ہ[...] آسانی سے سادگی اختیار کر سکتی ہے۔ اسی طرح جو مرد داڑ[...] رکھتا ہے وہ یہ سوچتا ہے کہ میں داڑھی کی ہی لاج رکھ لوں ا[...] ایسا کام نہ کروں جو نبیوں کی سنت کے خلاف ہو۔ بہنو[...] سے میری گزارش ہے کہ میرے ایمان اور عمل صالح م[...] اضافہ کے لیے دعا کریں۔

KHALID TRADERS
NATIONAL DISTRIBUTOR
IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE
NTN BEARINGS

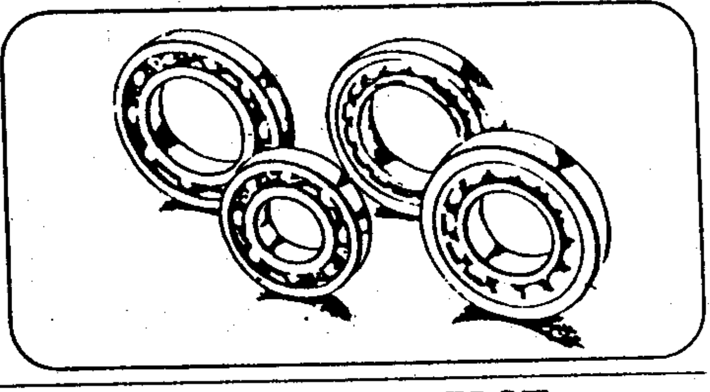

PLEASE CONTACT
Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan
G.P.O. Box # 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com
FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172
LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918
GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607
WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد

بنت محمد علی ابراہیم

❁ اکبر بادشاہ نے دینِ الٰہی ایجاد کیا تھا۔ اسلام اور ہندو مذہب کو خلط ملط کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے دریا کے دو مختلف کناروں کو ملانے کی کوشش کی، ہوا کو بھی خریدا اور ہوا کے رخ پر بہنے والی کشتیوں کو بھی، نتیجتاً وہ کامیاب رہا۔ بدبخت منشیوں اور وزیروں کے وارے نیارے ہو گئے۔ اکبر کی مانے جاؤ اور انعام و اکرام سمیٹتے جاؤ۔ اکبر نے تو مال دے کر ایمان خریدا تھا، ہم تو اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔ ہم ایمان دے کر ہندو ثقافت کے خریدار بنے ہوئے ہیں۔ اب تک تو ہم یہ کہتے آئے تھے کہ اکبر کی ایجاد کی ہوئی بدبختیاں رسم و رواج کی شکل میں ہمارے ساتھ ہیں، مگر اب ہمارا کیا خیال ہے کہ جب بچے والدین سے سوال کرتے ہیں ''امی یہ کیسی شادی ہوئی دولہا دلہن نے سات پھیرے تو لگائے ہی نہیں۔'' اب بتایئے کوئی ہے بہانہ جو ہم تراش سکیں۔

آج کل we are same across the border کے نعروں کی گونج میں ہندوؤں کا بھی سب سے غیر اخلاقی طبقہ پاکستان کے دوروں پر ہے۔ پاکستانی عوام، نام نہاد دانشور اور فلمی طبقہ دیوانوں کی طرح ان کا استقبال کر رہے ہیں۔ ہماری حکومت کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب ایمان و اخلاق کے کون سے پہلوؤں کو ان کے آگے بھینٹ چڑھایا جائے۔ پہلے تو اربابِ اقتدار کے حلق میں ایک ہی کانٹا پھنس گیا تھا کہ ''ہم نے کیبل آپریٹرز پر بھارتی چینلز پر پابندی لگائی ہوئی ہے، ہم نہیں چاہتے کہ ہماری نئی نسل ہندوؤں کی غیر اخلاقی تہذیب کا نظارہ کرے۔'' مگر اب اچانک بتیسی کھول کر ان عورتوں اور مردوں کا استقبال کیا جا رہا ہے اور ہماری عوام جو انڈیا سے میچ ہارنے پر اپنے ٹی وی سیٹ توڑ دیتی تھی، اب ساری زنجیریں توڑ کر ان سے آٹوگراف لینے دوڑی ہے۔ ان ''محبتوں'' کے سبب کیبل آپریٹرز کے مزے آ گئے ہیں۔ ہر گھر میں ڈش کلچر کی سیر ایسی اٹھی ہے کہ گمراہی کے اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آتا۔ گھروں سے حیا کا جنازہ اٹھ گیا ہے۔ مسلمانوں کی خوبی جس سے غیر مسلم اسلام کی طرف کھنچے چلے آتے تھے ''حیا اور آنکھوں کی شرم'' اب مفقود ہو گئی ہے۔ ایک اور نقصان یہ ہوا کہ پاکستان کی نظریاتی عمارت کے در و دیوار ہل گئے ہیں۔

جب تعلیمی اداروں میں مباحثے ہونے لگیں کہ ''پاکستان ناگزیر نہیں تھا'' تو ڈوب مرنے کو دل چاہتا ہے۔ یہ ملک ہم نے بھارت ماتا کے سینے پر بیٹھ کر حاصل کیا تھا۔ نہرو نے کہا تھا کہ پاکستان میری لاش پر ہی بن سکتا ہے لیکن پاکستان بنا اور اس کی نحیف Body کچھ نہ کر سکی۔ بھارت نے ابھی تک اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا اور ابھی تک بھارتی حکمرانوں کو یہ تمنا بے تاب کیے دیتی ہے کہ پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچایا جائے مگر رہے نام اللہ کا! اگرچہ ہم بزدلانہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں، مگر پھر بھی مالک ہمیں ہر مشکل سے بحفاظت نکال لیتا ہے۔

ہم نے اپنی آن، پہچان، خودانا، کلچر سب کچھ گروی رکھوا دیا ہے، اس کا اظہار ہمارے میڈیا سے ہوتا ہے۔ دوسروں کے کلچر سے مرعوب لوگ اپنے ڈراموں، اشتہارات یا خبروں کے ذریعے الگ اور جداگانہ تشخص کا اظہار کبھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے چینلز پر بے حیائی کی بھرمار ہے۔ سب کچھ اس طرح ہماری رگوں میں سرایت کیا جا رہا ہے کہ برائی، برائی نہیں لگتی۔ اب پاکستان میں انڈین فلموں کی نمائش کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ جنگ کے ایک کالم نگار اس بارے میں اپنے رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''اگر حقیقت پسندانہ انداز میں دیکھا جائے تو دنیا سمٹ کر گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ ان حالات میں خود کو دوسروں سے الگ تھلگ رکھنا کنویں کا مینڈک بننے کے مترادف ہے۔ ہماری ثقافت کے قریب ترین جو ثقافت ہے، وہ بھارتی ثقافت ہی ہے۔ پہلے ویڈیو پھر ڈش کیبلز کے ذریعے بھارتی فلمیں اور ٹیلی ویژن پروگراموں کے ذریعے ویسے بھی بھارتی تہذیب اور ہندی الفاظ ہماری نوجوان نسل اور بالخصوص بچوں کے ذہنوں میں سرایت کر چکے ہیں اور اب بھارتی فلموں کی نمائش پاکستان میں بھی ہونی چاہئے۔'' یہ ہے قارئین کرام تصویر کا دوسرا رخ۔ انڈین فلموں کی نمائش کے بعد ہماری اگلی منزل کیا ہو گی؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ جو دشمن کسی قوم پر حملہ کرتا ہے تو اس قوم کے لوگوں پر عورت اور شراب کے ذریعے فتح حاصل کی جاتی ہے اور ہم پر یہ حملہ ہو چکا ہے۔ بھارت کو مبارک ہو کہ اب ہم اس کے کاری وار کا شکار ہو چکے ہیں۔

جب شیروں کی طرح للکارنے والے قوتِ گویائی سے محروم ہو جائیں، جب شمشیر کو چمکا کر میدان میں آنے والے اپنے بوٹوں کی چمک میں گم ہو جائیں، جب آنکھوں میں شہادت کی آرزو نہ ہو اور دیدۂ بینا صنفِ نازک کو تھرکتا ہوا دیکھنے میں ہی عافیت جانے تو دشمن کو مبارک باد کا پیغام ہی بھیجا جا سکتا ہے۔ اقبال نے تو اسپین میں جا کر اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ۔

باقی ہے ابھی رنگ میرے خونِ جگر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی

مگر ہم کس قابل ہیں جو ایسی بات کہیں ہمارا تو خون ہی سفید ہے۔ جذبات سرد ہیں، نہ ہمارا لہو گرم ہے اور نہ احساس قوی، بس ایک Shallow ہے ہمارے پاس، ایک نام ہے ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' مگر آج بدقسمتی سے ہم جمہوروں پر یہ شعر صادق آتا ہے کہ۔

آ تجھ کو بتاؤں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو سلامت رکھے۔ (آمین)

❁❁

رسول اکرم ﷺ کی تین نصیحتیں

پہلی نصیحت: ''جو شخص اللہ کی جانب سے ملنے والے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے عمل سے راضی ہو جاتے ہیں''۔ یعنی دنیاوی زندگی کے گزارہ کے لیے معمولی سامان سے کام چلاؤ۔ مزے اڑانے سے بچنا، کیونکہ اللہ کے بندے مزے اڑانے والے نہیں ہوتے۔

دوسری نصیحت: مال داروں کے پاس نہ بیٹھا کرو کیونکہ اکثر مال دار دنیا دار ہوتے ہیں ان کی صحبت سے دنیا کی طلب بڑھتی ہے اور آخرت کی رغبت گھٹتی ہے۔

تیسری نصیحت: کپڑوں کو اس وقت تک ناقابلِ استعمال نہ سمجھنا جب تک اس میں پیوند نہ لگ جائے۔

آہ! تم نے قرآن کے ٹکڑے کر دیئے

امۃ الحیی

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (البقرۃ)

"(یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتاب (اللہ) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کیے دیتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں اُن کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں۔ اور جو کام تم کرتے ہو اللہ اُن سے غافل نہیں۔"

یہ آیۂ مبارکہ یہود کے غلط طرزِ عمل پر وعید کے طور پر نازل ہوئی تھی کہ انہوں نے شریعتِ اسلامی کے حصے بخرے کر دیئے تھے۔ صرف مرضی کے احکام مانتے تھے، باقی پسِ پشت ڈال دیتے تھے۔ یوں انہوں نے نہ صرف عملی تحریف کی بلکہ الفاظ تک بدل ڈالے۔ لہٰذا وعید آئی کہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں شدید ترین عذاب ہے۔

یہ حقیقت ہمارے ذہنوں میں واضح ہونی چاہیے کہ شریعت اسلامی کے ساتھ جو اُمت بھی یہ سلوک کرے گی، اسی وعید کی حق دار ہو گی۔ ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں تو معلوم ہو گا کہ مسلمان امت کتاب اللہ کے ساتھ شریعتِ الٰہی کے ساتھ بعینہٖ یہی سلوک کر رہی ہے۔ ہم قرآن مجید کے الفاظ نہیں بدل سکتے کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے انسانوں پر ڈالی ہی نہیں، وہ اللہ کے ذمے ہے (بحمد اللہ) ورنہ نجانے ہم قرآن کے کتنے ہی صفحات غائب کر دیتے یا الفاظ بدل ڈالتے۔ لہٰذا ہم نے بھی عملی طور پر شریعتِ الٰہی کی واضح نافرمانیاں شروع کر دیں اور اپنا وکیل بنا لیا "معاشرہ"۔

ہمارا اچھا خاصا مذہبی ذہن رکھنے والا طبقہ بھی اس بے راہ روی کا شکار ہے۔ جہاں تک معاملہ اجتماعیت کا ہے، حکومت کا ہے، حکومتی فیصلوں کا ہے اس گوشے میں احکامِ الٰہی کے منافی جو بھی اقدامات ہو رہے ہیں۔ اس میں ذمہ دار وہ ہیں ہم نہیں۔ ہمیں تو دیکھنا ہے کہ انفرادی طور پر ہم کیا کر رہے ہیں؟

﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ (مریم)

"اور سب قیامت کے دن اُس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔"

ہمیں خصوصاً ہم خواتین کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اللہ نے ہمیں کن فرائض کے ساتھ بھیجا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم فرائض کی طرف نہیں دیکھتے صرف حقوق کی بات کرتے ہیں۔ قرآن پڑھتے وقت ہماری انگلی قرآن کے ان الفاظ پر ہوتی ہے جن میں ہمارے نفس کی پسندیدہ چیزوں کا ذکر ہے۔ جو بات پسند آئے مان لیتے ہیں اور جو ناگوار اور گراں گزرے وہ "معاشرے کے حوالے"۔

ایک خاتون، بہت پابندِ صوم وصلوٰۃ، کہنے لگیں جب سے قرآن ترجمے سے پڑھنا شروع کیا ہے، بہت تبدیلی آئی ہے، پانچ وقت نماز شروع کر دی، روزے پورے رکھنے کا اہتمام کیا، پردہ کے بارے میں اللہ کے احکام کا علم ہوا لیکن بھئی پردہ نہیں کر سکتی، معاشرہ اجازت نہیں دیتا! اسی طرح ایک اور خاتون نے پردہ تو مارے باندھے کر ہی لیا لیکن رسوم و رواج چھوڑنے کو تیار نہیں کیونکہ بقول اُن کے معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔

ایک صاحبہ اپنے ماموں کے خانگی معاملات کا رونا رو رہی تھیں۔ ساری عمر بیگم سے ناچاقی رہی، کل کل چخ چخ میں عمر گزاری، مار کٹائی تک نوبت بھی آئی لیکن علیحدگی کا کوئی تصور نہیں کہ معاشرہ کیا کہے گا؟؟

اسی طرح ایک صاحبہ جن کے شوہر ان پر باقاعدہ ظلم ڈھا رہے ہیں، بیوی کے علاوہ ہر کسی کے پاس جاتے ہیں۔ نان نفقہ بھی نہیں دیتے، خود ہی کماتی ہیں، رات کو تنہا سوتی ہیں، لیکن طلاق لے لوں! سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معاشرے میں ناک کٹ جائے گی۔ میں نے سمجھایا، دیکھو قرآن کے احکام یہ ہیں کہ جب زندگی اتنی مشکل ہو جائے تو پھر علیحدگی ہو جائے۔

﴿وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ﴾ (النساء:130)

"اور اگر میاں بیوی (میں موافقت نہ ہو سکے اور) ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی دولت سے غنی کر دے گا۔"

نہیں جی! وہ معاشرہ اور تھا اور یہ اور ہے۔ گویا قرآن صرف اسی زمانے کے لیے نازل ہوا تھا۔ اسی طرح ایک صاحب کے اولاد نہیں ہوئی۔ تڑپتے پھر رہے ہیں۔ کسی نے دوسری شادی کا مشورہ دیا تو دو فٹ اونچا اچھلے "اس معاشرے میں دو بیویاں..... توبہ توبہ"۔

بیوہ یا مطلقہ کی شادی کا تصور دوبھر ہو جاتا ہے کیونکہ معاشرہ آڑے آتا ہے، حالانکہ اللہ کا حکم ہے:

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (النور:32)

"اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو۔"

گویا نعوذ باللہ ہم زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید ابدی ہدایت اور رہنمائی نہیں ہے۔ یا ہم نے قرآن کے حصے بخرے کر لیے ہیں۔ قرآن کا صرف وہ حصہ قابلِ عمل ہے جس کی اجازت معاشرہ دے۔ کیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ نہیں ہے؟ کیا اسے علم نہیں تھا کہ معاشرہ اتنا بگڑ جائے گا یا پھر اس معاشرے کے لیے اللہ کو کوئی اور قرآن نازل کرنا چاہیے جو ہماری demands پر پورا اُترے۔

آج ہماری قوم قرآن پاک کو شہید کرنے اور رسالت کی توہین پر سیخ پا ہو رہی ہے۔ یہ کیوں نہیں سوچتی کہ ہم روزانہ کتنے ہی قرآن شہید کرتے ہیں اور کتنی ہی بار رسولؐ کی توہین کرتے ہیں۔ میراتھن، ویلنٹائن اور پھر بسنت..... تمام تر احتجاج کے باوجود ہم جشنِ بہاراں اسی جوش وخروش سے منائیں گے اور اس وقت بھول جائیں گے کہ توہینِ رسالتؐ کیا ہوتی ہے؟؟

آج ہم ٹائر جلا رہے ہیں، دکانیں نذرِ آتش کر رہے ہیں۔ بے گناہ لوگ مارے جا رہے ہیں۔ سوچیے ذرا! اُس وقت ہمارے صدمے اور حیرت کا کیا عالم ہو گا جب روزِ قیامت رسول اکرم ﷺ فریاد کریں گے:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴾ (الفرقان)

"اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔"

اور اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کو دلاسا دیں گے:

﴿الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾﴾ (الحجر)

"جنہوں نے یعنی قرآن کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ تمہارے پروردگار کی قسم ہم اُن سے ضرور پرسش کریں گے۔ اُن کاموں کی جو وہ کرتے ہیں۔"

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَهُمْ (آمین)

تذکیر بالآء اللہ سے تذکیر بایام اللہ تک

امة المحیی

بہت پرانی بات ہے، یہی کوئی 32 سال پرانی، والد صاحب ہم نو بہن بھائیوں اور امی جان کو شمالی علاقہ جات کی طرف قدرت الٰہی کے خوبصورت مناظر کی دید کے لیے لے کر گئے۔ مختلف گلیات سے ہوتے ہوئے ہم بالاکوٹ پہنچے جہاں سب سے پہلی ابی جان ہمیں سید احمد شہیدؒ اور ان کے ساتھیوں کی قبروں پر لے گئے۔ شہداء کی قبروں پر ابی جان کے چہرے پر جو محبت، عقیدت اور احترام کے جذبات میں نے دیکھے، وہ میرے بچپن کے چھوٹے سے ذہن پر نقش ہو گئے اور شہداء اور ارض شہداء کے ساتھ ایک قلبی تعلق اور ذہنی عقیدت کا رشتہ از خود استوار ہو گیا۔

اس عقیدت کے رشتے میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیلؒ کی تاریخ شہادت یعنی 6 مئی کو میرے بڑے بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ اس دن ابی جان نے شہدائے بالاکوٹ کی یاد میں ایک جلسہ منعقد کر رکھا تھا۔ غالباً 6 مئی 1986ء کو ان کی شہادت کو 100 سال ہو گئے تھے۔ لہٰذا ان کے نام پر میرے بیٹے کا نام "سید احمد" رکھا گیا۔

بالاکوٹ کے اس سفر کے بعد زندگی میں نجانے کتنی بار وہاں سے گزر ہوا اور ہر بار شہداء کی یاد تازہ ہو جاتی اور اس مقام سے انسیت محسوس ہوتی۔

اور پھر 8 اکتوبر کی صبح، جو معمول کے مطابق طلوع ہوئی اور ہمیشہ کی طرح مصروف کار ہوئی، جبکہ بعض لوگ سحری کھا کر جو سوئے تو ابھی بیدار نہیں ہوئے تھے کہ زمین نے اچانک کروٹ لی اور آٹھ بج کر اٹھاون منٹ پر وہ قیامت خیز زلزلہ آیا جس کی مثال کئی صدیوں میں نہیں ملتی۔ یہ زلزلہ تو نہیں تھا!! زلزلے ایسے تو نہیں ہوتے!! یہ تو اس آیت کی مانند تھا:

﴿وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ﴾ (الاعراف: 4)

"اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا، تو ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت ٹوٹ پڑا یا دن میں، یا اس وقت جب وہ قیلولہ کر رہے تھے"۔

یہ جو بظاہر زلزلہ تھا، اس کی لپیٹ میں بالاکوٹ سمیت شمالی علاقہ جات کا ایک بڑا حصہ آ گیا۔ وہ علاقہ جو قدرت کے حسین مناظر سے بھرا ہوا تھا، رنگ و نکہت اور خوشبوؤں میں بسا ہوا تھا، وہ سرسبز وادیاں خاک و خون بنا دی گئیں۔ ہرے بھرے خوبصورت بلند و بالا پہاڑ باہم ٹکرا دیے گئے اور ان کے درمیان کتنی ہی بستیاں سرمہ بنا دی گئیں۔ ان کا نشان مٹ گیا اور وہ ایسی ہو گئیں: ﴿كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾ (اعراف: 92) "جیسے کہ وہ کبھی وہاں تھے ہی نہیں" اور ہم ﴿زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ بری طرح ہلا دیئے گئے۔

وہ خوبصورت پہاڑی مقامات جن کی طرف ہم قدرت کے حسین مناظر کا، اللہ کی خوبصورت نشانیوں کا دیدار کرنے جاتے تھے، مقام عبرت بن گئے۔ 8 اکتوبر کا دن "اللہ کے بڑے دنوں" میں شامل ہو گیا۔ گویا تذکیر بالاء اللہ سے تذکیر بایام اللہ کا سفر ایک دن میں طے ہو گیا۔ عذاب الٰہی کا زبردست کوڑا ہم پر پڑا، اور زلزلے کے بعد بارش اور سردی کا عذاب۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ سابقہ مختلف اقوام پر جو مختلف عذاب آئے، ان سب کا مزا پاکستان کے مسلمانوں نے ایک ہی دن میں چکھ لیا۔

ذہن متوجہ ہوا کہ اے اللہ! عذاب کے مستحق تو ہم تھے، ہم جو بڑے شہروں میں علی الاعلان احکام الٰہی کو پاؤں تلے روندتے پھر رہے ہیں، ہماری بداعمالیوں کی سزا ان لوگوں کو کیوں دی گئی، جو قدرت اور فطرت سے نزدیک لوگ ہیں۔ لیکن ہم پاکستان کے مسلمان ایک جسد کی مانند ہیں، جس کے ایک حصے پر بیماری کا حملہ ہو تو باقی سارا جسم لازماً متاثر ہو گا اور جسم کا ایک عضو ناکارہ ہو تو ہم کوشش کرتے ہیں کہ باقی جسم اس بیماری سے محفوظ ہو اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے جسم کے ایک حصے کو شدید اذیت سے گزار کر باقی جسم کو جھنجوڑا گیا ہے کہ:

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ (البروج)

"بے شک تمہارے رب کی پکڑ شدید ہے۔"

اور

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

زلزلے کے ایک مہینے بعد عید الفطر سے اگلے دن ہم نے بالاکوٹ کا سفر کیا۔ ایبٹ آباد میں رات گزاری اور اس رات پھر ایک شدید زلزلہ آیا اور معلوم ہوا مزید تباہی ہوئی ہے...... نہیں! ابھی ہم بیدار نہیں ہوئے!! بالاکوٹ پہنچے...... الٰہی! بالاکوٹ کہاں گیا؟؟ نسیاً منسیاً ہو گیا۔ تین منزلہ عمارت کی آخری منزل کی چھت زمین پر پڑی ہے، باقی حصہ کہاں گیا؟ معلوم ہوا بجا زمین شق ہوئی اور پوری کی پوری عمارتیں اس کے اندر دھنس گئیں۔ تباہ شدہ شہر کے ایک جانب دریائے کنہار کے کنارے سید احمد شہید کا مزار معجزاتی طور پر بالکل محفوظ رہا۔

یا اللہ! یہ تیری بے نیازی!! ایک زندہ قوم کو تو نے ختم کر دیا، ان کے مسکن ختم ہو گئے اور شہداء کی قبور، جن کے سلامت رہنے کی ضرورت نہیں تھی، وہ تو نے بچا لیں۔ جس کو چاہا بچا لیا، جس کو چاہا ختم کر دیا، حیرت انگیز طور پر کچھ لوگ ختم ہوئے، کچھ بچ گئے۔

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ (الانعام: 59)

"اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، انہیں کوئی نہیں جانتا سوائے "اُس" کے"

معلوم ہوا اس ارض شہداء میں دو دن قبل ایک ہوٹل میں جشن منایا گیا جہاں روزہ شراب سے افطار ہوا۔ ساری رات ناچ گانا ہوتا رہا اور وہ ہوٹل اور وہ مقام صرف دو دن بعد زمین بوس ہوئے۔ کیا ہم اب بھی بیدار نہیں ہوں گے؟ کیا ہم اب بھی "اُس" کی قدرت کا اندازہ نہیں کر پائیں گے؟

ارض شہداء میں دو دن پہلے ایک ہوٹل میں جشن منایا گیا جہاں روزہ شراب سے افطار ہوا، ساری رات ناچ گانا ہوتا رہا اور وہ ہوٹل اور وہ مقام صرف دو دن بعد زمین بوس ہو گئے۔ کیا ہم اب بھی بیدار نہیں ہوں گے؟

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ (الانعام: 65)

"کہہ دیجیے کہ وہ (اللہ) قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے (آسمان سے) یا تمہارے قدموں تلے سے"۔

اور کیا یہ آیات ہمارے لیے کافی نہیں؟

﴿ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا ھِیَ تَمُوْرُ ﴿﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ ﴿﴾﴾ (الملک)

ہم بہت ڈھیٹ ہو چکے ہیں۔ ان تمام چیزوں کا اثر صرف چند دن محسوس ہوا اور اب پھر وہی ناچ گانے‘ حلوے مانڈے‘ رسوم و رواج‘ موج میلے‘ ماڈلنگ‘ کیٹ واک‘ میوزیکل شوز اور سب سے بڑھ کر میراتھن‘ ویلنٹائن ڈے اور بسنت۔ بے حیائی اور فحاشی کے مظاہرے دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ہم میں احساس کی رمق بھی پیدا نہیں ہوئی۔ کیا ابھی میراتھن کی کسر تھی؟؟ حدیث مبارکہ ہے:

”جب معاشرے میں گانے بجانے والیاں اور آلاتِ موسیقی عام ہو جائیں‘ شراب عام ہو جائے‘ جب لوگ اپنے اسلاف کے کارناموں پر شرمندہ ہونے لگیں اور انہیں برا کہنے لگیں‘ جب قوم کا سردار رذیل اور کمینہ شخص بن جائے‘ جب لوگوں کے ڈر اور خوف سے ان کی تعظیم ہونے لگے‘ جب امانت میں خیانت ہو اور عوام کے مال کو ذاتی مال سمجھا جانے لگے‘ جب علم کا حصول دین اور آخرت کے بجائے دنیاوی متاع کے لیے ہو تو انتظار کرو کہ تیز و تند آندھیاں تمہیں تباہ کریں یا زلزلہ آئے یا زمین پھٹ جائے اور لوگ اس میں دھنس جائیں یا پتھروں کی بارش ہو جائے“۔

”اور تحقیق ہم نے آپؐ سے پہلے امتوں میں (رسول) بھیجے‘ پھر پکڑا ان کو ہم نے عذاب سے اور تکلیف سے‘ تاکہ وہ گڑگڑائیں۔ پھر جب ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے؟ اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو مزین کر دیا“۔

(الانعام)

بقیہ: وقت ھی نھیں ملتا!

ہے کہ ہم مصروف ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم کس کام میں مصروف ہیں؟ یہ نہ ہو کہ جب کسی دینی یا بھلائی کے کام میں شرکت کی ”گزارش“ کی جائے تو جواب آئے کہ آپ نے اچھی بات کہی۔ ہمیں بھی نیکی کے کاموں میں شریک ہونا چاہیے۔ قوم کی فکر کرنا چاہیے۔ مگر کیسے؟ اتنا وقت کس کے پاس ہے؟ مخلوق کی خدمت اور دینی سرگرمیوں کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے لیکن ثقافتی اور میوزیکل شو اٹینڈ کرنے کے لیے ہم وقت کی کمی کا ماتم کبھی نہیں کرتے۔ پیارے نبی ﷺ نے امت کو تنبیہ کی ہے کہ پانچ سوالوں کا جواب ہر ابن آدم جب تک نہیں دے لے گا روزِ محشر اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا ان میں ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ عمر کس کام میں گزاری؟ ہم اپنے ٹائم بینک میں روزانہ 84,600 سیکنڈز ڈپازٹ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس ڈپازٹ کو دین و دنیا کی حسنہ حاصل کرنے میں لگا سکیں۔ آمین!

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کی کاوشیں

آسان عربی گرامر
ویڈیو کیسٹس/ DVDs
گھر بیٹھے عربی گرامر کے قواعد سیکھئے
مکمل عربی گرامر کی تدریس
28 ویڈیو کیسٹس / 17 DVDs
میں دستیاب ہے

منتخب نصاب حصہ اوّل تا پنجم
نکات برائے درس و تدریس
دینِ اسلام اور اس کے تقاضوں کے فہم کے لئے منتخب نصاب قرآنی کی درس و تدریس انتہائی مفید ہے۔ نکات کی صورت میں آیات کا لفظی ترجمہ، تمہیدی و تفسیری تفاصیل موضوع سے متعلق قرآنِ کریم کی دیگر آیات واحادیث کے حوالہ جات

اہم دینی موضوعات
- اسلام مذہب ہے یا دین؟
- دینِ اسلام پر عمل کیسے کریں؟
- جہاد فی سبیل اللہ
- نبی اکرم ﷺ نے دین کیسے غالب کیا؟
- اسلام میں اجتماعیت کی اہمیت اور اساس

نکات برائے درس و تدریس کتابی صورت میں

سود
حرمت۔ خباثتیں۔ اشکالات
ایک مختصر لیکن نہایت جامع اور مفید کتاب جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں سود سے متعلق تمام ضروری و بنیادی معلومات اور اعتراضات کے مدلل جوابات شامل کیے گئے ہیں۔ انگریزی ترجمہ بھی دستیاب ہے۔

چہرے کا پردہ
علماء و مشائخ، مفکرین، اور ادباء کے مستند مضامین کا ایک گراں قدر مجموعہ
قرآن و سنت کی روشنی میں شرعی پردے کے احکامات، اِن احکامات کی حکمت، چہرے کے پردے کے لئے دلائل، اُمت کا متواتر عمل اور اس حوالے سے اشکالات و اعتراضات کے جوابات کتابی صورت میں۔

ایک سالہ قرآن فہمی کورس
دنیا اور آخرت کی کامیابی کے حصول کے لئے دینی و جدید علوم کا سیکھنا ضروری ہے جدید تعلیم یافتہ حضرات و خواتین کو قواعدِ تجوید، عربی گرامر، ترجمہ و تفسیرِ قرآن و حدیث اور دینی و تحریکی لٹریچر کی تعلیم کا اہتمام باصلاحیت اساتذہ کے زیرِ نگرانی
آغاز ہر سال رمضان المبارک کے بعد

قرآن اکیڈمی DM-55، خیابانِ راحت، درخشاں، ڈیفنس فیز 6، کراچی۔ فون: 5340022-3
فون: 5340022-23، ای میل: karachi@quranacademy.com ویب سائٹ: www.quranacademy.com

''میں محوِ حیرت ہوں''

﴿مسز اسعد احمد مختار﴾

میں محوِ حیرت ہوں' سوچتی ہوں
وہ پاک ہستی
وہ جان سے بھی عزیز ہستی
فدا ہوں جن پر ابی و امی
خدائے واحد بھی جس کو چاہے
وہ جس کی نعتیں سنا سنا کے یہ ساری امت
تمام عالم کو یہ بتائے
ہمارا محبوب وہ نبی ﷺ ہے
جو آخری ہے
ہر ایک شے سے عزیز تر ہے
ہم اس کی خاطر یہ جاں لٹا دیں' جہاں لٹا دیں
جہاں کی ایک ہر شے لٹا دیں
ہم اس کے ابرو کے اک اشارے پہ اپنا خون جگر بہا دیں
میں سوچتی ہوں
اگر اچانک کبھی وہ ملنے کو آئیں ہم سے
بس اِک دو دن گزارنے کو
تو شادی مرگ ہم پہ ہوگی
ہم ان کی آؤ بھگت کریں گے
ہم ان کو سر آنکھ پر بٹھائیں
یا ان کے قدموں تلے بچھیں گے
رکو ذرا اور مجھے بتاؤ!
میں سوچتی ہوں!
ہمارے در پر وہ پاک ہستی اچانک آئے تو کیا کریں گے؟
ہم عاشقوں کی طرح سے ملنے کو
آگے بڑھ کر سراپا چشم براہ ہوں گے؟
یا الٹے قدموں لباس اپنے بدلنے جائیں گے اپنے گھر کو؟
چھپائیں گے کچھ کتابیں اپنی؟
یہ رنگ برنگے رسالے اپنے؟
اور ان کی جگہوں پر لا سجائیں گے اِن ﷺ کی باتیں
حدیث و قرآں کی پیاری جلدیں
اور اپنے ٹی وی و ویڈیو کو چھپانے دوڑیں گے' انﷺ کے ڈر سے؟
کہیں یہ فتنے کی سارے چیزیں' وہ دیکھ نہ لیں
وہ جن کی چاہت میں ہم نے لکھیں ہیں لاکھوں نعتیں
وہ جن کی آمد ہمارے نزدیک باعث رحمت و شرف ہے
ہم ان کی آمد پر کیا کریں گے؟
میں سوچتی ہوں
جو کل کیا تھا' وہی کریں گے
جو کل کہا تھا وہی کہیں گے
ہمارا طرزِ رہن سہن کیا یونہی رہے گا؟
ہماری گپ شپ ہمارا اندازِ زندگی کیا یہی رہے گا؟
ہمارے صوم و صلوٰۃ بھی تشنہ شوق ہی رہیں گے؟
وہ سب کتابیں جو کل پڑھیں تھیں' کیا آج بھی ہم وہی پڑھیں گے؟
وہ سب قصیدے جو کل کہے تھے' کیا آج بھی ہم وہی کہیں گے؟
کیا ہم یہ چاہیں گے؟
وہ خیالات اور ارادے جو آج تک اِس دماغ میں ہیں' انہیں بتائیں؟
ہم اپنے پیاروں سے دوستوں سے
انہیں ملائیں؟
یا ہم یہ چاہیں گے
اِن کے ناتے میں آنہ جائیں
یہ ساری باتیں' یہ سب ارادے
اور ان کی آنکھیں نہ دیکھ پائیں
ہماری مجلس کو' دوستوں کو
ذرا یہ سوچو' بتاؤ مجھ کو
کہ وہ جو ہیں رحمت دو عالم ﷺ نبی آخر ﷺ رسول اکرم ﷺ
انہیں گھر اپنا دکھا سکیں گے؟
یہ انقلاب حیاتِ دوراں
یہ روز و شب کا حسیں تغیر
ہم اپنے گھر میں بھی لا سکیں گے؟
ہم ایسی ہستی سے کہہ سکیں گے؟
ہمیشہ رہنا ہمارے گھر میں!
یا اپنے ہاتھوں سے در کو بند کر کے ہم کہیں گے
کہ آنہ جائے ہمارے گھر میں کہیں یہ رحمت
وہ پاک ہستی
وہ جان سے بھی عزیز ہستی!!
فدا ہوں جن پر ابی و امی
میں محوِ حیرت ہوں
سوچتی ہوں
(نظم کا مرکزی خیال ایک انگریزی نظم سے ماخوذ ہے۔)

تاریخ انسانی کا اہم ترین واقعہ

امۃ المغنی

جسد آدم کی تخلیق سے قبل عالمِ ارواح میں بھی ایک واقعہ رونما ہوا۔ جب حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک آنے والے انسانوں کی ارواح کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ نے ایک عہد لیا جسے ''عہد الست'' کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ الاعراف میں یہ عہد مذکور ہے۔ اس میں ہماری ارواح نے ربوبیت ربّ کی گواہی دی تھی۔ روح ویسے بھی امرِ رب ہے' خیر ہی خیر ہے۔ لہٰذا اس گواہی نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اس کے بعد روحِ ربانی کو جسد خاکی میں قید کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ایک باغی نفس کی پیوند کاری کی گئی۔

اب ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے فوقیت اور غلبہ جسم کو ملا اور اسی جسم کے ساتھ انسان کو زمین کے مشارق ومغارب کا انتظام سونپا گیا۔ پھر اللہ کی طرف سے انسان کو خاص طور پر ایک ریہرسل کروائی گئی اور اسے بتایا گیا کہ زمین میں کن مسائل سے واسطہ پیش آ سکتا ہے۔ یہ واقعہ 'قصہ آدمؑ و ابلیس' کے نام سے مشہور ہے۔

قرآن میں قصہ آدم وابلیس سات مقامات پر مذکور ہے۔
(i) سورۃ البقرۃ' (ii) سورۃ الاعراف (iii) سورۃ الحجر' (iv) سورۃ بنی اسرائیل' (v) سورۃ الکہف' (vi) سورۃ طٰہٰ' (vii) سورۃ ص۔

ہر جگہ مختلف انداز میں اس واقعہ کا ذکر ہے لیکن جو باتیں مشترک ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ نے انسان کو کسی چیز سے روکا لیکن نفس نے اللہ کے حکم کے خلاف ورغلایا اور شیطان نے جلتی پر تیل کا کام کر کے نفس کو ورغلایا۔ حضرت آدم وحوا علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر ڈالی۔ پھر روح کی طرف سے احساسِ ندامت اور پشیمانی کا اظہار ہوا جس کے نتیجے کے طور پر وہ جسد خاکی جو پہلے نافرمانی کا مرتکب ہوا تھا اب توبہ کی غرض سے اللہ کے آگے جھک گیا۔ (اعراف:28)

یہ واقعہ بظاہر دلچسپ اور مفید ہے اور قابلِ عمل بھی لیکن حقیقتاً بہت حساس اور لطیف ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کا بیان کردہ کوئی ایک واقعہ بھی ہماری زندگی کو بدلنے کے لیے کافی ہونا چاہیے لیکن اس واقعے کا ذکر سات بار ہوا ہے۔ اور یہ صرف صفحات کو بھرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ قرآن میں جس بات کا ذکر جتنی زیادہ دفعہ ہوتا ہے' اتنا ہی اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

اس واقعہ میں انسان کا جو روح اور جسم کا مرکب ہے اور شیطان کا کردار مرکزی ہے۔ انسان کا کردار یہ بتایا گیا کہ وہ غلطی کر کے نادم ہوتا ہے اور اللہ سے توبہ کرتا ہے جبکہ شیطانی کردار یہ ہے کہ وہ ارادتاً غلطی کرتا ہے' نافرمانی کرتا ہے اور اس غلطی کو ڈھٹائی سے دوسرے کے سر تھوپ دیتا ہے۔

> **(شیطان) نے کہا:**
> **پروردگار جیسا تو نے مجھے راستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے (گناہوں کو) آراستہ کر کے دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا (القرآن)**

ہم اس شیطانی کردار سے کس حد تک متاثر ہوئے ہیں؟ یہ دیکھنے کے لیے ہمیں آغاز میں جانا ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو آدمؑ کے آگے سجدہ کرنے کو کہا' تمام فرشتے اللہ کا حکم بجالاتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ سوائے ابلیس یعنی شیطان کے۔ از روئے قرآن:

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ......﴾ (الکہف:50)

''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا' تو اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا''

وہ اپنی عبادت وریاضت کی بنا پر فرشتوں کی صف میں شامل ہو گیا۔ فرشتے نورانی مخلوق ہیں جن میں کوئی شرارہ نہیں ہے جبکہ شیطان ''عزازیل'' نامی جن تھا جس کی تخلیق سراپا نار ہے جس میں نور کی کوئی آمیزش نہیں۔ وہ اس روح ربانی کو نہیں دیکھ سکا جو آدمؑ میں پھونکی گئی تھی۔ اس نے سجدہ سے انکار کیا' نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب کیا تو راندۂ درگاہ اور ذلیل وخوار کر دیا گیا۔ اب اس نے شیطانی کردار دکھایا اور اللہ سے کہا کہ میں ایک خاکی وجود کی وجہ سے راندۂ درگاہ کیا گیا ہوں' لہٰذا اس کو ذلیل وخوار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔ پہلا کام اس نے یہ کیا کہ:

(i) ﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ ......﴾ (الاعراف:16)
''اے اللہ! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا......'' اپنی غلطی پر نادم ہونے کی بجائے اس نے اس کو اللہ پر تھوپ دیا۔ اب آئینہ دیکھتے جائیے۔ یہ وہ کام ہے جو ہم صبح وشام کرتے ہیں ارادتاً' جانتے بوجھتے' سوچتے سمجھتے۔ ہم گناہ کرتے ہیں پھر بجائے نادم وشرمسار ہونے کے' دوسروں کے سر پر تھوپ دیتے ہیں۔ کبھی معاشرہ قصوروار نظر آتا ہے' کبھی استاد' کبھی والدین تو کبھی رشتہ دار...... جان لیجیے! یہ شیطان کی چال ہے جو وہ ہمیں صراطِ مستقیم سے انتہائی دور لے جانے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

(ii) ﴿يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ......﴾ اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دیے تاکہ ان کے ستر ان کو کھول کر دکھا دے۔ دوسری گھناؤنی چال اس کے ذہن میں یہ آئی کہ کسی طرح انسانوں میں شرم وحیا ختم کر کے' ان کا لباس اتروا دوں۔ ان کے لیے ان کی برہنگی کو خوبصورت اور دلنشیں کر دوں۔ ہر دور میں برہنگی اور بے حیائی کو نئے نئے لبادے پہناؤں' کبھی فیشن کا' کبھی روشن خیالی کا' کبھی جدت پسندی کا' کبھی نئی تہذیب کا اور کبھی مساواتِ مرد وزن کا۔ لہٰذا اس واقعے میں اپنے لیے ہمیں جو سبق لینا ہے وہ یہ ہے کہ:

(i) اللہ کی معصیت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تسلیم ورضا کا لبادہ اتار دیا ہے اور عفو ودرگزر اور اس کے نفس کے نرغے میں آ گئے۔ اب اگر ہم نادم ہوتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں تو یہ انسانیت ہے۔ اور اگر شیطان اس معصیت پر اللہ کے غفور رحیم ہونے کا پردہ ڈالتا ہے تو یہ شیطنت ہے۔ اب اس کسوٹی پر خود کو پرکھ لیجیے۔

(ii) یہ ظاہری لباس جو اللہ نے ہمیں دیا ہے' یہ ہماری زیب وزینت کا باعث ہے اور انسانوں کو جانوروں سے ممیز کرتا ہے۔ یہ جتنا ساتر ہوگا اتنا ہی ہمیں جانوروں کی صف سے الگ کر دے گا۔ شیطان چاہتا ہے کہ ہمیں اتنا گرا دے کہ نیچوں میں سب سے نیچا اور پستوں میں سب سے پست کر دے۔ اس کو یقین ہے کہ بنی نوع انسان کا جتنا زیادہ سے زیادہ لباس اتروا سکوں گا اتنا ہی وہ حیوانیت کی سطح پر پہنچ جائے گا اور یہ وہ مقام ہے جہاں یہ شعور ختم ہو جاتا ہے کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا'

اور جائز و ناجائز کے درمیان حد فاصل کیا ہے۔ پھر جنسی طور پر نہ ماں بہن کی تمیز باقی رہتی ہے نہ بیٹی' بہو کی۔ محرم و نامحرم کی تمیز رہتی ہے نہ بیٹے اور داماد کی۔

آپ خود مشاہدہ کریں' غور و فکر کر کے شیطان کی اس گھناؤنی سازش کو عملی جامہ پہنتے ہوئے دیکھ لیں۔

قرآن مجید میں قصہ آدم و ابلیس سب سے زیادہ تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مقامات کا بغور مطالعہ کریں تو شیطان کے درج ذیل ہتھکنڈے سامنے آتے ہیں:

(i) لباس اتروانا:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لباس کو لباس تقویٰ کہا ہے یعنی جتنا ساتر لباس ہوگا' تقویٰ سے قریب کرنے کا سبب ہوگا۔ جتنا کم لباس ہوگا اتنا ہی وہ معصیت و نافرمانی اور فسق و فجور کا لباس ہوگا۔ اپنے لباس پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوگا کہ شیطان کے اس ہتھکنڈے نے کیا کیا گند کھولے ہیں' حیا رخصت ہوئی' بے حیائی آئی' شرم گئی' بے شرمی نے ڈیرے ڈال لیے۔ حلال کی روزی ختم ہوگئی اور حرام کی بھرمار ہوگئی۔ جائز ذرائع ناپید ہوئے اور ناجائز کا طومار بندھ گیا۔ رشتوں کی تمیز ختم ہوگئی' مخلوط معاشرت اور حیوانیت اسی مقام پر راج کر رہی ہے۔ غرضیکہ انسان کے اندر حیوانیت کا پہلو انسانیت پر غالب ہوگیا اور انسان حیوان بن گیا۔ اشرف المخلوقات ہونے کا شرف گھٹ کر رہ گیا اور انسان اسفل سافلین میں گر گیا۔ حدیث مبارکہ اسی موقع کے لیے فرمائی گئی: ''بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کر''۔ انسان سور اور بندر سے بھی بدتر ہوگیا۔

اس سطح پر انسان کو پہنچانے کے لیے شیطان نے جو جو بھی ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں' ان سب کا ذکر قرآن نے بطور تنبیہ اور زجر کر دیا ہے تاکہ جو بچنا چاہے' بچ جائے۔

(1) سورۃ الاعراف میں شیطان کا قول نقل کیا گیا:

﴿ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (۱۷)﴾

''پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکرگزار نہیں پائے گا''

(2) سورۃ الحجر میں شیطان کا قول نقل کیا گیا:

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۳۹)﴾

''(اُس نے) کہا کہ پروردگار جیسا تو نے مجھے رستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے (گناہوں کو) آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا۔''

اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکہف میں ہمیں وارننگ دی ہے کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ سب زینت ہے' اس سے دھوکہ نہ کھانا۔ یعنی زمین کا سنگھار' میک اپ' آرائش' خوبصورتی' کشش سب شیطان کی مزین کردہ ہے تاکہ انسان کو اس میں الجھا کر صراطِ مستقیم سے بھٹکا دے۔ اس زینت میں دولت پرستی' شہرت پرستی' وطن پرستی' نفس پرستی غرض کل مادہ پرستی شامل ہے' جو انسان کے لیے بہت بڑا امتحان ہے۔

(3) سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 64 میں اللہ تعالیٰ نے بظاہر شیطان سے بات کہی ہے مگر درحقیقت انسان کو بتا دیا کہ شیطان کہاں سے حملہ کرے گا۔ فرمایا:

(i) ﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ......﴾: ''تو ان میں سے جس کو چاہے پھسلا سکے پھسلا لے اپنی آواز کے ذریعے۔'' شیطان کی آواز موسیقی ہے' اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے؟ کیا آپ میں سے کسی نے شیطان کی کوئی اور آواز سنی ہے؟ یہ موسیقی ہی ہے اور حدیث مبارکہ ہے: ''موسیقی روح کو قتل کرنے والی چیز ہے' غذا نہیں ہے۔

(ii) ﴿وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ......﴾ ''ان پر اپنے سوار یا پیادہ لے کر آؤ'' مراد جدید ٹیکنالوجی ہے جو آج کے دور میں شیطان کا سب سے بڑا ہتھکنڈہ ہے اور مادہ پرستی ہے۔ بقول اقبال ؎

اللہ کو پامردیٔ مؤمن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

(iii) ﴿وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ......﴾ ''اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہوتا رہ۔'' یعنی انسان اللہ کا دیا ہوا مال اُسی کے حکموں کے خلاف استعمال کرے گا۔ اسراف' تبذیر' رسومات و بدعات' فضول پروگرام یہ سب اس مال کے ذریعے ہوتا ہے جو اللہ نے عطا کیا ہے۔ اور اس طرح شیطان اس میں اللہ کے ساتھ شریک بن جاتا ہے۔ کیونکہ ہم مال اللہ کی مرضی کے بجائے اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ اولاد میں شرکت سے مراد ہے کہ اولاد کی جائز و ناجائز خواہشات کو پورا کرنا اور جائز و ناجائز کی پروا کیے بغیر ان پر خرچ کرنا۔ دوسرے یہ کہ اولاد کو اللہ کے حکم پر چلانے کی بجائے اللہ کی نافرمانی پر چلانا' شیطان کے رستے پر لگانا' ان کو لغو اور لہو و لعب میں مصروف رکھنا۔

(iv) ﴿وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (۶۴)﴾ ''اور ان کو وعدے دلاتا اور شیطان جو وعدے ان سے کرتا ہے سب دھوکا ہے''۔ شیطان عمل سے فارغ کر کے اللہ کے غفور رحیم ہونے کا وعدہ دلاتا ہے' زبانی کلامی نجات کا وعدہ کرتا ہے۔ بزرگوں کی شکل میں آ کر شریعت پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔

(4) میں شیطان نے حضرت آدمؑ سے کہا:

﴿هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (۱۲۰)﴾

''بھلا میں تم کو (ایسا درخت بتاؤں جو) ہمیشہ کی زندگی کا (ثمرہ دے) اور (ایسی) بادشاہت کہ کبھی زائل نہ ہو''

آج لمبی عمر' ہیشگی اور دائمیت کس کی خواہش نہیں ہے؟ اگر ہم خواہی نخواہی بڑھاپے کی طرف نہ لے جائے جائیں تو جوانی کے سدا رہنے کی تمنا کون نہ کرتا؟ یہ موت سے فرار کی خواہش ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ جو جا رہا ہے جائے' مجھے موت نہ آئے او رحدیث نبویؐ کے مطابق ''وہن'' یہی ہے۔ جب ہمیں دنیا محبوب ہو اور موت سے نفرت ہونے لگے۔

(5) سورۂ ص میں ہے:

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۸۲)﴾

''شیطان نے اللہ کی بزرگی کی قسم کھا کر کہا کہ میں ان سب کو ضرور گمراہ کر کے رہوں گا''۔

اندازہ کیجئے کہ شیطان انسان دشمنی میں پاگل ہوا جا رہا ہے اور اللہ کی قسم کھا رہا ہے۔ اور ہم سوچے سمجھے بغیر اس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔

مندرجہ بالا تمام ہتھکنڈوں اور چالوں کا مقصد انسانوں کو ان کے اس مقام سے جو ان کو فرشتوں سے بھی اوپر لے گیا تھا' گرا کر مخلوقات میں سے بھی سب سے ذلیل کرتا ہے۔ غور کریں شجر' حجر' پھول' جانور' چرند' پرند سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ لیکن لباس اور ستر کا تصور صرف اور صرف اللہ نے انسان کے اندر ودیعت کیا ہے۔ یہ اللہ ہی کی دی ہوئی حمیت ہے۔ جانوروں کی تخلیق اس لیے ہوئی کہ انسان کو فائدہ پہنچانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی دکھایا جائے کہ اگر انسان اپنا ستر اور اپنی شرم و حیا برقرار نہیں رکھتا تو دیکھ لے کہ اس کے اندر کن جانوروں کی کون سی گندی خصوصیات موجود ہیں۔

لباس نہ صرف خوبصورتی اور زینت ہے بلکہ جانوروں اور انسانوں کے درمیان وہ حد فاصل ہے جس سے آگے بڑھ کر انسان حیوانوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے۔ زنا کے قریب نہ جانے کا مطلب ہے کہ شرم و حیا کی حفاظت کی جائے اور شرم کا اظہار سب سے پہلے لباس سے ہوتا ہے۔

لباس غیر ساتر ہے' تنگ و باریک ہے' سینے دوپٹوں

وقت نہیں ملتا

رعنا خان

ہم میں سے ہر ایک چاہے وہ عمر کے کسی بھی حصے میں ہو یا اس کا کوئی بھی مقام ہو دن رات میں 24 گھنٹوں سے یکساں طور پر نوازا گیا ہے۔ لیکن ہماری اکثریت وقت کی کمی کا رونا روتی نظر آتی ہے۔ ہماری خواہشات کی لمبی فہرست کی من چاہی بجا آوری کے لیے وقت کا دامن تنگ پڑ جاتا ہے۔ وہ اس لیے کہ ہم نہ تو ٹائم **مینیجمنٹ** کرتے ہیں اور نہ ہی اپنی زندگی سے فضولیات کو خارج کرتے ہیں۔ نطشے کہتا ہے کہ انسان کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کی منصوبہ بندی یا پلاننگ کر سکتا ہو۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ چونکہ ہم وقت کی قدر نہیں کر رہے لہٰذا وقت کا دھارا ہمیں پیچھے چھوڑتا چلا جا رہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی لوگ عموماً قدر نہیں کرتے'
ایک صحت اور دوسری فرصت (وقت)۔''

وقت گزارتے ہوئے ہم بھول جاتے ہیں کہ درحقیقت وقت ہمیں گزار رہا ہوتا ہے۔ وقت کاٹنا' وقت گزارنا' فری ٹائم اور دن پورے کرنا یہ ہماری روزمرہ گفتگو میں شامل عام جملے ہیں۔ مغرب کی خامیوں کو تو ہم کلیجے سے لگائے بیٹھے ہیں لیکن اُن کی پابندیٔ وقت ہماری توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کرا سکی۔

مغربی دنیا میں وقت کو Time is money سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کے لیے یہ کسی حد تک درست بھی ہے کہ وہ اپنا وقت مادیت کے حصول کے لیئے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس کو اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح پیسہ برباد کرنے کی چیز نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر خرچ کیا جاتا ہے اسی طرح وقت بھی ضائع کرنے کی بجائے اچھے کاموں میں لگایا جائے اور اس سے نفع اٹھایا جائے۔ تین چیزیں کبھی واپس نہیں آسکتیں' زبان سے نکلا ہوا لفظ' کمان سے نکلا ہوا تیر اور ہاتھ سے گیا وقت۔ ہم میں سے اکثر اس گزرے وقت کے لوٹ آنے کے خواہش مند نظر آتے ہیں جو بے کار گزر گیا۔ ہمارے لاشعور میں کہیں دور یہ آرزو ہمہ وقت موجود رہتی ہے کہ کسی طرح گیا وقت لوٹ آئے اور ہم وہ سب کچھ درست کر سکیں جو غلط کر چکے ہیں۔ غلطی کا احساس ہو جانے پر گئے وقت کے لوٹ آنے کی خواہش دراصل وہ سبق ہے جو ہم وقت کے ساتھ ساتھ مختلف تجربوں سے گزر کر حاصل کرتے ہیں کہ جس طرح وقت سے اچھا مرہم کوئی نہیں ہوا کرتا اسی طرح وقت سے بہترین ٹیچر بھی کوئی نہیں۔ وقت کے موضوع پر ہمیں قرآن مجید تنبیہہ کرتا ہے کہ: ''زمانے کی قسم' انسان درحقیقت بڑے خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے''۔ (العصر)۔

پس وقت اللہ کی طرف سے انسان کے لیے بیش بہا سرمایہ ہے جو اسے اخروی تجارت میں لگا دینا چاہیے۔ اس کو فضولیات اور لغو کاموں میں لگا دینا بڑا خسارے کا سودا ہے کہ

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں!
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

مومن کے لیے وقت بہترین ذریعہ ہے رضائے الٰہی کے حصول' اپنے گناہوں کی مغفرت اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کا۔ ہمارے پاس وقت کی جو نعمت موجود ہے اس کو بروئے کار لا کر آج بھی اپنی دنیا آپ پیدا کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہم کس طرح اس کا استعمال کر سکتے ہیں اور وہ کونسے شیطانی جال اور درزیں ہیں جن سے ہمیں بچنا ہے۔ وقت کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ خود اپنے ہی ساتھ ناانصافی ہے۔ جس طرح پانی کا ہر قطرہ دریا بنتا ہے اسی طرح عقلمند انسان اپنی زندگی کے ہر لمحے کو صحیح سمت میں استعمال کر کے نہ صرف دنیوی بلکہ آخرت کی کامیابی بھی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب وقت کو زیرِ مشاہدہ رکھا جائے۔ ہمیں اپنی زندگی کے تمام نصب العین وقت کے درست استعمال ہی سے حاصل ہو پاتے ہیں۔ طالب علم جو اپنی پڑھائی پر روزانہ خاطر خواہ وقت لگاتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ ایسی خاتونِ خانہ جو بجائے سست روی کے دلجمعی کے ساتھ وقت پر اپنے گھریلو امور سرانجام دیتی ہے اسی کا گھر سلیقے اور ہنرمندی کا منہ بولتا ثبوت ہوا کرتا ہے۔ ایسا کسان جو اپنی فصل کی دیکھ ریکھ اور نگہداشت میں وقت صرف کرتا ہے وہی ایک شاندار فصل کاٹا کرتا ہے۔ غرض وقت کا اچھا اور جائز مصرف ہی کامیابی کی کنجی ہے اور اسی پر متوازن زندگی کا دارومدار ہے۔

ہم پر نماز پانچ مختلف اوقات میں فرض کی گئی ہے جو ہماری زندگی کے توازن کو برقرار رکھتی ہے۔ نماز کی پابندی کرنے والے جانتے ہیں کہ یہ پانچ نمازیں ایک بہترین ٹائم ٹیبل ہیں جو اللہ نے پورے دن کا ہمارے لیے وضع کر رکھا ہے۔ وقت انتہائی قیمتی ہے اتنا قیمتی کہ نہ صرف نماز بلکہ کئی اور عبادتیں مثلاً بیت اللہ کا حج' رمضان المبارک کے روزے اور صلوۃ الجمعہ وغیرہ پابندیٔ وقت کے ساتھ فرض کئے گئے ہیں کہ ان کاموں کو ہم کسی اور وقت پر اٹھا نہیں رکھ سکتے۔ ہر اچھے' دینی یا تخلیقی کام کے لیے جن تین چیزوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے وہ ذرائع' صلاحیت اور وقت ہیں۔ بدقسمتی سے وقت کو اس میں سب سے کم اہمیت دی جاتی ہے۔ ہمارے طور و اطوار کھل کر یہ بتاتے ہیں کہ ہم اپنے وقت کا مثبت استعمال کرتے ہیں یا منفی!

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ جس طرح ہم اپنے شب و روز گزارتے ہیں درحقیقت اسی طرح ہم اپنی زندگی کے قیمتی لمحات ضائع رہے ہوتے ہیں۔ انڈین موویز' ٹی وی ڈرامے' اخلاق باختہ لٹریچر' فلمی و فیشن میگزین' کرکٹ' پتنگ بازی' فضول گوئی اور دن چڑھے تک خوابِ خرگوش کے مزے لینا جیسے بے کار مشغلوں کو مصروفیت کا نام دے دینا حقیقت میں وقت کا بیدردی کے ساتھ زیاں ہے۔ جبکہ ہماری وقتِ فرصت تک میں اپنائی گئی دلچسپیاں اور مشغلے ایسے ہونے چاہئیں جو نہ صرف ہماری روحانی' جسمانی' ذہنی اور جذباتی نشوونما میں مثبت کردار ادا کر سکیں بلکہ اُمتِ مسلمہ کی ترقی میں بھی ممد و معاون ثابت ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو بھی وقت' قوت' ذہانت اور صلاحیت عطا کی ہے ہم اس کے اکیلے ہی حقدار نہیں بلکہ وہ پوری مسلم برادری کا حق ہے کہ ہم اس کو صحیح خطوط پر استعمال کر کے عالمِ اسلام کے لیے باعثِ فخر بن سکیں نہ کہ اس کو ضائع کریں۔

وقت کے کچھ مطالبے ہیں جو وہ ہم سے کرتا ہے اور بطور مسلم ہمیں ان کو پورا کرنا چاہیئے۔ وقت ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ:

☆ وقت کا پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔
☆ فرصت کے لمحات کا بھی بامقصد استعمال کیا جائے۔
☆ وقت کو اچھائی کی دوڑ میں لگا جائے۔
☆ وقت سے سبق سیکھا جائے۔
☆ وقت کو پلان اور آرگنائز کیا جائے۔
☆ وقت کی توقعات پر پورا اترا جائے۔
☆ وقت ضائع کرنے والوں کی صحبت سے بچا جائے۔

آپ اور آپ سے وابستہ لوگ اپنا وقت کس طرح گزارتے ہیں اسکا بغور جائزہ لیں۔ یاد رکھیئے! وقت کی منصوبہ بندی نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی 24 گھنٹوں میں مزید گھنٹے بڑھائے جاسکتے ہیں بلکہ یہ منصوبہ بندی ہم اپنی اور اپنے وقت کو بروئے کار لانے کی صلاحیتوں کی کیا کرتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں ان نام نہاد مصروفیات کو کھوجنا ہوگا جو ہمارا قیمتی وقت ہم سے چرا لیتی ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ ٹیلیفون پر طویل اور بے مقصد گفتگو ہو' غیر واضح ہدف اور ترجیحات ہوں' یا منصوبہ بندی کا فقدان ہو غرض کہ اپنی قدروں اور خواہشوں کے بارے میں ایمانداری کے ساتھ غور کیجیئے کہ آپ کے لیے کیا واقعتاً اہم ہے۔ اپنے فیملی کو وقت دینا' دولت کا حصول' پرتعیش طرزِ زندگی' نت نئے فیشن اور ہاٹ کچر' پارٹیز' موویز' ہلہ گلہ' بے مقصد شاپنگ' دوست احباب کے ساتھ سوشلائز کرنا' دینی اور رفاہی ایکٹیویٹیز' تعلیم کا حصول اور نت نئے ہنر سیکھنا۔ چونکہ آپ یہ تمام کام ایک ساتھ نہیں کر سکتیں لہٰذا انتہائی نیک نیتی کے ساتھ ان ایکٹیویٹیز کو منتخب کر لیں جن میں آپ کی فلاحِ دارین پوشیدہ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم دیئے گئے وقت میں اپنی خواہشات نفس کی پیروی تو کر رہے ہوں لیکن اسے اللہ کے راستے میں نہ لگا رہے ہوں۔ صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں

(باقی صفحہ 60 پر)

عورت کی آدھی گواہی

مرد اور عورت کے دماغ پر ہونے والی جدید تحقیق کے تناظر میں

محبوب الحق عاجز

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ج فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى ط......﴾

''اور بنا لیا کرو دو گواہ اپنے مردوں سے' اور اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں' ان لوگوں میں سے جن کو پسند کرتے ہو تم (اپنے لیے) گواہ۔ تاکہ اگر بھول جائے ایک عورت تو یاد کرائے (وہ) ایک دوسری کو۔''

مطلب واضح ہے' اور وہ یہ کہ گواہی کے لیے دو مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد ہو اور دو عورتیں۔ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے مثل ہو جائے گی۔ یہ قانون جیسے کل مبنی بر صداقت تھا' آج بھی حق اور سچ ہے اور تاقیامِ قیامت اس کی حقانیت میں کوئی فرق نہیں آ سکتا کہ یہ اُس ذات کا عطا کردہ قانون ہے جو نہ صرف کل کائنات کی خالق و مالک ہے بلکہ وہ علیم و بصیر اور دانا و حکیم ہستی بھی ہے۔ اس کا ہر فیصلہ انصاف' توازن اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

مستشرقین نے اس قانون کو سمجھنے میں دھوکہ کھایا ہے' یا پھر انہوں نے جان بوجھ کر اپنے مذہبی تعصب کی بنا پر اس پر تنقید کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلام کے قانونِ شہادت میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دینا سراسر ناانصافی ہے۔ یہ دو صنفوں کے درمیان واضح نابرابری اور کھلی عدم مساوات ہے۔ اس قانون کی بنا پر اور اسی طرح اسلام کے بعض دیگر حکیمانہ احکام اور شرعی ضابطوں کے سبب جو مستشرقین کے ذہنی سانچے میں نہیں سما سکے انہوں نے اسلام کے خلاف پوری دنیا میں پروپیگنڈا کیا ہے کہ اسلام عہدِ جاہلیت کا مذہب ہے' جس کا جدید سائنسی عہد اور ترقی یافتہ زمانے سے کوئی تعلق نہیں۔

اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ خود مسلمان معاشرے میں سیکولر طبقے اسی کج روی اور ژولیدہ فکری کا شکار ہیں۔ مستشرقین کے افکار اور مجموعی طور پر دجالی تہذیب کے فکری تسلط کے باعث وہ بھی برملا کہہ رہے ہیں کہ یہ قانون (نعوذ باللہ) نامنصفانہ ہے اور عہدِ جدید میں اس طرح کے قوانین کے عملی نفاذ اور اطلاق کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مستشرقین کا متعصب اور سیکولر حلقوں کا فکری انحطاط اپنی جگہ' مگر آیئے دیکھتے ہیں کہ سائنسی انکشافات اس باب میں کیا رہنمائی کرتے ہیں۔

> یہ ریسرچ بتاتی ہے کہ مرد پیدائشی طور پر دماغ کے ایک جانب سے سنتے ہیں جبکہ عورتیں دماغ کی دونوں سمتوں کو استعمال کرتی ہیں

مغربی دنیا' جہاں تحقیق و جستجو کا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے' کے سائنسی حلقوں میں کچھ عرصہ ہوا' ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ عورت اور مرد کے دماغ پر از سرِ نو تحقیق کی جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ کیا دونوں کے دماغ کی ساخت میں کوئی فرق ہے۔ اس تحقیق کے بہت سے محرکات تھے۔ اُن میں سے ایک اہم محبت کی شادی (love marriage) تھا۔ سوال اٹھایا گیا کہ ایک عورت اور مرد جو بڑی چاہت اور محبت سے ایک دوسرے کا انتخاب کرتے ہیں' اپنی آزاد مرضی سے ازدواجی زندگی کا آغاز کرتے ہیں' آخر کیا وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر بہت جلد ہی وہ ایک دوسرے سے اکتا جاتے ہیں۔ اُن کی محبت بھری شادی ناکام ہو جاتی ہے اور بالآخر وہ ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔

مرد اور عورت کے دماغ پر بڑے بڑے تحقیقی اداروں اور مشہور عالم یونیورسٹیوں میں سائنسی انداز میں تحقیق کی گئی۔ اس تحقیق کے نتیجے میں بعض حیران کن حقائق دریافت ہوئے۔ ان حقائق میں سے سب سے اہم یہ بات ہے کہ مرد اور عورت کے دماغ کی بناوٹ میں ناقابلِ تغیر فرق پایا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ مرد پیدائشی طور پر ''Unifocal mind'' رکھتا ہے جبکہ عورت ''multifocal mind'' کی حامل ہے۔

امریکی ماہرین کی ایک ٹیم نے اس تحقیق پر مبنی ایک سروے رپورٹ تیار کی۔ رپورٹ کے مطابق ''اس ریسرچ میں برین سکیننگ کی جدید ٹیکنیک ''FMRI'' استعمال کی گئی۔ اس کا مقصد یہ جاننا تھا کہ جب انسان کو کچھ بتایا جائے یا پڑھ کر سنایا جائے تو اس کے دماغ میں کس قسم کی اعصابی حرکات ہوتی ہیں۔

اس ریسرچ کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ مرد اپنے دماغ کے صرف ایک جانب سے سنتے ہیں۔ اُن کا دماغ ''Unifocal'' ہے جبکہ عورتیں دماغ کی دونوں سمتوں کو استعمال کرتی ہیں۔ اس ریسرچ میں دس تندرست مرد اور دس تندرست عورتوں پر تجربات کیے گئے ہیں۔ اس ریسرچ سے یہ واضح ہوا کہ مرد اور عورت کے دماغ یقینی طور پر یکساں نہیں۔ یہ ریسرچ انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے اور اسے Los Angeles Times نے 29 نومبر 2000ء کو شائع بھی کیا تھا۔

یہ ریسرچ بتاتی ہے کہ عورت اور مرد کے اس دماغی فرق کی بنا پر دونوں کے دیکھنے اور سننے میں فرق ہے۔ مرد اپنی دماغی بناوٹ کی بنا پر آسانی سے کسی ایک چیز پر توجہ فوکس کر سکتا ہے۔ وہ کسی ایک چیز کو زیادہ مرتکز انداز سے (concentration) سے دیکھ سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں عورت اپنے دماغ کی بناوٹ کی بنا پر ایسا نہیں کر سکتی۔ اس کا فوکس پھیل جاتا ہے۔ وہ بیک وقت مختلف چیزوں کو دیکھتی اور سنتی ہے۔ گویا مرد کی توجہ کا مرکز ایک چیز ہوتی ہے جبکہ عورت کی توجہ کا مرکز کئی چیزیں۔ ''عورت اور مرد کے دماغ کا یہ تخلیقی فرق بہت اہم ہے۔''

اس ریسرچ سے اس بات کا حتمی جواب مل جاتا ہے کہ اسلام میں دو عورتیں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے مساوی کیوں قرار دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان فرق اس لیے رکھا گیا ہے کہ دونوں کی دماغ کی بناوٹ میں فرق ہے۔ یہ فرق اتنا نمایاں ہے کہ ہر گھر میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی گھر میں مرد کوئی

(باقی صفحہ نمبر 31 پر)

دودھ پلانے والی مائیں شوگر سے محفوظ

نائلہ بنت فرمان الٰہی

اسلام دین فطرت ہے' اس کی تعلیمات فطرت سے مطابقت کی بنا پر اپنے اندر ایسے فوائد رکھتی ہیں جن کا شمار نہیں۔ مگر انسان ہے کہ اپنی نادانی' کم علمی اور کوتاہ فہمی کے سبب اکثر و بیشتر ان تعلیمات سے روگردانی کرتا ہے۔

ماں اور بچے کا رشتہ فطری رشتہ ہے۔ بچے کی بہتر ذہنی و جسمانی' اخلاقی و روحانی نشوونما کے لیے ضروری ہے کہ مائیں بچے کو اپنا دودھ پلائیں۔ قرآن عزیز میں جہاں والدین کی شکر گزاری کا تذکرہ ہے' وہاں ماں کے دودھ پلانے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾

(لقمان)

''اور ہم نے انسان کو جسے اُس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اُس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخرکار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اُس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

آج صورت حال اس کے برعکس ہے۔ دور جدید کی عورت جب ماں بنتی ہے' تو اپنے خوبصورت بننے کے جنون میں بچے کو اپنا دودھ پلانے سے گریز کرتی ہے اور artificial feeding کا سہارا لیتی ہے۔ بچے کو زیادہ تر ڈبے کا دودھ پلایا جاتا ہے یا پھر گائے' بھینس یا بکری کا۔ اس کا سبب جہاں ڈبے کے دودھ کی کمپنیوں کی اشتہاری مہم ہے' وہاں اس کا اہم محرک تہذیبی اثرات ہیں۔ جدید تہذیب نے جہاں انسانی زندگی کے اور بہت سے گوشوں میں انسانی رویوں کو متاثر کیا ہے' وہاں mother feeding کا معاملہ بھی اس کے اثرات بد سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ یہ اثرات اس قدر نمایاں ہیں کہ اب مصنوعی دودھ پلانا رواج میں شامل ہوتا جا رہا ہے۔ وہ دوشیزائیں جو ماں بننے چلی ہیں' اگر ان سے کہا جائے کہ اپنا دودھ پلائیں تو وہ اسے خلاف تہذیب سمجھتی اور اپنے لیے عار خیال کرتی ہیں۔

دنیا بھر کے ماہرین کا کہنا ہے کہ مصنوعی دودھ ماں کے دودھ کا بدل نہیں ہو سکتا۔ ڈبوں کے دودھ کے ذریعے بچوں کو تمام غذائی اجزاء فراہم نہیں کیے جا سکتے۔ اس کے برعکس ماں کے دودھ میں یہ اجزاء مناسب مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ جدید تحقیق نے

> جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ وہ مائیں جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں' پندرہ سال تک ذیابیطس کی بیماری سے یقینی طور پر محفوظ رہتی ہیں

یہ بات ثابت کر دی ہے ماں کے دودھ میں پروٹین' لحمیات اور چکنائی کی اتنی ہی مقدار ہوتی ہے جتنی بچے کو ضرورت ہو۔ کوئی جز و زیادہ مقدار میں نہیں ہوتا کہ بچہ ہضم نہ کر سکے اور اس کی آنتوں پر بوجھ بنے' یا کوئی جز و کم ہو اور بچے کی جسمانی نشوونما متاثر ہو۔

ماں کا دودھ نہ صرف بہترین غذا ہے بلکہ اس میں ایسے کیمیائی اجزاء **antibodies** ہوتے ہیں جو بچے کو پیٹ کی بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ماں کے دودھ سے ماں اور بچے کے درمیان پیار و محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ بچے کی شخصیت متوازن ہوتی ہے۔ جو مائیں بچے کو اپنا دودھ نہیں پلاتیں ان کی اولاد روحانی و اخلاقی اعتبار سے بھی نامکمل ہوتی ہے۔ ماں کی ماستا اور والدین کی روایتی محبت پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے۔

ماں کے دودھ پلانے کے جہاں بچے کے لیے ان گنت فوائد ہیں' وہاں اس کا فائدہ خود ماں کو بھی ہے۔ جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ وہ مائیں جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں' وہ پندرہ سال تک ذیابیطس کی بیماری سے یقینی طور پر محفوظ رہتی ہیں۔ بوسٹن ہسپتال کے محقق ڈاکٹر الیسن اسٹوپ کی یہ تحقیق امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے جریدے میں شائع ہوئی ہے۔ اس رپورٹ کی روشنی میں امریکن اکیڈمی آف پیڈیاٹرکس نے ماؤں کو ایک سال کی عمر تک بچے کو دودھ پلانے کی ہدایات کی ہیں جس سے نہ صرف بچے کی نشوونما بلکہ پوری صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں بلکہ مائیں بھی مختلف بیماریوں سے محفوظ رہتی ہیں جن میں ذیابیطس بھی شامل ہے۔

اس تحقیقی مطالعہ کے بعد ثابت ہوا کہ جن ماؤں نے جتنا زیادہ عرصہ تک بچوں کو دودھ پلایا ان میں اتنے ہی زیادہ عرصے کے لیے ذیابیطس کے خطرات کو دور کرنے میں مدد ملی' یعنی زیادہ عرصے دودھ پلانا' زیادہ عرصے کے لیے ذیابیطس سے محفوظ رہنا' موجودہ طبی سائنس نے ثابت کر دیا ہے۔ تحقیق سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ جس دوران مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلاتی ہیں تو اس وقت ماؤں کے میٹابولک نظام میں ایسی تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں جو اسے مستقبل میں اس موذی مرض سے بچانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

اس جدید تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ وہ مائیں جو دودھ آنے کے باوجود بھی بچوں کو اسے پلانے سے اجتناب کرتی ہیں وہ ان ماؤں کے مقابلے میں جو دودھ پلاتی ہیں پچاس فی صد زیادہ ذیابیطس کے خطرات مول لیتی ہیں جس کی بنیادی وجہ حمل کے دوران استعمال ہونے والی ادویات کا اثر انداز ہونا بھی ہے۔

اس تحقیق کے بعد مغربی ممالک میں ماؤں کا اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے رجحان میں تقریباً ستر فیصد اضافہ ہوا ہے جو نہ صرف بچوں بلکہ ماں کی صحت کے لیے بھی ضروری ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

انسان خسارے میں ہے

سورۃ العصر کی آیت نمبر2 کی وضاحت' سائنسی اسلوب میں

ڈاکٹر نور باقی

ڈاکٹر نور باقی Radiobiology Specialist (ترکی) کا سائنسی حقائق کی روشنی میں سورۃ العصر کی آیت ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾ کا تجزیہ

''انسان درحقیقت خسارے میں ہے۔''

اس سورت کے مجموعی معنی سے ہمیں یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ جس شخص میں ایمان نہیں ہے اس کے عمل میں راست بازی اور اصلاح نہیں ہوتی۔ اس میں صبر اور انصاف کی خوبیاں بھی نہیں ہوتیں' اس طرح وہ خسارے میں ہوتا ہے۔ یعنی وہ مایوسی' محرومی اور بدنصیبی' شکستہ حالی اور حیرانی کا شکار ہوتا ہے۔ قرآن کے اس عظیم الشان فیصلے کی تشریح سے قبل ماہرین علم نفسیات اور طبی نفسیات کے ان بیانات کا مختصراً ذکر کرنا ضروری ہے جن کا مقصد خودی (نفس) کی تشریح کرنا ہے۔

ماہر نفسیات کا بیان

فرائیڈ کے نظریات کے زیر اثر کئی سالوں تک جنسی جذبات کو انسانی رویوں اور اخلاقیات کی حتمی بنیاد سمجھا جاتا رہا۔ مگر پچھلے پچیس سالوں میں یہ متفقہ طور پر مان لیا گیا ہے کہ انسان میں سب سے زیادہ اثر پذیر جذبہ خوف ہے۔ انسانی وجود میں خوف کا عنصر اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ بہت سی حیاتیاتی علتیں اور خرابیاں یقینی طور پر خوف یا خوف سے متعلق مغالطوں سے پیدا ہوتی ہیں۔

اس کا لوگوں پر کیا اثر ہوتا ہے؟

اس کا مشاہدہ بطور خاص بچے کی پیدائش کے وقت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے کہ ایک شہری عورت بڑی تکلیف سے بچہ جنتی ہے بمقابلہ ایک دیہاتی عورت کے۔ شہری عورت کو بچے کی پیدائش کے دوران نسبتاً زیادہ قسم کے مسائل درپیش ہوتے ہیں' اس سلسلے میں اسے کئی قسم کی دوائیں استعمال کرنا پڑتی ہیں' جبکہ دیہاتی علاقوں کی عورتوں کے اس قسم کے مسائل نسبتاً کم ہوتے ہیں' اس لیے کہ ان کو زیادہ ورزش کے مواقع ملتے رہتے ہیں۔

جوں جوں پیدائش کا عمل آگے بڑھتا ہے ماں اور بچے کے درمیان ایک کمپیوٹر جیسا دو طرفہ عمل واقع ہوتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے وقت ماں اور بچہ جیسے ایک کمپیوٹر سینٹر سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ بالکل اس طرح جیسے ایک ہوائی جہاز اترتے وقت آٹو میٹک پائلٹ سے مدد لیتا ہے۔ وہ غلطی جو اس نظام میں رخنہ ڈالتی ہے وہ خوف ہی کا جذبہ ہے۔ چونکہ شہری عورتیں دیہاتی عورتوں کی نسبت زیادہ بزدل ہوتی ہیں اس لیے ان کے لیے بچہ جننے کا عمل بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے اور ان کے لیے اس قسم کے مسائل

> ایمان' اعتبار اور بھروسے سے عاری انسان شراب' ہیروئن' ظلم اور پاگل پن والے خیالات میں پناہ ڈھونڈتا ہے' مگر اُسے کہیں پناہ نہیں ملتی اور اُس کا خسارا اور بڑھ جاتا ہے

پیدا ہوتے ہیں۔ روزمرہ زندگی کے نقطۂ نظر سے یہ مثال زیادہ بصیرت عطا کرتی ہے۔ اگر ہم تمام پیش آنے والے واقعات کو ذرا کھلے دل اور بے فکری سے نہ لیں تو ہم مستقبل کے بارے میں فکر اور ڈر کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ افراتفری پھیلاتا ہے اور اندرونی افراتفری ہی دکھ اور مصیبت کا باعث ہوتی ہے (اور اکثر خودکشیوں کا سبب بھی یہی وجہ ہوتی ہے)۔

ایمان سے محروم انسان

اللہ پر ایمان نہ رکھنے والے شخص کے لیے دو شدید خوف ہوتے ہیں' ان میں سے پہلا خوف موت اور تباہی کا ڈر ہوتا ہے اور دوسرا خوف مستقبل کے اندیشے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو ان دونوں خوفوں نے جکڑ رکھا ہوتا ہے اور ایک قسم کی ناقابلِ برداشت آگ میں ڈال رکھا ہوتا ہے۔ ان خوفوں کی وجہ سے کئی قسم کے نفسیاتی دباؤ پیدا ہوتے ہیں اور ساتھ ہی مختلف قسم کی جسمانی بیماریاں مثلاً معدے کے السر (پھوڑے)' دل کی شریانوں کا تشنج' فالج اور یہاں تک کہ سرطان (کینسر) وغیرہ بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس قسم کے انسان کے اندر ایسی افراتفری پیدا ہوتی ہے کہ اس کا حوصلہ بیٹھ جاتا ہے اور وہ دکھ اور درد کے الاؤ میں متواتر جلتا ہی رہتا ہے۔

موت اور مستقبل کے خوف کا شکار ایک انسان کیا کرتا ہے؟ وہ یا تو شدید قسم کی شراب خوری کا شکار ہو جاتا ہے یا پھر منشیات اس کی زندگی کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیتی ہے۔

اللہ پر بھروسہ

خوف کے برعکس بھروسے یا اعتبار کا جذبہ ہوتا ہے۔ ان محسوسات کی جلا اور ترقی ایمان کی منزل سے بلاواسطہ مطابقت رکھتی ہے۔ ایک کافر انسان بھروسے کی نفی اور حقیقت سے دور محسوسات کی پیروی کرتا ہے۔ خوف سے بچنے کے لیے وہ مال و دولت کا پیچھا کرتا ہے۔ چونکہ اس کی یہ عادت اسے کسی اور چیز پر بھی اعتبار نہیں کرنے دیتی اور یہ روگ اس کے تحت الشعور میں نقش ہو جاتا ہے اس لیے وہ ہمیشہ کے لیے خسارے کا شکار ہوتا ہے۔ اعتبار اور بھروسے سے عاری انسان کا فرار اسے شراب' ہیروئن' ظلم اور پاگل پن والے خیالات میں پناہ ڈھونڈنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مگر ان سے بھی اس کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ اس سے اس کا خسارا اور بڑھ جاتا ہے۔ یہی وہ بنیادی استدلال ہے جس کی وجہ سے اسلام شراب نوشی کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ ایک سمجھدار صاحبِ ایمان شخص کے لیے شراب میں سکون ڈھونڈنا پاگل پن ہے' جبکہ ایک ملحد شخص ہی اپنے خسارے کی آگ کو شراب سے بجھانے کی کوشش کرتا ہے اور ناکام رہتا ہے۔

دوسرا اہم جذبہ جو انسانی طرزِ عمل پر اثر انداز ہوتا ہے وہ نفرت اور کینہ پرور حسد کا جذبہ ہے۔ اسے نفرت اور لالچ کی وجہ سے اچھے اخلاق اور مخلص عمل کی برکات و فیوض بھی حاصل نہیں ہو سکتیں۔

سورۃ العصر کی روشنی میں

سورۃ العصر کی آیت نمبر تین میں اس حکم کے ذریعے ایک عظیم معجزاتی دانائی بیان کی گئی ہے' یعنی ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے'' کے ذریعے چودہ صدیاں قبل ہی اس حقیقت کو بیان کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جو کوئی بھی ایمان نہیں لاتا اس کو خوف تباہ کر دیتا ہے۔ اور جس کا عمل صالح نہیں ہوتا اور جس میں ایمان پر مبنی ایمانداری نہیں ہوتی' نفرت اور لالچ کے جذبے کے سبب تباہی اس کا مقدر ہوتی ہے۔

اہم بائیولوجیکل مشاہدات

حالیہ سالوں میں بے حد اہم سائنسی مشاہدات میں سے ایک وہ نظام ہے جس کے تحت انسانی جسم میں جذباتی ردِعمل کو ایک کمپیوٹر میں درج کیا جاتا ہے۔ انسانی جسم میں ہائپوتھلمک (Hypothalmic) حصہ جو دماغ کے نیچے

واقع ہوتا ہے اور متعلقہ افعال اجزاء کے نظام (Vegetative system) کے درمیان تعلق کو تیس سال قبل ہی دریافت کرلیا گیا تھا' مگر اس امر کی تفصیل معلوم نہیں ہوسکی تھی کہ جذبات کس طرح انسان کے مادی اور اخلاقی نظام پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ حالیہ سالوں میں مزید تجربات نے واضح کر دیا ہے کہ ذہنی دباؤ انسانی جسم پر کس طریقے سے اثر انداز ہوتا ہے۔ ان کے نتائج کا خلاصہ درج ذیل ہے:

انسان کا جذباتی اور مادی یعنی جسمانی ساخت کا نظام بڑی حد تک ہارمون اور ہارمون پیدا کرنے والے Endocrine کے نظام سے منسلک ہے۔ بہت سے اہم اعمال جیسے خون کی شریانوں کے چوڑا ہونے سے لے کر بھوک تک کا عمل اس اینڈوکرائن کے نظام سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ یہ نظام اندرونی رطوبت والے غدودوں پر مشتمل ہوتا ہے جو جسم میں بہت سی سرگزشتوں' جیسے جلد کی مضبوطی اور تازگی سے لے کر محافظ نظام (Immune system) تک پر اثر انداز ہوتا ہے اور یہ غدود خود اپنی جگہ پچوٹری غدود (Pituitary Gland) جو دماغ کے نچلے حصے سے منسلک ہوتے ہیں' کی مرکزی اتھارٹی کے حکم سے منظم ہوتے ہیں۔ اس غدود کی ایک شاخ پر ایک خاص قسم کی جھلی لپٹی ہوتی ہے جس میں دماغ سے آنے والی ایک نس ہوتی ہے۔ یہ جھلی جس نے دماغ کو لپیٹا ہوتا ہے۔ پچوٹری کے پیندے پر ایک طرح کا پردہ یعنی (Diaphrogm) ہوتی ہے۔ اگر یہ گھٹتی یا سمٹتی ہے تو یہ شریانوں کو بھی سکیڑتی ہے اور پچوٹری گلینڈ سے رس کر جسم میں آنے والے ہارمونوں کا بہاؤ کم ہو جاتا ہے۔

اس کی بہترین مثال برانگیختی سے پیدا ہونے والی نامردی یا ضعف (Impotency) ہے۔ اگر یہ جھلی پھیلتی ہے تو پچوٹری نسیں بھی کھل جاتی ہیں اور ہارمونز آزادی سے بہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کی بہترین مثال بلند ہمتی کے ذریعے بیماری سے شفا پانا ہے۔ جیسے ہی (Pitutary) زیادہ رطوبت خارج کرتی ہے (Thymus Gland جو گردن کے علاقے میں ہوتا ہے) میں سے حفاظت بخش رطوبت کا اخراج بھی بڑھ جاتا ہے اور جسم کی قوت مدافعت بڑھ جاتی ہے۔ مزید یہ ہے کہ ضابطے میں لانے والا یہ نظام خود بھی Hypothalamus میں Tissue کے خلیے کے اندرونی اہم مرکز (Nucleus) کے زیر انتظام ہوتا ہے اور یہ مرکز مکمل طور پر جذبات کے اثرات کے زیر کنٹرول ہوتا ہے۔ نئی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ جذبات جیسے کہ نفرت' لالچ اور خوف Hypothalamus کے اس مرکز کے ذریعے ہارمون بنانے والے غدودوں کے نظام میں رکاوٹ ڈالتے ہیں' جبکہ اس کے برعکس محبت اور بھروسہ کے جذبات اس مرکز کو اس کے اس کام میں اہم مدد دیتے ہیں' جس کے ذریعے وہ Hormonic system کو زیادہ روشن اور بہتر کارکردگی سے چلاتا ہے۔

کیا آپ نے اس سائنسی مشاہدے کے عظیم الشان اشارے اور مقصد پر غور کیا ہے؟

جی ہاں! اللہ نے انسانی جسم کے شاندار نظام کو اس طرح بنایا ہے کہ یہ ایمان اور اخلاقی عمل کے قوانین کے ساتھ ربط و ضبط رکھ کر چلے۔ انسانی حیاتیات ایک حیران کن کمپیوٹری نظام ہے اور اس نظام کے پروگرام کے بنیادی اصول ایمان اور اخلاق سے مطابقت رکھتے ہیں۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جو کوئی ایمان نہیں لاتا' خوف اُس کو تباہ کر دیتا ہے۔ نفرت اور لالچ کے جذبات اُسے برباد کر ڈالتے ہیں۔

جب ایک انسان کے ملحدانہ جذبات خوف کی بنیاد پر پیدا ہونے والی نفرت اور لالچ سے بھر جاتے ہیں تو وہ اپنے اس انتہائی اہم نظام کو بالکل الٹا پیچھے کی طرف Reverse gear میں چلانا شروع کر دیتا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو سورۃ العصر کی دوسری آیت مبارکہ

> **گزشتہ پچیس تیس سال سے یہ بات متفقہ طور پر مان لی گئی ہے کہ انسان میں سب سے زیادہ اثر پذیر جذبہ خوف ہے' جبکہ پہلے یہ بات جنسی جذبہ کے متعلق کہی جاتی تھی**

ہمیں بتا رہی ہے۔ ہمارا عظیم خالق ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ اے انسانو! میں نے تمہیں اس طرح پروگرام کیا ہے کہ تم میں ایمان اور دیگر خوبیاں ہوں' لیکن اگر تم اس کے برخلاف عمل کرتے ہو تو پھر تم خسارے میں ہو۔'' اس خالق نے ہارمون پیدا کرنے والے غدودوں کے نظام کو ایسا کمپیوٹری نظام عطا کیا ہے جو Hypothalamus سے لے کر Pitutary کی شاخ (stue) اور ان کی جھلی کی صورت میں ایک طرح کے سرکٹ کا حامل ہے۔ چنانچہ اگر ہم اپنی زندگی رب العظیم سے محبت اور اس پر بھروسے کے جذبات کے ساتھ گزاریں تو یہ سرکٹ صحت مندانہ طریقے پر کام کریں گے۔ خون کی شریانیں کھلی اور صاف رہیں گی۔ اعضاء اور پٹھوں کو ان کی پوری خوراک ملتی رہے گی۔ جسم کا Immune system پوری تندہی سے چلتا رہے گا اور اعصابی نظام سکون اور خوشی کے ذریعے مکمل ہم آہنگی کا مظہر ہو گا۔ لیکن اس کے برعکس اگر آپ مختلف قسم کے خوف' پریشانیوں' نفرت اور لالچ میں مبتلا ہیں آپ انتہائی بدقسمت ہیں اور آپ خسارے میں ہیں۔ شراب' ہیروئن' بے لگام جذبات اور نہ ہی کوئی اور پاگل پن آپ کو اس بے یقینی اور مصیبت سے نکال سکتا ہے جس میں آپ گرفتار ہیں۔

انسانی حیاتیات لادینیت کے انتشار کو رد کر دیتی ہے اور قرآن میں جس کی آیات کے حسن کی حد کوئی بھی پوری طرح یا مکمل طور پر نہیں دیکھ سکتا اس رب نے چودہ صدیاں قبل ہی ایسا عظیم پیغام عطا کیا ہے کہ جو تصور سے باہر ہے۔ کفر اور بے دینی خسارہ ہے اور ایک اندھی گلی کا راستہ ہے ایمان کی طرف آیئے' اچھے اعمال کی طرف آیئے۔ اس طرح تمہیں صبر و سکون کا راستہ یقیناً مل جائے گا۔

حرف آخر

اے انسان! تو خسارے میں ہے' تو بند گلی کے اندھیرے میں بھٹک رہا ہے' اس کا علاج ایمان و اخلاق اور سچ پر عمل اور اللہ پر توکل ہے۔

کیا ہی خوب ہوتا کہ سکون دل اور دلبستگی کا سامان کسی دوا کی دوکان سے مل جاتا' جہاں اس کو خریدنے کے لیے لوگ جوق در جوق جاتے۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہے اس کا نسخہ اور اس کی دوا صرف اور صرف اسلام ہی کے دواخانے میں ہے۔

جو کوئی بھی اس کا احساس کرے گا کہ وہ محرومی کی آگ میں جل رہا ہے اور اسے کوئی راہ دکھائی نہیں دے رہی تو وہ ایک دن اس علاج یعنی اسلام کی طرف ضرور رجوع کرے گا۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اسلام کے دواخانے میں موجود ہوتے ہوئے بھی ہم میں سے بہت سارے لوگ علاج کے لیے کسی اور طرف کا رخ کر لیتے ہیں۔

ازطرف اُمِ سلمان (رفیقہ تنظیم اسلامی)

تنظیم	اسلامی	کا	پیغام
نظام	خلافت	کا	قیام

چند پُر اثر سبق آموز واقعات

مرسلہ: قاضی عبدالقادر

عشق اوّل، عشق آخر، عشق کل

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ آپ کی زندگی کا تمام تر حاصل رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس تھی۔ وہ ہر وقت آپؐ کے دکھ درد کا خیال رکھتیں اور آپؐ کی ہی دلدہی اور تسلی کی باتیں کرتی تھیں۔ نبوت سے پہلے آپؐ اپنا اکثر وقت غارِ حرا کی تنہائی میں اپنے رب کے ذکر و فکر میں گزارتے تھے۔ ایک دن حضرت جبریلؑ غارِ حرا میں نمودار ہوئے اور آپؐ سے پڑھنے کو کہا۔ اس غیر انسانی شخصیت اور اُلوہی کلام سے آپ کی طبیعت پر خوف اور جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپؐ اسی کیفیت میں گھر تشریف لائے تو اپنی محرم راز' غم گسار' پیاری بیوی کو انتظار کرتے پایا۔ انہوں نے دیکھا کہ آپؐ کے منور اور پرعظمت چہرے پر جلالِ الٰہی کے آثار ظاہر ہیں' پسینہ سے شرابور ہیں اور جسم کانپ رہا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ تڑپ اٹھیں۔ جلدی سے بڑھ کر آپؐ کو پکڑا اور چٹائی پر لٹا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے کانپتی آواز میں فرمایا "زَمِّلُوْنِیْ' زَمِّلُوْنِیْ" "یعنی" "مجھے کمبل اوڑھاؤ' مجھے کمبل اوڑھاؤ" حضرت خدیجہؓ نے جلدی سے کمبل اوڑھا دیا' اور محبت بھرے انداز میں معاملہ پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: "خدیجہ! آج ایک عجیب بات ہوئی ہے' میں غارِ حرا میں اپنے ربّ کی تسبیح و تقدیس میں مصروف تھا کہ اچانک ایک نورانی چہرے والا شخص نمودار ہوا جس کے کپڑے نہایت ہی نفیس اور پاکیزہ تھے۔ اس کا چہرہ نہایت تابناک تھا۔ میں اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: "اِقْرَاْ" "یعنی" "پڑھ"۔

میں نے کہا: "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" "یعنی" "میں پڑھنا نہیں جانتا"۔

اُس نے مجھے پکڑ کر بھینچا اور چھوڑ دیا اور پھر کہا: "اِقْرَاْ"۔ میں نے پھر وہی جواب دیا: "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" اس نے تیسری مرتبہ مجھے پھر بھینچا اور چھوڑ دیا پھر کہا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝﴾ (العلق)

"پڑھ اس رب کے نام سے جس نے کائنات کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو (جمے ہوئے خون) لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا ربّ بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا' جس نے انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا۔"

اس کلام کو سن کر مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی پھر وہ شخص چلا گیا۔ خدیجہ! کیا یہ عجب بات نہیں ہے؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

حضرت خدیجہؓ نے عرض کی: "آپؐ کے ڈرنے کی کیا بات ہے؟" فرمایا: "لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ" "یعنی" "مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔" حضرت خدیجہؓ نے یہ بات سن کر آپؐ کو جن الفاظ میں تسلی و تشفی دی اس کی مثال ممکن نہیں جو ان کی محبت و عقیدت کی بہترین مثال ہیں۔ عرض کی:

"یعنی نہیں' نہیں' آپ کو خوش ہونا چاہیے۔ واللہ' اللہ آپؐ کو کبھی رسوا نہ کرے گا کیونکہ آپؐ ہمیشہ صلۂ رحمی کرتے ہیں' ہمیشہ سچ بولتے ہیں' ناداروں کے اخراجات برداشت کرتے ہیں۔ آپؐ میں وہ سب خوبیاں ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں۔ آپؐ مہمان نواز ہیں اور حق اور نیکی کے معاملات میں لوگوں کی مدد فرماتے ہیں"۔

حضرت خدیجہؓ کے یہ الفاظ سن کر آپؐ کو بہت تسلی ہوئی' پھر وہ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو یہودیت اور عیسائیت کے تمام علوم سے واقف تھے۔ انہوں نے شہادت دی کہ "یہ آپؐ کی نبوت کی ابتدا ہے اور وہ عجیب شخص حضرت جبریلؑ کے سوا کوئی اور نہیں تھے"۔

(صحیح البخاری' کتاب الوحی)

قطرۂ خونِ جگر سِل کو بنا دیتا ہے دل

حضرت لبینہ رضی اللہ عنہا عمر بن خطاب کی ایک کنیز تھیں۔ جب اسلام کا چرچا ہوا تو یہ بھی اس کی طرف راغب ہوئیں اور ایمان لے آئیں۔ عمر ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ یہ اسلام لانے والوں پر بہت سخت تھے۔ کفار جب غریب مسلمانوں پر مظالم کرتے تھے تو یہ اُن میں پیش پیش رہتے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ خود ان کی کنیز لبینہؓ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اُن کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہ غیض و غضب میں آگ بگولہ گھر آئے۔ لبینہؓ کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے باہر نکال لیا اور کہا: "کم بخت کنیز تیری یہ مجال کیسے ہوئی کہ قریش کے دشمن کا دین قبول کرے؟ میں تیرے ٹکڑے کر دوں گا۔"

لبینہؓ جو ایک کمزور اور بے سہارا عورت تھی خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ عمر نے پوچھا: "کون سے لالچ نے تجھ کو بددین ہونے پر آمادہ کیا؟"

لبینہؓ نے کہا: "آخر محمد ﷺ سے کیا لالچ ہو سکتا ہے۔ وہ خود غریب و مجبور ہیں۔ سب طرف سے مظالم کا شکار ہیں۔"

"پھر تم نے اس کا دین کیوں اختیار کیا؟"

حضرت لبینہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "اس لیے کہ اسلام اپنے ہی تراشے ہوئے بتوں کی پوجا کرنے سے منع کرتا ہے اور صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔"

عمر نے کہا: "کچھ بھی سہی میں تم کو مسلمان نہیں دیکھ سکتا۔ تم فوراً اسلام کو ترک کر دو۔"

"میں محمد ﷺ کے دین کو اب آخری سانس تک نہیں چھوڑ سکتی"۔ لبینہؓ نے جواب دیا۔

عمر ایک بار پھر غصہ میں بھر گئے۔ حضرت لبینہؓ کے بال پکڑ کر چپت اور گھونسوں سے مارنا شروع کر دیا۔ جب وہ مارتے مارتے ہانپنے لگے تو رُکے اور پوچھا "اب بتا کیا کہتی ہے؟ کیا اب بھی اسلام کو اپنائے گی؟"

لبینہؓ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: "ہاں! اب اسلام نہیں چھوٹ سکتا۔"

عمر نے ایک بار پھر غصہ میں بھر کر مارنا شروع کر دیا' جب وہ تھک گئے تو ایک طرف بیٹھ گئے اور بولے: "لبینہ میں تجھ کو رحم کی بنا پر نہیں چھوڑ رہا ہوں بلکہ ذرا دم لینے کے لیے چھوڑ رہا ہوں' بھلائی اسی میں ہے کہ اسلام چھوڑ دو ورنہ مارتے مارتے ہلاک کر دوں گا۔"

لبینہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "عمر! اب چاہے مار دو یا چھوڑ دو مگر محمد ﷺ کا دین تو اب دل سے نکلنے والا نہیں' اس ہادیٔ برحق کی محبت تو اب دل میں اس طرح گھر کر چکی ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو اب اس دل سے نہیں نکال سکتی۔"

عمر کو ایک بار پھر غصہ آیا اور اس مظلوم عورت کو پھر مارنا شروع کر دیا۔ (تاریخ اسلام' جلد اول)

فطرتِ او آتش اندوزد ز عشق
عالم افروزی بیاموزد ز عشق

(اقبال)

"جب عشق اثر انداز ہوتا ہے تو عاشق کی فطرت اپنی آتش اندوزی کی وجہ سے عالم افروز ہو جاتی ہے۔"

عشق کی لذت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے

اُحد کے میدان میں حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور ان کو خیموں تک پہنچانے کا کام کر رہی تھیں اور مجاہدین کو پانی بھی پلا رہی تھیں۔ مسلمانوں کی فتح جب شکست میں بدلنا شروع ہوئی تو دشمن کے دباؤ سے عام مسلمان میدان چھوڑ کر ہٹ گئے۔ چند جانثاروں کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی بھی نہ بچا۔

اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کندھے میں مشکیزہ لٹکائے پانی پلانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف گئیں تو دیکھا کہ وہ دشمن کے نرغے میں ہیں۔ گنتی کے چند لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ وہ بے تاب ہو کر پکاریں: "آہ! سب لوگ کہاں گئے رسول اللہ ﷺ کو تنہا چھوڑ گئے۔ کوئی مجھے تلوار دے تاکہ میں رسول اللہ کی مدافعت

کروں"۔ انہوں نے پانی کا مشکیزہ ایک طرف پھینک دیا اور کسی شہید کی تلوار اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ بڑی بہادری سے ہر آنے والے کا مقابلہ کرنے لگیں۔

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر!
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر!
(اقبال)

لشکر میں افراط و تفریط کا عالم تھا۔ ابن قمئہ مشرکین کی فوج سے نکلا اس کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا۔ وہ تلوار ہوا میں لہراتا ہوا پکارا "بتاؤ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ آج یا تو وہ نہیں یا میں نہیں"۔ اُمِ عمارہؓ یہ آواز سن کر تڑپ اٹھیں۔ للکار کر بولیں' مردود کیا بکتا ہے؟ وہ تلوار لے کر اس کے راستہ میں آ گئیں۔ ابن قمئہ نے تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ ان کا بازو کٹ گیا اور خون کا فوارہ چھوٹنے لگا اور رسول اللہ ﷺ کی یہ شیدائی زخم سے نڈھال ایک طرف گر کر کراہنے لگیں۔ حضرت حمزہؓ ادھر سے گزرے تو انہیں کراہتے دیکھ کر حال پوچھا۔ ان کی زبان پر اس وقت صرف یہ الفاظ تھے کہ "رسول اللہ ﷺ! بتاؤ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ دیکھو ابن قمئہ رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلا ہے کہیں انہیںؐ کوئی ضرر نہ پہنچے"۔ (سیرۃ ابن ہشام' تاریخ طبری)

اسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن

جنگ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ مدینہ بھی پہنچ گئی۔ اس افواہ پر مدینہ کی بہت سی عورتیں بھی گھبرا کر گھروں سے نکل کھڑی ہوئیں۔ انصار کی ایک عورت جب میدانِ اُحد کی طرف جا رہی تھی تو کسی نے کہا تمہارا باپ شہید ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا' یہ بتاؤ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ لیکن اس بات کی انہیں بھی تصدیق نہیں تھی کہ رسول اللہ ﷺ پر کیا گزری۔ پھر کسی نے کہا تمہارا بھائی شہید ہو گیا۔ انہوں نے کہا' یہ بتاؤ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ پھر کسی نے بتایا' تمہارا شوہر بھی شہید ہو گیا۔ انہوں نے پھر وہی سوال کیا کہ یہ بتاؤ رسول کریم ﷺ کا حال کیا ہے؟ اسی دوران رسول اللہ ﷺ خود وہاں تک پہنچ چکے تھے۔ کسی نے کہا رسول اللہ ﷺ وہ تشریف لا رہے ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ یہ صحابیہ رضی اللہ عنہا خوش ہو اٹھیں اور آپؐ کے چہرۂ اقدسؐ کو دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ سلامت ہیں تو پھر دنیا کی سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔" (طبری نے اس روایت کو ایک انصاری صحابیہ حضرت عفیفہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا ہے)

اس روایت کو حضرت حمنہؓ بنت جحش سے بھی منسوب کیا جاتا ہے کہ ان کے ماموں حضرت حمزہؓ' ان کے بھائی حضرت عبداللہؓ بن جحش اور ان کے شوہر حضرت مصعبؓ بن عمیر بھی شہید ہو گئے تھے۔

(اکبر شاہ خان' جلد اوّل' ص 170' طبقات ابنِ سعد)

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ اسلام دشمنی کے ہر معاملے میں پیش پیش رہتے تھے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ "خطاب کا گدھا ایمان لا سکتا ہے لیکن عمر جیسا ہٹ دھرم آدمی ایمان نہیں لا سکتا"۔

جب عمر کو معلوم ہوا کہ ان کی بہن فاطمہؓ بنت خطاب اور بہنوئی سعیدؓ بن زید نے اسلام قبول کر لیا ہے تو یہ بہت سخت برہم ہوئے' ننگی تلوار لے کر ان کے گھر جا پہنچے۔ یہ دونوں اس وقت حضرت خبابؓ بن ارت سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ اس کی آواز سن کر پوچھا' تم کیا پڑھ رہے تھے؟ جب انہوں نے کچھ نہیں بتایا تو عمر نے بہنوئی کو بے تحاشا مارنا شروع کر دیا۔ یہ اپنے بہنوئی کو مارتے جاتے اور کہتے جاتے کہ "میں نے سنا ہے تم مسلمان ہو گئے ہو"۔

جب انہوں نے بہنوئی کو مارتے مارتے لہولہان کر دیا تو فاطمہؓ سے نہ رہا گیا اور چیخ کر بول اٹھیں: "ہاں! ہاں! ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے' ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ ہم اللہ اور رسولؐ پر ایمان لے آئے ہیں۔ تم اگر ہمیں جان سے بھی مار دو گے تو اللہ کے دین کی عظمت اور اس کے رسولؐ کی محبت اب دل سے نکلنے والی نہیں"۔ عاشقِ رسول ﷺ کے اس جملے نے عمر کے دل میں بھی ایمان کا بیج بو دیا جس نے محبت کا ریاضِ طور پیدا کیا۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے
(اقبال)

(سیرۃ ابن ہشام' محمد رسول اللہ ﷺ توفیق الحکیم)

ایماندار لڑکی

(ایک مکالمہ)

بنت خیر محمد پراچہ

خاندان کی گزر بسر کا واحد ذریعہ بکریوں کا دودھ تھا جس کی فروخت سے دونوں ماں بیٹیاں روکھی سوکھی کھا کر گزارا کرتیں۔ صبح ہوئی تو ماں نے بیٹی کو کہا! بیٹی جلدی کر و صبح کے آثار ہیں بکریوں کا دودھ دوہ کر اس میں پانی ملا دو تا کہ سورج نکلنے سے پہلے اسے پہنچا دوں۔

بیٹی نے کہا: "اماں میں آپ سے روزانہ کہتی ہوں کہ یہ بے ایمانی ہے' مجھ سے نہیں ہوتی"۔

اماں نے ناراضی سے کہا: "اور پھر کیا ہم بھوکے مر جائیں"؟

بیٹی نے جواب دیا: "حرام کھانے سے تو بہتر ہے کہ ہمیں موت آ جائے"۔

اماں نے بیٹی کو آخری تنبیہ کرتے ہوئے کہا: "اچھا زیادہ باتیں نہ بنا' چل اٹھ' یہ دودھ نکال دیا ہے' اس میں جلدی سے پانی ملا دے۔"

بیٹی نے کہا: "اماں آپ کو اللہ کا خوف نہیں۔ کیا آپ نے امیر المؤمنین کی جانب سے وہ منادی نہیں سنی کہ آئندہ کوئی شخص پانی ملا کر دودھ نہ بیچے۔"

ماں نے سخت لہجے میں بیٹی سے کہا: "یہاں ہمیں کون دیکھ رہا ہے جو امیر المؤمنین کو مطلع کرے گا؟"

بیٹی نے کہا: "اماں' اگر ہمیں امیر المؤمنین یا ان کے کارندے نہیں دیکھ رہے تو کیا ہوا' اللہ تعالیٰ تو ہمیں دیکھ رہا ہے"۔

ماں نے جواب دیا: "وہ بھی ہماری حالت دیکھ رہا ہے کہ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی اور چارہ نہیں"۔

بیٹی نے کہا "اماں یہ دوہرا گناہ ہے مجھ سے نہیں ہوگا' ہم نے امیر المؤمنین کی بیعت اور اطاعت کی ہے۔ یہ سراسر منافقت ہے کہ ان کے سامنے تو ہم وفاداری ظاہر کریں اور عدم موجودگی میں ان کے حکم کی سرتابی کریں"۔

امیر المؤمنین اپنی رعایا کی خبر گیری کے لیے راتوں کو گشت کیا کرتے تھے تا کہ ان کی سلطنت میں کوئی بھوکا پیاسا نہ رہ جائے' آخرت کی جواب دہی کا احساس انہیں رات بھر سونے نہ دیتا' اس رات بھی وہ گشت کرتے کرتے ان کے مکان تک پہنچ گئے اور دیوار سے ٹیک لگائے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ امیر المؤمنین نے اپنے اہلکار سے کہا کہ اسلم اگرچہ اندھیرا بہت ہے مگر پھر بھی اس مکان کو اچھی طرح پہچان لو۔

سورج طلوع ہونے کے بعد امیر المؤمنین نے اسلم کو ان عورتوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ اسلم نے آ کر بتایا کہ وہاں ایک بیوہ اور اس کی کنواری بیٹی رہتی ہے۔ امیر المؤمنین نے ان کے لیے مناسب وظیفہ مقرر کر دیا اور بیوہ خاتون کی ایماندار بیٹی کے کردار سے متاثر ہو کر اسے اپنی بہو بنانے کا ارادہ کر لیا۔ امیر المؤمنین نے اپنے بیٹے کے لیے ان سے درخواست کی جو دونوں ماں بیٹی نے بخوشی قبول کر لی۔ یوں ایک نیک سیرت لڑکی خاندان خلافت کی بہو بن گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس لڑکی کو اپنی بہو بنایا اس سے پیدا ہونے والی لڑکی یعنی خلیفۂ دوم کی پوتی بعد میں اُمّ عاصم کہلائیں۔ بنو اُمیہ کے آٹھویں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز انہی اُمّ عاصم کے بیٹے تھے جن کی ولادت 60 یا 61 ہجری میں ہوئی۔ اپنی خدا خوفی اور رعایا کی خبر گیری کے باعث عمر بن عبدالعزیز کو عمر ثانی اور پانچواں خلیفۂ راشد کہا جاتا ہے جس کا سہرا ان کے عظیم والدین کے سر بھی ہے جنہوں نے ان کی تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

خواتین کی جسمانی زینت و آرائش

عابدہ انجم

1) ناخن تراشنا اور ان کی مسلسل خبر گیری کرنا

عورتوں کے مخصوص اور ان کے مناسب جو خصائل فطرت ہیں ان میں سے ایک ناخن تراشنا اور برابر ان کی خبر گیری کرنا ہے۔ کیونکہ ناخن تراشنے کے مسنون ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے۔ یہ ان خصائل فطرت میں سے ہے جن کا ذکر حدیث نبویؐ میں وارد ہوا ہے۔ اور ناخن کاٹنے میں نظافت اور خوبصورتی پائی جاتی ہے' جبکہ انہیں بڑھانے میں بدشکلی (بھداپن) درندوں سے مشابہت' ان کے نیچے پانی نہ پہنچنا' ان کے اندر گندگی و غلاظت کا جمع ہونا' یہ سب خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ سنت سے ناواقفیت اور کافر عورتوں کی تقلید کی وجہ سے بعض مسلم خواتین بھی ناخن بڑھانے کی وبا میں مبتلا ہو گئی ہیں۔ زیر ناف اور بغل کے بالوں کی صفائی بھی عورتوں کے لیے مسنون ہے' کیونکہ حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے' اور اسی میں خوبصورتی اور جمال ہے۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتہ اس عمل کو انجام دیا جائے یا چالیس دن سے زیادہ انہیں نہ چھوڑا جائے۔

2) سر اور ابرو کے بالوں کو بڑھانا

(ا) مسلم خواتین سے سر کے بالوں کا بڑھانا مطلوب ہے۔ بلا کسی ضرورت انہیں منڈانا حرام ہے۔ شیخ محمد ابراہیم آل الشیخ سابق مفتی سعودی عرب فرماتے ہیں: عورتوں کے سر کے بالوں کا مونڈنا جائز نہیں' کیونکہ امام نسائی نے اپنی سنن میں حضرت علیؓ سے' امام بزارؒ نے اپنی مسند میں حضرت عثمانؓ سے اور علامہ ابن جریرؒ نے حضرت عکرمہؓ سے سنداً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنے سر کے بال منڈانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ کی نہی (ممانعت) اگر اس کا کوئی معارض و مخالف حکم موجود نہ ہو تو تحریم کی متقاضی ہوتی ہے۔ (یعنی ایسی نہی تحریم کے لیے ہوتی ہے)۔ ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مبارک اس وجہ سے ہے کہ خواتین کے حق میں چوٹیوں کو شکل و صورت اور حسن و جمال میں وہی حیثیت حاصل ہے جو مردوں کے حق میں داڑھی کو حاصل ہے۔

سر کے بالوں کو زیب و زینت کے علاوہ کسی دوسرے مقصد سے چھوٹا کرنا' مثال کے طور پر ان کی حفاظت وغیرہ سے عورت عاجز ہو جائے' یا اتنے طویل ہو جائیں کہ عورت کے لیے تکلیف دہ ثابت ہوں تو بقدرِ ضرورت ان کو چھوٹا کرانے میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ بعض ازواجِ مطہراتؓ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ایسا کرتی تھیں۔ اس لیے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زیب و زینت کو ترک کر دیا تھا' اور بالوں کو بڑھانے اور انہیں سنوارنے کی ان کو حاجت و ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔ اور اگر بالوں کو چھوٹا کرانے سے کافرہ اور فاسقہ عورتوں یا مردوں سے مشابہت اختیار کرنا مقصود ہے تو یہ بلا شک و شبہ حرام ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اگر بالوں کو چھوٹا کرانے سے زیب و زینت مقصود ہے تو بظاہر یہ بھی جائز نہیں معلوم ہوتا۔ استاذ محترم شیخ محمد امین شنقیطیؒ اپنی تفسیر (اضواء البیان) میں لکھتے ہیں:

"بہت سے (مسلمان) ممالک میں خواتین کا اپنے بالوں کو جڑوں کی حد تک چھوٹا کرانے کا جو رواج بڑھتا جا رہا ہے درحقیقت یہ فرنگی طور طریقہ ہے۔ اور اس طور طریقہ کے بالکل مخالف ہے جس پر مسلم خواتین بلکہ قبل از اسلام عرب خواتین گامزن تھیں۔ یہ طریقہ ان تمام انحرافات میں سے ایک ہے جو دین و اخلاق اور شکل و صورت وغیرہ میں عام ہوتے جا رہے ہیں"۔

جس طرح خواتین کو بلا ضرورت سر کے بالوں کو منڈوانے یا چھوٹا کرانے سے روکا گیا ہے اسی طرح انہیں اپنے بالوں میں مزید دوسرے بالوں کو جوڑ کر اضافہ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیحین میں وارد ہے: "رسول اللہ ﷺ نے واصلہ اور مستوصلہ پر لعنت بھیجی ہے۔" واصلہ اس عورت کو کہتے ہیں جو غیر کے بالوں کو جوڑ کر اپنے بالوں میں اضافہ کرتی ہے اور مستوصلہ اس عورت کو کہتے ہیں جس پر یہ عمل کیا جاتا ہے۔

(ب) مسلم خواتین کے لیے ابرو کے تمام بالوں کو یا بعض بالوں کو مونڈ کر' ترشوا کر یا بال صفا دوائیں استعمال کر کے صاف کرانا حرام ہے' کیونکہ اسی کو نمص کہا جاتا ہے' جس کا ارتکاب کرنے والی خواتین پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّامِصَةَ وَالْمُتَنَمِّصَةَ))

"رسول اللہؐ نے نامصہ اور متنمصہ پر لعنت بھیجی ہے"۔

نامصہ: اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے خیال میں زیب و زینت کے لیے اپنے ابرو کے تمام بالوں کو یا کچھ بالوں کو صاف کرتی ہے۔

متنمصہ: اس عورت کو کہتے ہیں جس کے لیے اس عمل کو انجام دیا جائے۔

یہ عمل درحقیقت اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تغیر و تبدیل کرنے کے مترادف ہے جس کے بارے میں شیطان نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بنی آدم کو اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تبدیلی کا حکم دے گا۔ چنانچہ اس نے کہا تھا جیسا کہ اللہ رب العزت نے اس سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (النساء:119)

"اور میں انہیں حکم دوں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں"۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "ایسی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو جو گودنا گودتی ہیں اور گودنا گدواتی ہیں' جو ابرو کے بال اکھیڑتی اور اکھڑواتی ہیں اور دانتوں کو گھس کر خوبصورت بناتی ہیں۔ درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنے والی ہیں"۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "کیا میں ان لوگوں پر لعنت نہ بھیجوں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے"۔ افسوس کہ ابرو کے بال صاف کرنا روز مرہ کی ضرورت میں شامل ہو گیا ہے۔ اگر کسی عورت کا خاوند اس کا حکم دے تو بھی اس کی اطاعت جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ ایک معصیت اور گناہ کا کام ہے۔

3) خواتین کے لیے خضاب لگانا اور بالوں کو رنگنا

اگر بالوں میں سفیدی ظاہر ہو چکی ہے تو خواتین انہیں سیاہ رنگ کے علاوہ کسی دوسرے رنگ سے رنگ سکتی ہیں۔ کیونکہ سیاہ خضاب سے رسول اللہ ﷺ سے وارد ممانعت میں مردوں اور عورتوں کے درمیان عمومیت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ ریاض الصالحین میں ایک باب کا عنوان قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مردوں اور عورتوں کو سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت۔" اور المجموع شرح المہذب میں لکھتے ہیں: "سیاہ خضاب سے ممانعت میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے' یہی ہمارا مذہب ہے۔ اگر ایک عورت اپنے سیاہ بالوں کو کسی دوسرے رنگ سے بدلنے کے لیے خضاب لگاتی ہے تو میں جہاں تک سمجھتا ہوں یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بالوں کا سیاہ رنگ ہی خوبصورتی کا باعث ہوتا ہے اور اس میں ایسی کوئی بدصورتی نہیں پائی جاتی کہ اس میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی جائے۔ دوسرے یہ کہ ایسا کرنے میں کافر عورتوں سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے"۔

ہم چلے گاڑی خریدنے

ڈاکٹر طاہرہ ارشد

چند سال پہلے ہم نے نئی سوزوکی مہران گاڑی لی تھی جواب کافی پرانی ہو چکی ہے' کیونکہ یہ گھر کی خواتین کے استعمال میں رہتی ہے۔ میرے شوہر نے مناسب سمجھا کہ اب اسے بدل دیا جائے' کہیں تنگ نہ کرنے لگے۔ چنانچہ وہ سوزوکی کے دفتر معلوم کرنے کے لیے گئے کہ cultus کتنے کی ہے۔ معلوم ہوا کہ نئی cultus پانچ لاکھ بچانوے ہزار کی ہے کمپنی ریٹ کے مطابق اور بک کروا سکتے ہیں' چار ماہ بعد ڈیلوری مل جائے گی میرے شوہر بہت خوش ہوئے کہ چلو جہاں اتنا انتظار کیا ہے چار ماہ اور سہی' گاڑی بک کروالیتے ہیں۔ انہوں نے سوزوکی ڈیلر سے کہا کہ اچھا چلیں ہمیں گاڑی بک کروادیں تو جواب ملا یوں نہیں جناب bank finance کروائیں تو پھر بکنگ ہوگی' ایسے نہیں ہو سکتی۔ ان کی تمام خوشی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی کیونکہ وہ جانتے ہیں اور بینک finance یعنی leasing پر گاڑی لینا سودی معاملہ ہے جو نہ صرف حرام ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔

کیا آپ نے کبھی کسی دنیا کے خطے میں یہ اصول دیکھا ہے کہ آپ کے پاس رقم بھی ہے کسی چیز کے خریدنے کے لیے اور آپ پوری قیمت اکٹھی ادا کرنے کو بھی تیار ہیں لیکن آپ کو مجبور کیا جائے کہ صرف اور صرف سود پر اقساط میں ہی چیز خریدیں؟ کیا یہ اندھیر نہیں؟ کیا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا نہیں ہے؟

ہم نے تو اپنے نفس کو کنٹرول کرلیا اور اس سودی لین دین سے بچنے کی خاطر یہی فیصلہ کیا کہ ہم مارکیٹ سے second hand گاڑی خرید لیں بجائے اس کے کہ اپنے آپ کو سود میں ملوث کریں لیکن ہم اس واقعہ کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اس وقت ملک عزیز میں ہر نئی گاڑی کا مالک سود میں ملوث ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیے ہوئے ہے۔

جب یہ پوچھا گیا کہ یہ پالیسی کیوں اختیار کی گئی ہے کہ بغیر bank finance کے بکنگ نہیں ہوتی تو بتایا گیا تاکہ صرف genuine buyer کو ہی encourage کیا جائے ورنہ لوگ خرید کر مہنگے داموں مارکیٹ میں گاڑی بیچ دیتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اس کی بجائے اگر leasing بالکل ختم کر دی جائے تو پھر بھی تو صرف genuine buyer ہی خریدے گا۔

جب ہم نے مہران خریدی (مارکیٹ سے خریدی تھی) تو اس وقت اس کی قیمت صرف 20 ہزار بنک کی قیمت سے زیادہ تھی (ہمیں جلدی تھی تو ہم نے مارکیٹ سے خرید لی) یہ اس لیے تھا کہ leasing تب بھی ہوتی تھی لیکن آپ ویسے بھی بک کروا سکتے تھے۔ اب یہ نہیں ہو سکتا۔

مارکیٹ میں اس وقت کمپنی قیمت سے cultus ایک لاکھ زیادہ مہنگی ہے۔ اس زیادتی کی وجہ بھی leasing ہی ہے۔ ڈیلر منہ مانگے دام اسی لیے مانگتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ کمپنی leasing کے علاوہ بکنگ نہیں کرتی اور وہ اس advantage کو خوب cash کرواتے ہیں جبکہ گاڑی lease پر لینے والے کو وہ گاڑی حقیقتاً اُس کی اصل قیمت سے دگنی پڑتی ہے سود ملا کر' لیکن وہ صرف اس چکمے میں آ جاتے ہیں کہ آسان اقساط ہیں اور گاڑی فوراً مل جاتی ہے۔

اس leasing کا تو یہ انجام ہوا ہے کہ اگر کسی کو سائیکل کی بھی ضرورت ہے تو وہ گاڑی ہی نکلوا رہا ہے کیونکہ جلدی مل جاتی ہے اور قسطیں آسان ہیں۔ leasing کے ساتھ ساتھ insurance کی لعنت کے باعث accident کرتے وقت بھی کوئی فکر نہیں ہوتی لوگوں کو کیونکہ نقصان insurance والوں نے pay کرنا ہے لگ بھی گئی تو کیا ہے جبکہ وہ شخص جس نے حلال کمائی سے گاڑی خریدی ہے اور insurance جو کہ سود ہی کی ایک اور قسم ہے میں بھی ملوث نہیں وہ اپنی گاڑی احتیاط سے چلانا چاہتا ہے تاکہ دیر تک قابل استعمال رہے۔

یہ باتیں اگر ہم جیسے چھوٹے ذہن رکھنے والے لوگ بھی سمجھتے ہیں تو اتنے بڑے حکومتی دانشوروں کی عقل پر کیوں پردے پڑے ہیں؟

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ ہیپاٹائٹس بی اور سی Elisa Method/ کے ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

النصر لیب: 950۔ بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

نصابِ تعلیم میں تبدیلی

قوم کب جاگے گی؟

ڈاکٹر طاہرہ ارشد

بحیثیت قوم ہم جذباتی واقع ہوئے ہیں اور مزید یہ کہ ہمارے جذبات صرف سطحی حیثیت رکھتے ہیں اس بات کی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن فی الحال ہم اپنی توجہ صرف ایک بات پر مرکوز رکھیں گے اور وہ ہے "ہمارے بچوں کی تعلیم"۔

جب کچھ عرصہ پہلے نصاب میں تبدیلی اور آغا خان بورڈ بننے کا مسئلہ سامنے آیا تو ہم پوری جذباتیت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور پھر اُتنی ہی جلدی جھاگ کی طرح بیٹھ بھی گئے۔ زیادہ بڑی وجہ ہمارے اِس قسم کے ردِعمل کی ہماری لاعلمی ہے۔ اگر ہم غور و فکر کرتے اور جزو کو چھوڑ کر کُل پر نظر ڈالتے تو آج جو گہرے بادل ہم پر چھا رہے ہیں ہماری راتوں کی نیند حرام کرنے کے لیے کافی تھے۔

ہماری جذباتی ذہنیت کو "مغربی آقا" بھی خوب سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ آنے والی بڑی تبدیلیوں میں سے ایک آدھ جزو کی طرف ہماری تمام توپوں کا رُخ کر کے اور پھر اُس جزو میں تھوڑا بہت ردوبدل کر کے ہمیں مطمئن کر دیتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوا۔ بحقیقت ہماری جڑوں کو کمزور کرنے کا پورا اہتمام کیا جا چکا ہے۔ بہت عرصہ ہوا' امریکہ کے تھنک ٹینکس اِس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ اپنی مرضی کے سیکولر نظام اور سوچ کو اِس خطہ میں بڑھانا تبھی ممکن ہے کہ جب یہاں سے اِسلام کو نکالا جائے' اس کے لیے پہلا قدم طالبان کا خاتمہ اور دوسرا تعلیمی نصاب میں تبدیلی تھا۔

ہمارے اربابِ اختیار نے 2000-2002ء میں افغانستان کے بظاہر انجام سے خوفزدہ ہو کر نصاب میں کچھ تبدیلیاں کیں مگر یہ تبدیلیاں "آقا" کی مرضی کے مطابق نہیں تھیں چنانچہ نصاب کی جانچ پڑتال کا کام SDPI اور یوتھ گروپ کو سونپا گیا۔

تعلیمی نصاب کیا ہے؟ یہ ایک دستاویز ہے جو قومی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مضمون کے موضوعات تشکیل دیتی ہے۔ مختلف مضامین کیوں پڑھائے جا رہے ہیں' پڑھانے کے long term goals کیا ہیں اور short term objectives کیا ہوں گے' اِن تمام باتوں کو سامنے رکھ کر تصورات اور مواد مرتب کیا جاتا ہے۔ مغربی "آقا" کی مقرر کردہ SDPI نے سائنسی مضامین جو دو سو سال پرانے مواد پر مبنی ہیں' نے صرفِ نظر کرتے ہوئے یہ دیکھا کہ Social Sciences میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا سکھایا جاتا ہے' پاکستان کے قیام کی وجوہات' اِس کی حفاظت کا جذبہ بیدار کرنے اور بڑھانے انگریزوں کی توہین اور قریبی ملکوں سے نفرت وغیرہ کا سبق دیا جاتا ہے۔ اِس طرح کی باتوں اور دیگر اسی قسم کی چیزوں پر مشتمل ایک رپورٹ تیار کی گئی جس کے لیے امریکی اور جرمن امدادی ایجنسیوں نے مالی امداد مہیا کی۔ جن کتابوں کا اِس رپورٹ میں حوالہ دیا گیا تھا' وہ دس سال پہلے سے متروک ہو چکی تھیں۔

اِس رپورٹ کی بنیاد پر جب تبدیلیوں کی بات ہوئی تو اس کے کچھ حصے منظرِ عام پر لائے گئے' میڈیا پر گرما گرم بحث مباحثہ ہوا' اُس وقت کی وزیرِ تعلیم زبیدہ جلال بھی بیانات دیتی نظر آئیں۔ پھر یہ احساس دِلا دیا گیا کہ ہم یہ تبدیلیاں نہیں کر رہے' ہم پُرسکون ہو کر بیٹھ گئے کہ "سب اچھا ہے"۔ یہی وہ چاہتے تھے۔ اُنہوں نے خاموشی اور مستقل مزاجی سے اپنا کام جاری رکھا۔ وہ جانتے تھے کہ نصاب بنانے والے بے لوچ لوگ ہیں اور صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈز بھی ایسے ہی لوگوں پر مشتمل ہیں جو کوئی بھی بنیادی تبدیلی کبھی نہیں آنے دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اِن دونوں شعبوں کو بائی پاس کرنا ہی مناسب جانا۔

ہماری معاشرتی علوم میں تاریخ کا ناطہ محمد بن قاسم سے جوڑا جاتا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ علاقائی لحاظ سے ہمارا ہیرو راجہ داہر کو ہونا چاہیے۔ جبکہ ہم عرب حملہ آوروں پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اُن کا کہنا یہ بھی ہے کہ ہمیں انگریزوں کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے یہاں دو سو سال تک تعمیر و ترقی کے کام کیے۔

وفاقی حکومت نے دسمبر 2004ء میں ایک نصاب کی منظوری دی' کیا (حالانکہ یہ اختیار وزارتِ تعلیم کی نصابی کمیٹی کو حاصل ہے)۔ اِس نصاب میں تعلیم کے عمومی اور خصوصی مقاصد واضح نہیں کیے گئے تھے' جو نصاب کی بنیاد ہوتے ہیں بلکہ ایک advice note تھا جس کے مندرجات یہ تھے:

1۔ معاشرتی علوم (Social Studies) قومی ضرورت پوری نہیں کرتے اِس لیے اِسے History اور Geography میں تقسیم کیا گیا ہے اور deficiencies کو دور کرنے کے لیے تاریخ کا ناطہ 6000 سال پہلے سے جوڑا گیا ہے۔

2۔ مسلمان حکمرانوں کو غلط طور پر نمایاں کیا گیا' مثلاً شاہ جہاں کی فتوحات اور تعمیری کارنامے پڑھائے جاتے ہیں حالانکہ اُس کا اپنے بھائیوں کو تخت کے لیے مارنا نمایاں ہونا چاہیے۔

3۔ نئی نسل کو Great Ashoka اور Great Alaxander سے آگاہ کیا جائے۔

4۔ انگریزوں کی 200 سال کی حکومت کے تعمیری اور اصلاحی کارناموں کو نمایاں کیا جائے۔ تاریخ کے 13 میں سے 10 ابواب اسی طرح کے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ باقی 3 ابواب میں کچھ Selective چیزوں کو ڈالا گیا ہے تا کہ ہم طِفل تسلیوں سے خاموش رہیں۔

دوسرا کام جو کیا جا رہا ہے وہ تمام صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈز کو ختم کرنا یا کم از کم اُن کا کتابوں کی اشاعت میں کردار ختم کر کے یہ کام پرائیویٹ بورڈز یا پبلشنگ اداروں کے حوالے کیا جانا ہے۔

ہمیں جو سبز باغ دکھایا جا رہا ہے وہ یہ کہ بچے کی ذہنی صلاحیتوں کو زیادہ اُجاگر کیا جا سکتا ہے جب وہ multiple text books پڑھے گا۔ یہ ایک دھوکہ ہے' کیونکہ دنیا کی تمام حکومتیں Elementary Education کا پورے طور سے اپنے کنٹرول میں رکھتی ہیں اور ایک ہی قسم کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں تا کہ بچوں کے کچے ذہن صرف اپنی ہی قوم کے نظریات و افکار کو قبول کریں اور پھر اپنی قوم و ملک کے وفادار ہوں۔

کیا یہ پرائیویٹ ادارے گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کلاسوں کے لیے کتابیں چھاپیں گے؟ کبھی نہیں (حالانکہ وہاں multiple text books کی ضرورت زیادہ ہے) کیونکہ وہاں اتنی کمائی نہیں ہو سکتی جتنی بنیادی تعلیم کے شعبے میں ہو گی اس لیے کہ بنیادی تعلیم کی نہ صرف زیادہ ضرورت ہے بلکہ IMF' World Bank اور دوسری امدادی ایجنسیاں بھی اِن اداروں کو مالی امداد دینے میں دلچسپی رکھتی ہیں۔

جب صوبائی سرکاری بورڈ کی کتابوں کی بجائے پرائیویٹ اداروں کی کتابیں پڑھائی جائیں گی تو ایک عام آدمی کے لیے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا اور مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ Oxford University Press کی طرز کے اداروں کی جب monoply ہوگی تو وہ قیمتیں اپنی مرضی کی مقرر کریں گے اور پھر حکومت سمیت کوئی کچھ نہیں کر سکے گا۔ اس کے علاوہ جب نصابی کتب کی اشاعت پرائیویٹ اداروں کے سپرد ہو جائے گی تو مزید نظریات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا آسان ہو جائے گا۔ ہم نماز کا طریقہ نصاب سے خارج کیے جانے پر ہی بحث کر رہے ہیں' اور اس بات سے بے خبر ہیں کہیں کہ عنقریب ہمارے بچوں کی بنیادیں ہی ہلا ڈالنے کے تمام انتظامات مکمل ہوا چاہتے ہیں۔ نصاب کا پہلا ڈرافٹ مارچ 2006ء تک مکمل ہو جائے گا۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے کروڑوں روپیہ لگایا ہے' ہمارے کسی بھی احتجاج کو خاطر میں لائیں گے؟

کچھ عرصہ پہلے ''نوائے وقت'' میں ایک خبر چھپی ہے' عنوان ہے: ''ناتجربہ کار افراد پر مشتمل خودمختار قومی نصاب کونسل کا قیام۔'' اس خبر نے ہمارے تمام خدشات کو جو اس مضمون میں رقم ہیں' درست ثابت کر دیا ہے۔ اِس خبر کے مطابق وزارتِ تعلیم نے قومی نصابی ونگ کو ناکارہ بناتے ہوئے نصاب کی متنازعہ تبدیلیوں کا کام جلد از جلد مکمل کرنے کے لیے قومی نصابی کونسل قائم کر لی جو خودمختار ہوگی۔ اور اپنے صوابدیدی اختیارات کے تحت نصاب میں ہر قسم کی تبدیلیوں کا حتمی فیصلہ دینے کی مجاز ہو گی۔ قبل ازیں صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈ اپنے نصاب کے مطابق درسی کتب منظوری کے لیے قومی نصابی ونگ کو بھیجتے تھے جس کی منظوری کے بعد ان درسی کتب کو تعلیمی اداروں میں لاگو کر دیا جاتا تھا۔ نئی قومی نصابی کونسل کے اراکین کا تقرر قابلیت کی بناء پر نہیں کیا گیا بلکہ وہ خوبصورت انگریزی بولنے والے اور نظریۂ پاکستان کو reject کرنے والے لوگ ہیں' خواہ وہ باہر کے ملکوں سے PhD ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ اُن کا ملکی یا غیر ملکی نصاب سازی کا نہ تو تجربہ ہے اور نہ ہی اہلیت۔ وہ اڑھائی سے چار لاکھ تنخواہ لیتے ہیں اور یہ تنخواہ قابلیت کی نہیں ہے' یہ تنخواہ من مانے دستخط ثبت کروانے کی دی جاتی ہے۔

ہم آغا خان بورڈ پر احتجاج کر کے خاموش ہو گئے۔ حکومت نے 1000 ایکٹر زمین آغا خان بورڈ کو دے کر دوسروں کے لیے بھی کشش پیدا کر دی اور اب عنقریب Askari Board اور Beacon House ہم پر مسلّط ہونے والے ہیں۔

میں ملک کے سنجیدہ طبقات خاص طور پر قوم کی ماؤں سے اپیل کرتی ہوں کہ خدارا! اپنی آنے والی نسلوں کو بچایئے۔ فیشن' ٹی وی اور دوسری تفریحات سے نکل آیئے' ورنہ انجام بہت بُرا ہوگا۔ اربابِ اختیار تو امریکہ کے آگے بے بس ہیں' اب ہم خاندان کو بچانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اگر مائیں اس نصاب کو رد کر دیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہماری آئندہ نسلوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ان شاء اللہ! خدارا! تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور و فکر کیجیے اور بھرپور ردِّعمل کا اظہار کیجیے۔ تب تک جب تک یہ مسئلہ خاطر خواہ طور پر حل نہ ہو جائے' ورنہ ہماری آئندہ نسلیں امریکی غلام کے سوا کچھ نہیں ہوں گی۔

ضرورت رشتہ

☆ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ (ایم اے اسلامیات' ترجمہ قرآن کریم اور چار دیگر دینی کورس یافتہ) دینی احکام پر عملاً کاربند' 27 سالہ خوب سیرت و صورت لڑکی کے لیے پاکستان یا بیرون ملک سے دینی مزاج کے حامل' اعلیٰ تعلیم یافتہ' برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ صرف خواہش مند والدین رجوع کریں:

رابطہ: 0300-8327547

☆☆☆

☆ سید فیملی کی دو بچیوں کے لیے دینی تحریکی مزاج رکھنے والے رشتے درکار ہیں۔

بڑی بچی رفیقہ تنظیم اسلامی' ایم اے اسلامیات' بی ایس سی' بی ایڈ' ایک سالہ دینی کورس' عربی گرامر و ترجمہ الھدیٰ انٹرنیشنل اسلام آباد

چھوٹی بچی' بی اے کا امتحان دیا ہے۔ سید فیملی سے رشتہ قابل ترجیح ہوگا۔

برائے رابطہ: خالد محمود عباسی' ناظم حلقہ پنجاب شمالی

051-4434438   0300-5150824

☆☆☆

☆ ہمیں اپنے بیٹے تعلیم انڈر BBIT' ذات راجپوت عمر پچیس سال' ذاتی کاروبار' کے لیے پڑھے لکھے گھرانے سے ایم۔ اے' ایم ایس سی گھریلو اور دینی مزاج کی لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔

سجاد حسین: 042-5839521

☆☆☆

☆ رفیقہ تنظیم اسلامی' عمر 23 سال' تعلیم ایم اے' بی ایڈ' فاضلہ رجوع الی القرآن کورس کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-5869946

☆☆☆

☆ بیٹی' عمر 30 سال' مطلقہ (ہمراہ دو بچیاں عمر بالترتیب 10 سال' 8 سال) کے لیے مناسب رشتہ درکار ہے۔ بیوی کی موجودگی والے رابطہ نہ کریں۔

برائے رابطہ: 0333-4266030

☆ دو بھائی جن کی عمریں 25 سال' 24 سال' تعلیم بالترتیب اسلامک یونیورسٹی سے فارغ التحصیل اور ڈاکٹر کے لیے دینی مزاج کی حامل خوبصورت و خوب سیرت شرعی پردے کی پابند لڑکیوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 042-5869946

☆☆☆

☆ لڑکی راجپوت' عمر 27 سال' MSc فزکس' کے لیے نیک' شریف خاندان سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-5151083-6304338

☆☆☆

☆ بیٹی' عمر 30 سال' کنواری' تعلیم بی اے کے لیے دینی مزاج کا حامل رشتہ درکار ہے دوسری شادی کے خواہشمند (بغیر بیوی بچے والے) بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 042-5183256

☆☆☆

☆ رفیقہ تنظیم اسلامی' عمر 35 سال' تعلیم BA' رجوع الی القرآن کورس کی فاضلہ کے لیے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-6304338

☆☆☆

☆ تین بہنیں' عمر و تعلیم بالترتیب 26 سال' 24 سال' 22 سال' ایم اے ایجوکیشن' بی کام' ایف اے' جاٹ فیملی اہل سنت والجماعت سے تعلق' کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 042-6543014

☆☆☆

☆ سیالکوٹ کی رہائشی لڑکی' عمر 30 سال' تعلیم بی اے' ایل ایل بی' شرعی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل' تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

رابطہ' گلزار احمد: 0300-9439109

ہجرت

حمیرا عبید الرحمن

بانسری کی خوبصورت دھنوں پر پاکستان کا قومی ترانہ انتہائی عزت واحترام کے ساتھ پڑھا گیا اور اس کے بعد بچے قطار در قطار اپنی اپنی کلاسوں میں جانے لگے۔ یہ شہر کا ایک اعلیٰ درجہ کا اسکول تھا جس کی عمارت بھی جدید طرز کی بنی ہوئی تھی۔

خوبصورت ساڑھی اور بغیر آستین بلاؤز میں ملبوس اسکول کی پرنسپل اپنے کٹے ہوئے بالوں کو سنوارتی ہوئی شان بے نیازی کے ساتھ اسمبلی ختم ہوتے ہی اپنے آفس کی طرف روانہ ہوگئی۔ ذرا دیر بعد ہی پہلی کلاس کی ٹیچر مس نورین آفس میں داخل ہوئیں۔

"میڈم! آج پھر نیو ایڈمیشن سیمہ Proper یونیفارم میں نہیں آئیں۔"

"آپ آج کی ڈائری میں نوٹس بھیج دیجیے ورنہ کل کلاس کے بجائے آفس میں بھیج دیجیے گا۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔" یہ کہہ کر مس نورین اپنی کلاس کی طرف چلی گئی۔

سیمہ اور اس کے والدین حال ہی میں امریکہ سے پاکستان سیٹ ہوئے تھے۔ سیمہ کے والد شہریار پچھلے پندرہ سالوں سے امریکہ میں مقیم تھے۔ پڑھنے کے ساتھ ساتھ ملازمت بھی کرتے رہے۔ ترقی کے زینے طے کرتے کرتے اب اپنے بہترین مستقبل کی طرف رواں دواں تھے۔ لیکن اب جبکہ فصل پک کر تیار ہوگئی اور کاٹنے کا وقت آیا تو شہریار کے دل میں نہ جانے کیا آیا کہ اپنی بہترین جاب، بہترین رہائش سب چھوڑ چھاڑ کر وطن واپس جانے کا ارادہ باندھ لیا۔ دوست احباب، عزیز واقارب جس نے بھی اس فیصلہ کو سنا کہا "پاکستان میں اب کیا رکھا ہے"۔

خود شہریار کی سگی بہنیں جنہوں نے بھائی کو بذریعہ فون مشورہ دیا کہ یہ بہت بڑی بے وقوفی ہوگی۔ لوگ امریکہ جانے کی تگ ودو کر رہے ہیں تم ہاتھ آئی آسائش چھوڑ رہے ہو۔ لیکن اس بات کو خود شہریار سمجھ رہے تھے یا ان کی وفا شعار بیوی ہما کہ انہیں شروع ہی سے اس بات کا قلق تھا کہ وطن کی مٹی پر بھی ان کا قرض ہے۔ اسی لیے اب وطن کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے انہوں نے ایسا کیا اور پھر دیار کفر میں رہتے ہوئے بچوں کے لیے وہاں کا ماحول سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ اسی لیے شہریار اور ہما کی پوری کوشش تھی کہ دونوں بچوں کی مکمل اسلامی ماحول میں پرورش کی جائے تاکہ باہر کے آلودہ جراثیم بچوں کی ٹھوس تربیت کو متاثر نہ کرسکیں۔

پردیس میں رہتے ہوئے اپنے علاقے کے ایک اچھے اسکول میں سیمہ کو داخل کردیا گیا جہاں ایک کثیر تعداد مسلمان بچوں کی تھی۔ لہٰذا وہاں مسلمانوں نے اپنے بچوں کے یونیفارم میں Short کے بجائے شلوار کی خصوصی اجازت لی ہوئی تھی۔

11 ستمبر کے اندوہناک واقعے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ جو رویہ اور امتیازی سلوک برتا جانے لگا تو شہریار نے پاکستان واپس جانے کا فوری پروگرام بنالیا۔

کراچی کے ایک اچھے اسکول میں سیمہ کا داخلہ کروا دیا گیا۔ شہریار کو بھی فوری طور پر ایک عمدہ ملازمت مل گئی۔ شہریار اور ہما اپنے وطن کی مٹی پر سانس لے کر بے حد خوش تھے، یوں لگ رہا تھا میلوں پیدل سفر طے کرکے آرہے ہوں اور اب منزل پر پہنچ گئے ہوں۔ بچوں کی طرف سے بھی مطمئن تھے کہ اب ایک اچھے ماحول میں تربیت ہوگی۔ انہیں باہر کے ماحول سے بھی کوئی خطرہ نہ ہوگا۔

آج سیمہ کا نئے اسکول میں تیسرا دن تھا۔ ذہین و فطین سیمہ آج جب اسکول سے گھر آئی تو چپ چپ سی تھی۔ باپ نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ "ٹیچر نے سوال کیا تھا کہ پاکستان کب وجود میں آیا؟ سب بچوں نے بتایا 14 اگست 1947ء میں اور اس کے ساتھ اسلامی تاریخ 27 رمضان المبارک بھی بتائی تو ٹیچر نے کہا "یہ بتانا ضروری نہیں، اتنا ہی جواب دیا کریں جتنا پوچھا جائے"۔

تو بابا آپ بتایئے کیا پاکستان رمضان کے مبارک مہینے میں آزاد نہیں ہوا تھا۔ آپ نے ہی تو بتایا تھا کہ رمضان کے مبارک مہینے میں ہمیں کیا کیا نعمتیں حاصل ہوئیں۔ پھر ٹیچر ہمیں یہ باتیں کیوں نہیں بتاتیں"۔

شہریار ننھی سیمہ کی باتیں سن کر حیران رہ گئے۔ لیکن پھر سیمہ کا موڈ صحیح کرنے کے لیے بولے۔ "کوئی بات نہیں، بھئی بیٹی بڑی ہو کر ٹیچر بنے گی تو بہت اچھی اچھی باتیں بتائے گی"۔

آج جب سیمہ کو اسکول میں اسمبلی کے بعد میڈم کے آفس لے جایا گیا...... "آج پھر آپ یہ شلوار پہن کر آ گئی ہیں کیا آپ کے والدین کو معلوم نہیں کہ یونیفارم میں شلوار نہیں Short (شارٹ) ہے۔" میڈم نے انتہائی غصے سے کہا۔ ننھی سیمہ نے معصومیت سے کہا "وہ...... وہ میڈم میں تو مسلم ہوں اس لیے Short نہیں پہن سکتی"۔ یہ سن کر میڈم کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ "یہاں ایک نرالی آپ مسلمان تھوڑی ہیں۔ یہاں تو سب مسلمان ہیں"۔

"تو پھر میڈم یہ سب بچے Short کیوں پہنتے ہیں وہ تو امریکہ میں Non Muslims پہنتے ہیں"۔

میڈم سے آخر کار کوئی جواب نہ بن پڑا۔ سر جھٹک کر بولیں۔ "ہونہہ مسلم"۔

بچی کے والدین کو فوری اسکول بلوایا گیا۔ صورتحال سامنے رکھ دی گئی۔ شہریار بالکل Compromise کرنے کو تیار نہ تھے۔ انہوں نے کہا "بچی نے بالکل صحیح بات کہی ہے۔ جن اصولوں کو اپنانے کی خاطر ہم نے امریکہ سے یہاں ہجرت کی ہے آج ہم آپ کا اسکول تو چھوڑ سکتے ہیں لیکن ان اصولوں کو نہیں چھوڑ سکتے"۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط وکتابت کورسز

قرآن اکیڈمی، 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

میری ماں

نامور اکابرینِ ملت اور علمائے اسلام کا اپنی والدہ کے بارے میں اظہارِ خیال

مرتبہ: بنت محمد علی ابراہیم

محترمہ امام بی بی

یہ حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی والدہ ماجدہ تھیں۔ ان کے زمانے میں خواتین میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس لیے انہوں نے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا۔ نماز ان کو ازبر تھی اور وہ اس کو پابندی سے ادا کرتی تھیں۔ وہ نادار بچیوں کو اپنے گھر بلا کر ان کی کفالت کرتی تھیں' قرآن مجید سکھاتیں' نماز سکھاتیں' سینا پرونا سکھاتیں اور کچھ عرصے بعد مناسب رشتہ دیکھ کر ان کی شادیاں کر دیا کرتیں۔ ناخواندہ ہونے کے باوجود حلم و وقار' خوش خلقی' سمجھ بوجھ' معاملہ فہمی' خانہ داری' دریا دلی اور صالحیت یا تدین کے اعتبار سے اک مثالی خاتون تھیں۔ علامہ اقبال نے ان کے انتقال پر حیدر آباد دکن کے صدر اعظم کے نام ایک خط میں اس طرح اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

''انسان اپنی کمزوری کو چھپانے میں کس قدر تاک ہے' بے بسی کا نام صبر رکھتا ہے اور پھر اس صبر کو ہمت و استقلال کی طرف منسوب کرتا ہے' مگر اس حادثے نے میرے دل و دماغ میں ایک شدید تغیر پیدا کر دیا ہے۔ میرے لیے دنیا کے معاملات میں دلچسپی لینا اور دنیا میں بڑھنے کی خواہش کرنا صرف مرحومہ کے دم سے وابستہ تھا۔ اب یہ حالت ہے کہ موت کا انتظار ہے۔ دنیا میں موت سب انسانوں تک پہنچتی ہے اور کبھی انسان بھی موت تک جا پہنچتا ہے۔ میرے قلب کی موجودہ کیفیت یہ ہے کہ وہ تو مجھ تک پہنچتی نہیں کسی طرح میں ان تک پہنچ جاؤں۔''

محترمہ کریم بی بی

یہ نامور ادیب' مصنف اور نعت گو جناب لالہ صحرائی چودھری محمد صادق کی والدہ ماجدہ تھیں۔ وہ اپنی والدہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''اپنے ہوش سنبھالنے سے ان کے ایام وفات تک میں نے ان کی صبح کی تلاوت قرآن مجید میں کبھی ناغہ نہ پایا۔ عمر ڈھلنے سے پہلے ایک عرصے تک ان کا یہ معمول رہا کہ سردی ہو یا گرمی' وہ رات کے پچھلے پہر اُٹھ جاتیں' پھر تہجد کے نوافل کے بعد ہتھ چکی پر بیٹھ جاتیں اور روزانہ ضرورت کے مطابق آٹا پیسنا شروع کر دیتیں جس کے ساتھ ہی سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کا آغاز بھی کر دیتیں جو انہوں نے زبانی یاد کر رکھی تھی۔ وہ ماشاءاللہ بہت خوش الحان تھیں۔ آخر شب کے سناٹے میں جب چکی کی گھمر گھمر کے ساتھ سورۃ الرحمٰن کا ملکوتی آہنگ اُن کی خوش آوازی میں ڈھلتا تو بعض اوقات میری آنکھ کھل جاتی' بے اختیار ہو کر ان کی سمت دیکھتا تو یوں لگتا جیسے آٹا پس پس کر چکی کے حلقے میں ایک نورانی آبشار کی صورت میں گر رہا ہے۔

حافظہ حمیدہ بیگم

مرحومہ معروف عالم دین' باکمال خوشنویس' خطاط اور مصور بلند پایہ کتابوں کے مصنف مولانا عبدالرحمٰن کی اہلیہ تھیں۔ ان کی بیٹی محترمہ ثریا بتول علوی اپنی امی کے بارے یوں گویا ہوتی ہیں'' اپنی اولاد کی تربیت کے سلسلے میں انہوں نے ان تھک مساعی انجام دی ہیں۔ کل اولاد چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ تقریباً ہر بچے کو قرآن ناظرہ خود پڑھایا۔ چھ سات سال کی عمر تک ہمارا ناظرہ قرآن ختم ہو جاتا تھا اور پھر گیارہ بارہ سال تک ترجمہ قرآن بھی ختم کروا دیا کرتی تھیں۔ خود حافظہ قرآن تھیں۔ ہر کام کرتے وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتیں۔ آٹا گوندھنا' کھانا تیار کرنا' برتن' کپڑے دھونا' ہر کام کے ساتھ قرآن پاک پڑھتی جاتیں۔ چار بچوں کو حافظ قرآن بنایا۔ بچوں کے ساتھ ہر وقت دور کرتے' اپنا' ان کو اپنا قرآن سنانا' ان کا خود سننا پھر اپنی منزل اور بچوں کی منزل پختہ کرنے کے لیے رات کو دور کا اہتمام کرنا اُن کا معمول تھا۔ علاوہ ازیں نماز باجماعت کا اہتمام ہوتا جو سبق یاد کیا ہوتا اسی کو نماز میں پڑھا جاتا۔ آج بہت سی ماؤں کو شکایت ہے کہ بچے نماز سے غافل رہتے ہیں۔ اس کا علاج جو میری امی جان نے کیا وہ بہت موثر تھا۔ بچوں کو وضو کرنے کا حکم دیتیں بلکہ خود ساتھ مل کر کرواتیں پھر ان کو اپنے ساتھ نماز باجماعت پڑھاتی تھیں اس طرح تمام بچے نماز کے پابند بن گئے۔

محترمہ اماں بی رقیہ بیگم

محترمہ اماں بیگمؒ صاحب تفہیم القرآن مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی والدہ ماجدہ تھیں۔ وہ اپنی اماں کی سلیقہ شعاری کے بارے میں لکھتے ہیں ''ایک رات چند مہمان آ گئے۔ گرم گرم کھانا اُن کے سامنے رکھا گیا اور پھر جب تک وہ کھاتے رہے گرم گرم روٹیاں برابر اندر سے آتی رہیں۔ حیرت ہوئی کہ اتنی ڈھیر ساری گرم روٹیاں کیسے آ رہی ہیں اندر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اماں بی نے ایک بڑے گھڑے کو توڑ کر اس کا پیندا چولہے پر رکھا ہوا ہے اور اسے توا بنا کر بیک وقت چار روٹیاں اس کے اوپر ڈال کر پکاتی جا رہی ہیں۔

ایک اور موقع پر اچانک رات کو مہمان آ گئے اور آتے ہی انہوں نے چائے کی فرمائش کر دی۔ اتفاق سے اس وقت گھر میں چائے کی پتی موجود نہ تھی۔ والدہ سے چائے کے لیے کہا تو معلوم ہوا کہ پتی بالکل ختم ہے۔ تاہم والدہ نے کہا کہ تم فکر نہ کرو' چائے ان کو مل جائے گی۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے کیا عمدہ چائے تیار کر کے بھیج دی۔ مہمان چائے پی کر خوش ہو گئے۔ بعد میں تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ صحن میں موجود سرکنڈوں کے جس چھپر کے نیچے کھانا پکایا جاتا ہے اماں بی نے اس کی دھواں دھار چھال اتا کر ململ کے کپڑے کی پوٹلی بنائی اور دارچینی ملا کر دودھ اور چینی کے آمیزے میں ڈال دی۔ یوں بسکٹی رنگ کی چائے تیار ہو گئی۔''

مادرِ ہمدرد آپا صاحبہ رابعہ بیگم

آپا صاحبہ شہید پاکستان حکیم محمد سعید کی والدہ محترمہ تھیں۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے ان کو ہمدرد دواخانہ کی نسبت سے مادر ہمدرد کا لقب دیا۔ حکیم محمد سعید کا بیان ہے:'' اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسرے کمالات سے بھی متصف کیا تھا۔ شوہر دن بھر کی محنت کے بعد جو کچھ کما کر لاتے ان کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ وہ اس میں سے کچھ رقم پس انداز کر کے الگ رکھ لیتی تھیں۔ مقصد یہ تھا کہ کہیں کوئی برا وقت یا ناگہانی ضرورت آن پڑے تو یہ رقم کام آئے۔ چند سال کے بعد ایسا وقت آ ہی گیا' ایک دن شوہر رات کو گھر آئے تو بہت پریشان لگ رہے تھے۔ سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ کاروبار کی توسیع کے لیے سامنے والی دکان کی اشد ضرورت ہے مگر رقم جو بتائی گئی ہے وہ میرے پاس نہیں۔ ان سے شوہر کی پریشانی دیکھی نہ گئی۔ انہوں نے اپنی چارپائی سرکائی' پیچھے کی دیوار کو توڑا اور اس میں سے چاندی کے روپوں سے بھری ایک تھیلی نکال کر سامنے رکھ دی۔ رقم گنی تو 10 ہزار سے اوپر چاندی کے روپے تھے۔ انہوں نے اس رقم سے مطلوبہ دکان یا عمارت خرید لی اور چھوٹی سی دکان میں قائم اپنا (ہمدرد) دواخانہ اس میں منتقل کر لیا۔''

وہ مزید لکھتے ہیں کہ ''ہم سب کی ذمہ داری ابتدا

میں ہماری آپا (والدہ مرحومہ) پر رہی اور انہیں کی تربیت نے ہمیں وہ بنا دیا جو آج ہم ہیں۔ ابا جان سے انہوں نے تربیت اولاد کا فن سیکھا اور اسی کا انتہائی صحیح استعمال کیا تھا۔ انہوں نے کبھی اخلاق کی کسی کوتاہی کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا' اس بات میں وہ بڑی سخت گیر تھیں۔ وہ اپنے توازن اور عدل کی وجہ سے پورے خاندان پر حکمران تھیں۔ اگر ان میں یہ عظمتیں اور صلاحیتیں نہ ہوتیں تو ابا جان کے انتقال کے بعد ہمدرد کہاں باقی رہ سکتا تھا۔ ابا جان کی زندگی میں ہمدرد کے لیے آپا مرحومہ نے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے۔ خالص روغن بادام کے لیے وہ رات رات بھر بادام کی گریاں نکالا کرتی تھیں۔ پھر ''حبوب مقوی معدہ'' کی گولیاں برسوں اپنے ہاتھوں سے بناتی رہیں۔ اپنے عظیم شوہر کی وہ دست راست تھیں اور ہمدرد کی داغ بیل ڈالنے میں پوری طرح شریک رہیں۔ اس کو آندھیوں اور طوفانوں سے بچانے میں سینہ سپر رہیں اور ایک بھی نماز قضا نہ کی اور ایک دن بھی پردہ نہ چھوڑا۔ (مرد درویش' صفحہ 91)

محترمہ فردوسی بیگم

محترمہ فردوسی بیگم مشہور ادیب' مصنف' دانشور اور نامور صحافی الطاف حسن قریشی اور افروغ حسن کی والدہ تھیں۔ افروغ حسن صاحب اپنی ماں کے معمولات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''ان کا معمول تھا کہ جب سالن پکاتیں' اس میں سے پڑوس کے دو تین گھروں کو ضرور بھیجتی تھیں۔ ہمارے پڑوس میں ایسے مزدور پیشہ لوگ رہتے تھے' جو سارے دن کی محنت شاقہ برداشت کرنے کے باوجود بمشکل اتنا حاصل کر پاتے کہ روکھی سوکھی سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر سکتے تھے۔ ان کے لیے یہ سالن کا تحفہ نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوتا۔ خلق خدا کی نفع رسانی کے لیے اماں بی نے اپنے پاس ایک صندوقچی رکھی ہوئی تھی جس میں کچھ دیسی مفرد اشیاء مثلاً جوائن' کالا نمک' سونٹھ' پودینہ' جائفل' ملٹھی اور گل بنفشہ وغیرہ ہر وقت موجود رہتیں۔ خواتین اپنے بچوں کو لے کر آتیں اور ان کی تکلیف بیان کرتیں۔ اماں بی حسب حال کسی معاوضہ کے بغیر صندوقچی میں سے کوئی نہ کوئی دوا دے دیتیں۔

اماں کے پاس بہت سی بوڑھی عورتیں آتیں۔ اماں جی انہیں نہلاتیں' ان کے سر گوندھتیں' انہی خواتین میں ایک خالہ ''ممدہ'' تھیں۔ وہ ہر جمعے کو باقاعدگی سے آتیں۔ وہ اماں بی کو بو کہہ کر پکارتیں۔ اماں جی انہیں نہلا دھلا کر کپڑے بدلواتیں اور میلے کپڑے دھو کر دیتیں۔ (یہ اقتباسات علامہ طالب جوہری کی کتاب ''تذکار صالحات'' سے لیے گئے ہیں۔)

محترمہ فردوسی بیگم

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی والدہ کا نام بھی فردوسی بیگم تھا۔ اُن کے حالات زندگی اور تقویٰ و تدین کے بارے میں محترم ڈاکٹر صاحب رقم طراز ہیں:

''میری والدہ مرحومہ کا نام بھی فردوسی بیگم ہی تھا۔ وہ قصبہ بنت ضلع مظفر نگر یوپی کے ایک قریشی صدیقی خاندان سے تھیں۔ اس خاندان کے متعدد بزرگ عالم دین ہونے کے علاوہ قرآن کا علم عام کرنے والے تھے اور انہوں نے اصلاح عقائد اور اصلاح رسوم پر متعدد کتابچے تحریر کیے جو خواص و عوام میں بہت مقبول ہوئے۔ ان حضرات کی قبریں دہلی میں قبرستان مہندیاں میں ہیں جہاں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادگان رحمھم اللہ مدفون ہیں...... میری والدہ کے دادا احمد خان مرحوم نہ معلوم کس سبب سے بنت سے منتقل ہو کر سرسہ ضلع حصار (موجودہ ہریانہ' انڈیا) میں آباد ہو گئے۔ وہ نہایت نیک' پارسا اور درویش انسان تھے۔ اور ان سے بہت سے لوگوں کو روحانی فیض پہنچا۔ والدہ کا بچپن وہیں گزرا اور وہیں ان کی شادی میرے والد مرحوم شیخ ممتاز احمد مرحوم سے ہوئی...... ان دونوں کی ازدواجی زندگی نہایت خوشگوار گزری...... والد صاحب مرحوم ایک شریف اور خوددار انسان تھے۔ اگرچہ صرف ایک ضلعی اہل کار ہونے کی نسبت سے مالی حالات بہت اچھے نہیں تھے۔ لیکن ہماری والدہ صاحبہ نے اپنے سگھڑ پن سے اپنی اولاد کو کسی احساس کمتری میں مبتلا ہونے نہیں دیا...... والد صاحب زیادہ مذہبی آدمی نہیں تھے اگرچہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے...... والدہ صاحبہ مرحوم بہت گہرے اور پختہ دینی مزاج کی حامل تھیں۔ نماز روزے کے علاوہ تہجد کی پابند' اردو پڑھنے لکھنے کی اچھی صلاحیت رکھتی تھیں اور اسلامی کتب اور مذہبی جرائد کا مطالعہ کثرت سے کرتی تھیں...... ہم بہن بھائیوں میں اللہ کے فضل سے جو دینی رجحان اور مذہبی جذبہ پیدا ہوا یہ تمام تر ان ہی کے فیض تربیت کا نتیجہ ہے...... اور وہ ہمیں دینی کاموں میں مصروف عمل دیکھ کر بہت خوش ہوا کرتی تھیں...... یہاں تک کہ جب تنظیم اسلامی قائم ہوئی اور اس میں داخلے کے لیے بحیثیت امیر میری بیعت لازم ہوئی تو انہوں نے بیعت بھی کی...... اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو شرف قبول عطا فرمائے اور ان کی کمزوریوں سے درگزر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔''

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک اہم تالیف

جسے بجا طور پر سلسلہ اقبالیات میں ''بقامت کہتر و بقیمت بہتر''

کی مصداق کامل قرار دیا جا سکتا ہے

علامہ اقبال اور ہم

مع فکر اقبال کی روشنی میں حالاتِ حاضرہ کا جائزہ

اور ہماری قومی ذمہ داریاں

☆☆☆

حیات و سیرتِ اقبال ● فلسفۂ اقبال ● ملتِ اسلامیہ کے نام علامہ اقبال کا پیغام

از قلم: پروفیسر یوسف سلیم چشتی

☆☆☆

● اقبال اور قرآن' از قلم: سید نذیر نیازی

قارئین کی سہولت کے لئے فارسی اشعار کا اردو ترجمہ بھی شامل کتاب کیا گیا ہے

o صفحات 128' o قیمت: (نیوز پیپر ایڈیشن) 30 روپے (30 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوالیجیے!)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 5869501-03' فیکس: 5834000

صبر و محبت کا عظیم پیکر

رحمیٰ اسعد

بانی مدیر ہفت روزہ ندائے خلافت اقتدار احمد (مرحوم) کی بیوہ نے چند ماہ قبل داعیِ اجل کو لبیک کہا اور اُس سفر پر روانہ ہوئیں' جس سے ہم میں سے کسی کو بھی خلاصی نہیں۔ ہماری زندگی کا گزرنے والا ہر لمحہ ہمیں اُس کے قریب سے قریب تر کر رہا ہے۔ مرحومہ نے بھرپور دینی زندگی بسر کی۔ عبادات اور اخلاقیات کا معاملہ ہو یا معاشرت اور معیشت کا گوشہ' انہوں نے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنا شعار بنایا۔ شرعی پردہ پر سختی سے کاربند رہیں۔ اولاد کی تربیت اور سیرت و کردار کی تعمیر کی ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھایا۔ سماجی زندگی میں فرسودہ رسومات کے بندھنوں کو توڑ کر سنت کی راہ اختیار کی اور یوں جاہلانہ رواجات اور ظالمانہ رسومات کے خلاف اُس جہاد میں بھرپور حصہ ڈالا' جس کا بیڑا بانیِ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اُٹھایا ہے۔ وہ تقویٰ وتدین' اخلاص و للّٰہیت اور صدق ووفا کا عظیم پیکر تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر واستقامت' ہمدردی وغمگساری اور محبت وخیر خواہی جیسی اعلیٰ خوبیوں سے نوازا تھا۔ بلاشبہ اُن کی زندگی اسلامی کردار کا ایسا نمونہ ہے جس میں خواتین کے لیے رہنمائی کا وافر سامان ہے۔ ان صفحات میں مرحومہ کی زندگی پر دو تاثراتی تحریریں اور ایک نظم پیش کی جا رہی ہے۔ انہیں پڑھیئے ......اور ہاں' اگر ہو سکے تو تنہائی کے لمحوں میں کبھی اپنے آپ سے یہ سوال ضرور کیجئے: ''کیا میں سفرِ آخرت کے لیے تیاری کر رہی ہوں؟'' (ادارہ)

...... یہ 2 فروری 2006ء کا ذکر ہے۔ معمول کے مطابق ساڑھے آٹھ بجے میں اپنے شوہر کو آفس بھیج کر ابھی بیٹھی ہی تھی کہ دروازے کی گھنٹی پھر بج اٹھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو میرے شوہر دروازے پر کھڑے تھے۔ وہ اندر آئے اور میں بھی ان کے پیچھے حیرانی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ میرا خیال تھا کہ وہ کچھ بھول گئے ہیں جو لینے آئے ہیں۔ مگر ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے میرا دل ہول کھانے لگا۔ میں نے پریشانی سے استفسار کیا تو انہوں نے مجھے بیٹھنے کا کہا اور رک رک کر کہنے لگے کہ ''تمہاری دادی اماں انتقال کر گئی ہیں۔'' میرا دل گویا بند ہونے لگا۔ خیالات کا ایک طوفان تیز آندھی کی مانند ذہن کو مضمحل کر گیا اور پھر یہی خیالات جذبات کا روپ دھار کر دل کو پھاڑتے ہوئے موجزن سمندر کی مانند آنکھوں سے مینہ بن کر برسنے لگے۔ کیا واقعی اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں؟ کیا رحمت کا ایک دروازہ بند ہو گیا ہے؟ کیا شفقت بھری دعاؤں کے لیے اٹھنے والے ہاتھ ہمیشہ کے لیے دم توڑ گئے ہیں؟

شاید ان کی وفات کا زخم مندمل ہونا بڑی مشکل بات ہوتی اگر میرے شوہر مجھے سہارا نہ دیتے۔ وہ فوراً مجھے لے کر ٹاؤن شپ چلے گئے جہاں مجھے ان کا آخری دیدار کرنا تھا۔ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ چہرہ جو ہمیشہ میرے آنے پر شفقت کی مسکراہٹ سے سج جاتا تھا آج ہر طرح کے احساسات سے عاری تھا۔ وہ ہستی جو میری ہلکی سی آہ پر تڑپ اٹھتی تھی آج میری انتہائی بے قراری کے باوجود مجھے دلاسا دینے سے لاچار تھی۔ یہ سب دیکھ کر میں کچھ ٹوٹ سی گئی اور کچھ دیر کو میں اپنے اردگرد سے غافل ہو کر آنسوؤں

بیٹے اور داماد کی حادثے میں وفات کے غم کا اظہار اگرچہ انہوں نے اپنی زبان سے تو نہیں کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ یہی غم انہیں اندر سے کھوکھلا کر گیا

کے سیلاب میں بہہ گئی۔ جب دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو اس جنتی عورت کے بالکل قریب بیٹھ گئی۔ ان کے بے جان ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور یہ یخ بستہ ہاتھ مجھے میرے ماضی میں لے گئے۔ ایک ایک کر کے وہ تمام قیمتی لمحات جو میں نے اس ہستی کے ساتھ گزارے تھے' میرے دماغ میں گردش کرنے لگے۔ میں آج سے تقریباً دس گیارہ سال پیچھے چلی گئی جبکہ ابھی دادا ابا بھی زندہ تھے۔

وہ کیا وقت تھا جب یہ بے جان جسم ایک توانا قوت کے ساتھ سارے گھر میں راج کرتا تھا۔ ایک ایک کی فکر اس کو بے چین کیے دیتی تھی۔ دادا ابا کچھ گرم مزاج واقع ہوئے تھے مگر مجال ہے جو ان کے آگے کچھ کہہ دے۔ صبر کا پہاڑ ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار رہتا اور دادا ابا جن کے سینے میں بھی ایک مومن کا دل دھڑکتا تھا دادی اماں کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول گئے کیونکہ اللہ نے بھی صرف شوہر سے گواہی لینی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''زبان یار من ترکی'' کا انتساب دادی اماں کے نام لکھا اور دادی اماں کی ساری عمر کی قربانیوں کا حق ان الفاظ میں ادا کیا:

''اپنی اہلیہ مریم کے نام
جس کی رفاقت میسر نہ آئی ہوتی
تو زندگی کا یہ کمزور سا دھارا نجانے کس سمت بہتے
کبھی کا ریگزارِ ہستی میں جذب ہو کر نابود ہو چکا ہوتا
......اللہ تعالیٰ اسے باقی زندگی اور حیات ابدی میں
وہ آرام عطا فرمائیں جو میں اسے فراہم نہ کر سکا۔''

دادی اماں کا لاڈ پیار پوتوں، پوتیوں کے ساتھ کچھ بے انتہا ہی تھا۔ ہر ہر بچے کی فکر ان کو یوں ہوتی کہ گویا اگر ان کی نگرانی نہ ہوئی تو بچہ نجانے غائب ہی نہ ہو جائے۔ ایک ایک کے ہاتھ بسکٹ تھماتی پھرتیں کہ شاید کسی کو بھوک نہ لگی ہو۔ شربت بنا کر کولر بھر کر رکھ دیتیں کہ بچے کھیل کے دوران آتے جاتے نئی تازگی حاصل کرتے رہیں۔ نواسے نواسیاں آتے تو سب کا دل خوش کرنے کے بہانے آئس کریم ضرور منگوا دیتیں۔ یہ سلسلہ کچھ زیادہ دیر نہ چل سکا کہ دادا ابا کا بلاوا آ گیا۔ ان کے جانے کے بعد بظاہر تو وہ صبر کا ایک پہاڑ نظر آئیں مگر اندر سے کچھ ٹوٹ سی گئیں اور پھر صبر تو گویا ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ میں غالباً ایک سال کی تھی جب ان کو اللہ نے ایک بڑی آزمائش کے لیے منتخب کر لیا۔ ان کا جوان شادی شدہ بیٹا اور داماد ایک ٹریفک کے حادثے میں وفات پا گئے۔ اس موقعے پر گھر میں آنے والوں نے ان کے جس صبر کا مشاہدہ کیا آج تک اس کی مثالیں دیتے ہیں۔ نانی اماں اور امی ہم بہن بھائیوں کو اکثر دادی اماں کے صبر کی مثالیں دیتی رہتی ہیں تاکہ ہم بھی اپنی روزمرہ زندگی میں صبر کو اپنا شعار بنائیں۔ بیٹے اور داماد کے غم کا اظہار اگرچہ انہوں نے اپنی زبان سے تو نہیں کیا مگر ایک انسان ہونے کے ناطے یہی غم انہیں اندر سے کھوکھلا کر گیا کیونکہ اس بڑے واقعے کے بعد انہیں شوگر کا عارضہ لاحق ہو گیا جس سے وہ اپنی بقیہ تمام زندگی جہاد کرتی رہیں۔ اپنے علاج اور پرہیز کا عین ڈاکٹر کی تلقین کے مطابق خیال رکھتیں کہ مبادا بستر پر پڑ گئی تو سب کے لیے پریشانی کا باعث بن جاؤں گی۔

دادا ابا کی وفات کے کچھ عرصے تک تو ان کی تمام بہوئیں اور بیٹے اکٹھے ہی رہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بچوں میں اضافہ ہوا تو میرے ابو اور چھوٹے چچا علیحدہ ہو گئے۔ گزشتہ 6 سال سے دادی اماں پھر گویا تین گھروں کی مہمان بن گئیں۔ کچھ عرصہ ہمارے پاس رہتیں اور کچھ عرصہ باقی دونوں چچاؤں کے ساتھ۔ جس گھر میں جاتیں گویا رحمت کا ایک سائبان اس گھر پر تن جاتا۔ اپنی بہوؤں میں فرق نہ رکھنا ان کا قاعدہ تھا۔ بہوؤں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتیں۔ ان کی غلطیوں کو نظر انداز کرتیں جبکہ اگر وہی غلطی بیٹی سے ہو جاتی تو اس کو تنبیہ ضرور کرتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر بیٹیاں بھی شگفتہ انداز میں کہتی تھیں کہ آپ کو اپنی بہوئیں زیادہ عزیز ہیں۔ بلاشبہ وہ ایک بہترین ساس اور بہترین ماں تھیں۔ ہر طرح سے کوشش کرتیں کہ ان سے کسی کو کوئی ضرر نہ پہنچ جائے۔ وہ ایک بہترین راز دان اور ساتھی تھیں۔ حقوق اللہ تو ادا کرتی ہی تھیں حقوق العباد کا بھی خاص خیال رکھتیں۔ ہم نے کبھی ان کے منہ سے کسی کی برائی نہ سنی۔ ان کا دل شیشے کی مانند صاف اور شفاف تھا۔ حسد، کینہ، چغلی اور دل کی اسی قسم کی برائیوں سے ناواقف تھا۔ وہ سادہ طبیعت کی مالک اور انتہا درجہ کی مہمان نواز تھیں۔ ان کی اس صفت کی گواہی پورا خاندان دیتا ہے۔

ان کے سینے میں ایک بے قرار دل تھا جو انہیں کسی کی بیماری کی خبر پر چین سے نہ رہنے دیتا۔ گزشتہ دو تین سال سے دادی اماں کے اعصاب شوگر سے بری طرح متاثر ہو رہے تھے۔ لہٰذا امی ہر بری خبر یعنی کسی کی بیماری، کسی بچے کی چوٹ یا کسی قسم کی مصیبت کا ذکر دادی اماں کے سامنے نہیں کرنے دیتی تھیں۔ کیونکہ دوسرے کی تکلیف کا سن کر دادی اماں کی شوگر فوراً High ہو جاتی تھی۔ اپنی دعاؤں میں فوراً ہر مصیبت زدہ کو شامل کر لیتیں، خواہ وہ دور کا رشتہ دار ہو، کوئی ہمسایہ ہو یا کوئی نوکر یا نوکرانی ہو۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں کرتیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات کے بعد سب سے پہلے مجھے جس محرومی کا احساس ہوا وہ یہی تھی کہ ع

اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں "گی"

دادی اماں جس گھر میں ہوتیں رات کو سونے سے پہلے ایک ایک پر دم کرتیں۔ ایک ایک کا نام لے کر دعائیں مانگتیں۔ میں اکثر رات کو خواب میں ڈر جایا کرتی تو ایسے میں دادی اماں کی آغوش میں پناہ لیتی۔ رات کے کسی پہر خوفزدہ ہو کر ان کو پکارتی تو فوراً بے چین ہو کر اٹھ بیٹھتیں اور دم کرنے لگتیں۔ کہتیں کہ بیٹا بے فکر ہو جاؤ، میں جاگ رہی ہوں۔ یہ بوڑھا وجود جو خود اپنا بوجھ مشکل سے اٹھاتا تھا ایسے وقت میں آہنی دیوار بن جاتا اور میں قلبی سکون محسوس کرتے ہوئے بے فکر ہو کر نیند کی وادی میں اتر جاتی۔

میں سوچتی ہوں ان کی یاد میری بے چینی میں اضافہ کر دیتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کس بات کا ذکر کروں اور کسے چھوڑوں۔ ماضی کے دریچے ہیں کہ مزید کھلتے ہی چلے جاتے ہیں اور میرے دل سے بس ایک ہی دعا نکل رہی ہے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھَا وَ ارْحَمْھَا وَاَدْخِلْھَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھَا حِسَابًا یَّسِیْرًا))

ان کی وفات سے ایک ماہ قبل ہی میری شادی ہوئی۔ ان کو ایک طرف تو پوتی کی شادی کی خوشی تھی لیکن

وہ ہستی جو میری ہلکی سی آہٹ پر تڑپ اٹھتی تھی۔ آج میری انتہائی بے قراری کے باوجود مجھے دلاسا دینے سے لاچار تھی

بچھڑنے کا دکھ اس خوشی سے زیادہ تھا۔ شادی کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھے کس طرح سے یاد کرتی ہیں۔ میری بہن کی شادی مجھ سے پورے سال پہلے ہوئی۔ اس کے جانے کے بعد ان کو یہ اطمینان تھا کہ دوسری پوتی ہے لیکن شادی کے بعد امی نے مجھے بتایا کہ دادی اماں سب سے زیادہ تمہیں یاد کرتی ہیں۔ تمہارا پوچھتی ہیں اور بے چین رہتی ہیں۔ میری شادی کے چند دنوں کے بعد وہ دوسرے چچا کے گھر چلی گئیں۔ ان کی بیٹی بھی میری ہم عمر ہے۔ ایک طرف ان کو اس کی شادی کی جلدی تھی مگر دوسری طرف کہتیں کہ دو پوتیوں کے بعد جب یہ بھی چلی جائے گی تو میری دنیا اندھیر ہو جائے گی لیکن اللہ نے ان کو بچھڑنے کے اس غم سے قبل ہی اپنے پاس بلا لیا۔

وفات سے ہفتہ پہلے وہ ہسپتال داخل ہوئیں۔ ان کو شوگر اور بلڈ پریشر جیسی بیماریاں تھیں۔ لیکن ہسپتال وہ اس وجہ سے داخل ہوئیں کہ ان پر دمہ کا حملہ ہوا تھا۔ دمہ ان کو بہت پرانا تھا۔ پانچ دن ہسپتال رہ کر وہ گھر واپس آ گئیں۔ ساری زندگی دعائیں مانگتی رہیں کہ اللہ کسی کا محتاج نہ کرنا اور اللہ نے ان کی ایسی سنی کہ ایک دن بھی کسی کی محتاج نہ رہیں۔ ہسپتال داخل ہونے سے تین روز قبل میری نانی اماں (بیگم ڈاکٹر اسرار صاحب) کو خصوصی پیغام دے کر بلوایا کہ آ کر مجھ سے مل جائیں جب نانی اماں آئیں تو انہیں دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا۔

ان کے آنے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

نانی اماں کہنے لگیں کہ واہ مریم نے تو پورا شعر بالکل صحیح پڑھا ہے۔ دادی اماں مسکرانے لگیں اور پھر کہنے لگیں کہ ڈاکٹر صاحب کو میرا پیغام دیں کہ میں نے انہیں اپنی دعاؤں میں بہت زیادہ یاد رکھا ہے لہٰذا وہ بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ نانی اماں حیران تھیں کہ مریم کیسی باتیں کر رہی ہے۔ ہسپتال میں ابو دادی اماں سے ملنے گئے تو ان سے مل کر خوشی کا اظہار کیا پھر وہی شعر پڑھ کر سنایا جو نانی اماں کو سنایا تھا۔ ابو کو بھی تعجب تھا کہ پہلے امی نے کبھی اس طرح شعر نہیں سنایا۔ پھر ہسپتال ہی میں ان کی تیسری بیٹی جو حج کے لیے جا رہی تھیں ان سے ملنے آئیں تو انہیں دعا کی بے انتہا تلقین کرتے ہوئے کہا کہ میرے لیے مغفرت کی بہت دعا مانگنا حالانکہ اس سے پہلے دادی اماں ہمیشہ اپنی صحت کی دعا مانگنے کی تاکید کرتی تھیں۔ آخری دنوں میں ان کی آنکھوں میں دنیا سے لاتعلقی اور بے رغبتی کا مشاہدہ بھی سب نے ہی کیا۔ لیکن واقعتاً انسان بہت ناسمجھ اور آنے والے وقت سے بے خبر ہے۔ ہم سب نے ہی دادی اماں کی بیماری کو پہلے والی بیماریوں کی طرح سمجھا۔ بلکہ پہلے تو کئی بار دادی اماں بہت شدید بیمار بھی ہوئیں مگر اللہ نے اپنی رحمت سے صحت یاب کر دیا۔ مگر اب جب کہ ہم اس کو معمولی سمجھ رہے تھے اللہ نے ایسی بیماری کو مرض الموت بنا دیا۔ پھر بعد میں مندرجہ بالا واقعات پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ قرائن تو بتا رہے تھے مگر ہم بہت محدود سوچ رکھتے ہیں۔ آنے والے وقت کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا، وہ صرف اسی ذات باری تعالیٰ کے پاس ہے اور یہ بات بھی دراصل اُس کی صفت رحمت کا مظہر ہے ورنہ انسان "قیامت سے پہلے ہی قیامت" کا مزہ چکھنے لگے۔

دادی اماں کے بارے میں لکھتے ہوئے قلم روکنا پڑ رہا ہے۔ ورنہ دل کرتا ہے بے شمار چھوٹے بڑے واقعات کے حوالے سے دادی اماں کے بہترین کردار پر روشنی ڈالوں، بہر حال دادی اماں کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم انہیں ہمیشہ اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں، کیونکہ وہ خود بھی بہت دعا کیا کرتی تھیں اور دعا ہی کی تلقین کرتی تھیں۔ سب قارئین سے بھی گزارش ہے کہ ان کے لیے دعائے مغفرت و رحمت ضرور کریں، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھَا وَارْحَمْھَا۔ ع

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

❁ ❁

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر
(اقبال)

اشکِ رواں کے ساتھ دُعاہائے مغفرت

وردہ احمد

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝﴾ (الرحمٰن)

زندگی کے سمندر میں وقت کی تیز لہریں رواں دواں ہیں۔ رب کائنات کے حکم کے مطابق ان میں تسلسل و توازن ہے لیکن بعض اوقات ان لہروں میں کوئی دھارا ایسا تند و تیز ہوتا ہے کہ زندگی و موت کی اہمیت اختیار کر کے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اس سمندرِ زیست میں ایک طوفان و بھونچال برپا ہوتا ہے' جو بہت سے دکھ اور غم انگیز کیفیات عطا کرنے کے ساتھ شعور و آگہی کے کئی در بھی وا کرتا ہے۔ یکم ذی الحج کی صبح کچھ ایسا ہی ہوا۔

دنیا کی ساری تکلیفوں اور رنجشوں سے منہ موڑ کر میری عزیز دادی اماں اپنے رب کی رحمت کے دامن میں پناہ گزیں ہو گئیں۔ سترہ اٹھارہ سال کی مستقل بیماریوں سے انتہائی صبر کے ساتھ نبرد آزما رہنے کے بعد اب وہ سکون و اطمینان سے سو رہی تھیں اور یقیناً اپنے رب کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

دادی اماں ہم سب کے لیے محبت و رحمت کا ایک شجرِ سایہ دار تھیں۔ ان کے جانے کے بعد اب احساس ہوتا ہے کہ ان کی دعاؤں نے کس طرح ہمارا احاطہ کیا ہوا تھا۔ اپنے پوتے پوتیوں کے ساتھ ان کی شفقت و لگاؤ بے مثال تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے کہا: ''اللہ سب کو صحت یاب رکھے اور میرے سامنے تم ٹھیک رہو' مجھ سے تم لوگوں کی بیماری نہیں دیکھی جاتی۔'' اس وقت میں حیران تھی کہ اپنی بیماری کو اتنے حوصلے اور صبر سے سہنے والی دادی اماں بیماری پر کس طرح بے چین ہو جاتی ہیں۔ اللہ نے ان کو اعلیٰ ظرف کا وسیع پیمانہ عطا کیا تھا۔ بڑی سے بڑی باتوں کو اس میں سمو لیتیں۔ ان کی زبان سے ہم نے کسی کی برائی بہت کم سنی۔ وہ جس کسی کا ذکر کرتیں اس کی خوبی و اچھائی کے ساتھ کرتیں۔

دادی اماں کو اللہ نے ایسی خصوصیات ودیعت کی تھیں جو عام عورتوں میں نہیں ہوتیں' خصوصاً صبر اور شکر۔ دادی اماں نے پہاڑ جیسی آزمائش اور صدمے اتنے صبر اور حوصلے سے برداشت کیے کہ ان کے قرب و جوار میں رہنے والے انگشت بدنداں رہ گئے۔ جس میں ان کے پھول جیسے سال ڈیڑھ سال کے بچوں کی اموات سے لے کر جوان بیٹے اور داماد کی کی بالکل اچانک اور حادثاتی اموات بھی شامل ہیں۔ تقریباً ساڑھے دس سال قبل دادا ابا کی وفات پر ان کا صبر تو بالکل میرے ہوش کی بات ہے۔ اتنے سال کی بیوگی کے باوجود میں نے ان کی زبان سے کوئی شکوہ نہیں سنا۔ پھر انتہائی عمر میں نومولود پوتے اور پوتیوں کی جدائی کے صدمے سے بھی انہیں دوچار ہونا پڑا۔ لیکن اللہ گواہ ہے کہ کبھی کسی نے ان کے منہ سے کوئی آہ و زاری اور کوئی شکوہ نہیں سنا۔ کبھی دادی اماں نے یہ نہیں کہا کہ کاش ہم یوں کر لیتے تو یہ نہ ہوتا۔ ہر غم اور صدمے کو اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھ کر صبر سے سہا۔

اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

اور ان شاء اللہ ان کی اس خصوصیت کی بدولت ان پر رب کی طرف سے انعامات' رحمتیں اور برکتیں ہوں گی کہ یہ ہمارے رب کا وعدہ ہے۔

دادی اماں کے جنازے پر میں اپنے دل کو صبر اور حوصلے کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی خوش قسمتی پر رشک کر رہی تھی۔ وہاں موجود تمام لوگوں کی زبانوں پر ان کی اعلیٰ خصوصیات اور اچھے اخلاق کا تذکرہ تھا۔ دادی اماں کی آؤ بھگت اور مہمانداری کو دیکھ کر ہر کوئی یہ سمجھتا تھا کہ شاید یہ سب سے زیادہ اس کا خیال رکھتی تھیں۔ ان کے جنازے کے موقع پر مجھے اس بات کا اندازہ شدت سے ہوا کہ واقعی انسان کے میزان میں سب سے بھاری شے اچھے اخلاق ہیں۔ انسان اس حال میں دنیا سے رخصت ہو کہ اپنے اچھے اعمال اور اللہ کی رحمت کی بدولت اس کی رضا کی امید لیے ہوئے ہو' اس کے گھر والے اور رشتہ دار اس کے حق میں بہترین گواہی دے رہے ہوں اور لوگ اس کے جانے کے بعد بھی اس کے اچھے اخلاق اور اچھے گفتار کی خوشبو و مہک کو ہمیشہ اپنے دلوں میں محسوس کرتے رہیں تو اس سے بڑھ کر خوش نصیبی کی اور کیا بات ہے۔

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ مَرْقَدَهَا وَاغْفِرْ لَهَا۔

کیا خاص محفلیں تھیں جو سنسان ہو گئیں
کیا لوگ تھے کہ دے گئے داغِ مفارقت
اے جانے والو! اب تو یہی کچھ ہے رابطہ
اشکِ رواں کے ساتھ دعاہائے مغفرت

مجھے اُن کی محبت یاد آتی ہے

امۃ المحصی

مجھے اُن کی محبت یاد آتی ہے
میرا رب اپنے اوصاف حمیدہ میں سے کچھ حصہ
کبھی مخلوق کو دیتا ہے رحمت سے
یہ میری عقل ناقص کی سمجھ میں ہی نہیں آتا
کہ وہ خاتون تھیں یا اک فرشتہ تھیں
یا پھر رحمٰن کی رحمت کا وہ اک خاص مظہر تھیں
سمجھ میں ہی نہیں آتا
وہ ان کے غم' یہ تیرے اور میرے غم' سبھی کے غم
جب ان کے اُس جاتے ہیں تو واپس کیوں نہیں آتے؟
بہت ہی تلخ لمحے جب گزر جاتے ہیں تو کیونکر
کسی شکوے کی صورت میں زباں پر بھی نہیں آتے؟
وہ صبر و شکر کا پیکر
مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا
میرے چھوٹے سے ہر غم کو وہ اپنا غم سمجھ لینا
مرے غم کے ہر اک کانٹے کو اپنے منہ کے پھولوں سے
اٹھا کر پھر سمندر میں گرا لینا
اور اپنے پیار کی خوشبو سے گلشن کو مہک دینا
پھر ان مہکے ہوئے لمحوں میں مثبت کام کرنے کی
ہر اک خواہش کو اپنی پرمحبت گفتگو سے
اک نیا جذبہ عطا کرنا
نئی شمعیں جلا دینا
سمجھ میں کچھ نہیں آتا
مگر کیسے بھلا دوں میں
مجھے تو بس
مجھے اُن کی یاد آتی ہے

✿ ✿ ✿

حج کے موقع پر خواتین کا احرام

ام صائم

حج اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے اور حج کا ذکر ہوتے ہی احرام کا تصور ذہن میں آتا ہے کیونکہ یہ واحد عبادت ہے جس میں شریعت نے طریقے کے ساتھ ساتھ لباس بھی مخصوص کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مردوں کے احرام کے بارے میں تو ہم سب کے ذہن میں ایک واضح تصور موجود ہے مگر خواتین کا احرام کیا ہے' اس بارے میں ہماری اکثر و بیشتر خواتین لاعلم ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ عام لوگوں کی زندگی میں مشکل سے ایک بار ہی حج کرنے کا موقع آتا ہے۔ اس لیے ہم لوگ اس کے بارے میں علم حاصل کرنا ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ اور جب یہ موقع آتا ہے پھر خاص طور پر خواتین اس بارے میں خاصی متفکر دکھائی دیتی ہیں اور اکثر و بیشتر تو ایسے لوگوں سے استفسار کرتی ہیں کہ جن کو خود بھی صحیح معلومات نہیں ہوتیں اور نتیجہ یہ ہے کہ حج کے موقع پر پاکستانی خواتین کی اکثریت الا ماشاء اللہ ستر و حجاب کے احکام سے عاری دکھائی دیتی ہیں۔ اور ان کو دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے کہ یہ اتنا پیسہ خرچ کر کے اور بہت سی دوسری مشکلات اٹھا کر یہاں پر حج کے لیے آئی ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ لباس اور احرام کے سلسلے میں لاپروائی کی وجہ سے خدانخواستہ ان کا حج اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہ ہو۔

خواتین کے احرام کے بارے میں ہمارے ہاں متفرق قسم کی باتیں عام ہو چکی ہیں۔ مثلاً ایک بات تو یہ کہ خواتین کا لباس بھی سفید ہی ہونا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ خواتین چہرے کا پردہ نہیں کر سکتیں۔ چہرہ کھلا رکھنا ضروری ہے اور چہرے پر کپڑا لگنا شاید حرام کے درجے میں شمار ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ اگر کوئی خاتون چہرے کا پردہ کرنا چاہے تو اس مقصد کے لیے اس کو سر پر کوئی ٹوپی یا ہیٹ نما چیز پہن کر اوپر سے کوئی کپڑا ڈالنا ہوگا تا کہ یہ کپڑا چہرے کو نہ چھوئے۔

آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں کس حد تک صحیح ہیں کیونکہ دین کے احکام میں ہمارے لیے حجت قرآن و سنت ہے نہ کہ لوگوں کی سنی سنائی باتیں۔

میں آپ کے سامنے سعودی عرب سے تعلق رکھنے والے دو چند علمائے کرام کی رائے پیش کرتی ہوں۔ پاکستان میں شائع ہونے والی (حج و عمرہ کے بارے میں) کتابوں میں مجھے ڈھونڈے سے بھی یہ موقف نہیں مل سکا۔

ڈاکٹر صالح فوزان عبداللہ الفوزان جو سعودی عرب کے کبار علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے ایک چھوٹا سا کتابچہ لکھا ہے جس کا موضوع ہے ''خواتین کے مخصوص مسائل'' اس میں وہ خواتین کے احرام کے بارے میں لکھتے ہیں: ''عورت احرام کے وقت وہی سارے اعمال انجام دے گی جو مرد انجام دیتے ہیں یعنی غسل کرے گی' اگر ضرورت ہو تو بال' ناخن کاٹ کر ناپسندیدہ بو کو زائل کر کے صفائی اور نظافت حاصل کرے گی۔ تا کہ حالت احرام میں ان کی ضرورت پیش نہ آئے کیونکہ حالت احرام میں ان کی ممانعت ہے۔ اگر عورت احرام سے پہلے برقع یا نقاب پہنے ہو' احرام کی نیت سے انہیں نکال دے گی۔ برقع یا نقاب چہرہ کے اس پردہ کو کہتے ہیں جس میں دونوں آنکھوں کی جگہوں پر دو سوراخ بنے ہوتے ہیں جن کے ذریعہ نقاب پوش یا برقع پوش عورت کو دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ عورت حالت احرام میں نقاب نہیں لگائے گی۔'' (بخاری)

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

''(عورت) نقاب یا برقع کے علاوہ کسی دوسری چیز سے اپنا چہرہ چھپا سکتی ہے' بایں طور کہ ہاتھوں کو اپنے اضافی کپڑوں کے اندر کرے گی۔ کیونکہ چہرہ اور ہاتھ دونوں پردہ میں داخل ہیں' جن کا حالت احرام یا غیر احرام میں مردوں سے چھپنا واجب ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: خواتین مکمل طور پر عورت (غیر محرم سے چھپانے کی چیز) ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایسے کپڑے پہنیں گی جن سے مکمل ستر پوشی ہو اور محمل سے سایہ بھی حاصل کر سکتی ہے۔ البتہ نبی ﷺ نے نقاب اور قفاز (دستانہ) پہننے سے منع کیا ہے۔ اگر عورت حالت احرام میں اپنا چہرہ کسی ایسی چیز سے چھپاتی ہے جو چہرہ سے مس نہ کرتی ہو تو متفقہ طور پر یہ جائز ہے اور اگر چہرہ سے مس کرتی ہو تو صحیح مسلک کے مطابق یہ بھی جائز ہے۔ آپ نے اس بات کا مکلف نہیں بنایا کہ چہرہ سے اپنا پردہ لکڑی یا ہاتھ یا کسی دوسری چیز کے ذریعے دور رکھے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کو یکساں حیثیت دی ہے اور دونوں کو آدمی کے بدن کی حیثیت حاصل ہے نا کہ سر کی۔ ازواج مطہراتؓ اپنے چہروں پر پردے ڈال لیتی تھیں اور اس بات کی پروا نہیں کرتی تھیں کہ وہ چہروں سے دور رہیں۔ کسی اہل علم نے رسول اللہ ﷺ سے بطور حدیث یہ نقل نہیں کیا کہ (احرام المراۃ فی وجھھا) عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔ یہ بعض علماء سلف کا مقولہ ہے۔

علامہ ابن القیم تہذیب السنن میں لکھتے ہیں ''حالت احرام میں سوائے نقاب کی ممانعت کے رسول اکرم ﷺ سے اس سلسلے میں ایک لفظ بھی ثابت نہیں کہ عورت اپنا چہرہ کھلا رکھے گی۔''

مزید لکھتے ہیں۔ ''حضرت اسماءؓ سے ثابت ہے کہ حالتِ احرام میں وہ اپنے چہرے کو ڈھکے رہتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: سواروں کے قافلے ہم سے گزرتے تھے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں۔ جب وہ ہمارے بالکل سامنے آ جاتے تو ہم اپنے چہروں پر اپنی چادریں ڈال لیا کرتی تھیں اور جب وہ ہم سے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہروں کو کھول لیتی تھیں۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ' دار قطنی)

احرام والی عورت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ چہرہ اور ہاتھوں کو کسی ایسی چیز سے جو خاص طور پر انہی کے لیے سلے گئے ہوں (جیسے نقاب یا دستانے وغیرہ) سے چھپانا ممنوع ہے (لیکن اسی کے ساتھ) غیر محرم لوگوں سے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو دوپٹہ یا کپڑے کے ذریعے چھپانا واجب ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں کہ لکڑی یا پگڑی وغیرہ جیسی کوئی چیز رکھ کر پردہ کو چہرہ سے دور رکھا جائے۔''

ایک دوسرے عالم جو کہ سعودی عرب کے مفتی اعظم شمار ہوتے ہیں' شیخ عبدالعزیز عبداللہ بن باز اپنی ایک کتاب میں جو ''حج و عمرہ اور زیارت کے مسائل کی تحقیق اور وضاحت'' کے نام سے ہے اور سعودی عرب کی وزارت اسلامی امور و اوقاف اور دعوت و ارشاد نے شائع کی ہے' لکھتے ہیں: ''اور اکثر عورتیں اوڑھنی کے نیچے جو پٹی لگاتی ہیں تا کہ اوڑھنی چہرے سے اٹھی رہے تو ہمارے علم کی حد تک شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اگر یہ مشروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی امت سے اس کو ضرور بیان کرتے او۔

آپ اُس طرف سے خاموش نہیں رہتے۔"

"عورت کے لیے جس چیز سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا ضروری ہے وہ ان کا زینت اور مہکنے والی خوشبوؤں کو لگا کر بے پردگی کے ساتھ طواف کرنا ہے۔ طواف کی حالت میں پردہ کرنا اور زینت سے پرہیز کرنا ان کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے کہ عورتیں مکمل پردہ کے لائق ہیں اور فتنہ ہیں۔ اور عورت کا چہرہ اس کی زینت کو سب سے زیادہ ظاہر کرتا ہے۔ لہٰذا محرم کے سوا کسی کے سامنے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور وہ اپنی زینت کو شوہروں کے سوا ظاہر نہ کریں۔" (القرآن)

لہٰذا حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت بھی مرد آ کر ان کو دیکھتے ہوں تو وہ اپنا چہرہ نہ کھولیں۔ اگر حجر اسود کو چھونے یا بوسہ دینے کی گنجائش نہ ہو تو مردوں کے ساتھ کشمکش کرنا ان کے لیے جائز نہیں۔ اس وقت ان کو چاہیے کہ وہ مردوں کے پیچھے ہو کر طواف کریں۔ یہ ان کے لیے مردوں سے بھڑ کر بیت اللہ کے قریب طواف کرنے سے زیادہ بہتر اور باعثِ ثواب ہے۔

پھر لکھتے ہیں: "عورت جس لباس میں چاہے احرام باندھ سکتی ہے اور یہ کہ لباس کے سلسلے میں عورت کے لیے کسی خاص رنگ کی پابندی ضروری نہیں۔" مزید لکھتے ہیں۔ "حالت احرام میں خواتین کے لیے جملہ زنانہ لباسوں کا استعمال جائز ہے' بشرطیکہ وہ زیب و زینت والے نہ ہوں اور مردانہ لباسوں کے مشابہ نہ ہوں اور نہ اتنے تنگ و چست ہوں کہ ان کے نیچے سے جسم جھلکتا ہو بلکہ طویل' موٹے اور کشادہ ہونے ضروری ہیں۔ اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے کہ عورت احرام کی حالت میں قمیض' پاجامہ' اوڑھنی اور موزے استعمال کر سکتی ہے۔"

اس مضمون میں جو چند اہم باتیں سامنے آئیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں جو باتیں عام طور پر لوگوں میں مشہور ہو چکی ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ

1۔ عورت کا لباس جو وہ عام دنوں میں استعمال کرتی ہے' وہی اس کا احرام ہے لیکن اس میں دوپٹہ' چادر یا اسکارف وغیرہ جو وہ سر کو ڈھانپنے کے لیے استعمال کرے گی' اس کی سلائی نہیں کرے گی تاکہ بوقت ضرورت اس سے چہرہ بھی ڈھانپا جا سکے۔

2۔ احرام کا لباس کسی بھی رنگ کا ہو' وہ جائز ہے' بلکہ خواتین کے لیے رنگدار لباس زیادہ پسندیدہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سفید رنگ کو مردوں کے لیے پسندیدہ قرار دیا ہے۔

3۔ چہرے کا پردہ ضروری ہے' کیونکہ وہ تو عام حالت میں بھی مسلمان عورتوں پر فرض ٹھہرایا گیا ہے۔ اور اس بات کی کوئی تحقیق نہیں ہو سکی کہ حالتِ احرام میں چہرے کو کھلا رکھنے کا حکم نبی ﷺ نے دیا ہو۔

4۔ خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنے عام پہننے کے لباس کے علاوہ ایک لمبا کوٹ یا عبایا برقع اضافی طور پر پہنیں تاکہ صحیح طور پر ان کی ستر پوشی ہو سکے۔

عورت: وفات سے غسل و تکفین تک

رفیقہ تنظیم

نزع کی حالت سے لے کر غسل و تکفین تک درج ذیل باتوں پر عمل کیا جائے۔

نزع کے وقت:

- نزع کے عالم میں مبتلا شخص کے پاس ذرا بلند آواز میں لا إلٰہ الا اللہ پڑھیں' تاکہ اُسے کلمہ پڑھنا نصیب ہو لیکن اُسے مجبور نہ کریں۔

موت کے بعد:

- موت کے بعد میت کو سیدھا لٹا دیں' دونوں پاؤں کے انگوٹھے باندھ دیں' منہ اور آنکھیں بند کر دیں۔
- میت کا جسم ایک بڑی چادر سے ڈھانپ دیں۔
- مرنے کی خبر دوسروں تک پہنچانا سنت سے ثابت ہے۔
- میت پر رونا' سینہ پیٹنا' بال نوچنا' بین کرنا حرام ہے۔
- بے اختیار آنسوؤں کا بہنا جائز ہے۔
- میت کو بوسہ دے سکتے ہیں۔

کفن:

- کفن سفید رنگ کا ہونا چاہیے۔ انتہائی مہنگا کفن بنانے سے گریز کریں۔
- میت کا کفن اس کا سرپرست دے' اگر موجود نہ ہو تو کوئی بھی عزیز رشتے دار دے سکتا ہے۔
- اپنی زندگی میں اپنا کفن خود تیار کر سکتے ہیں۔
- عورت کے کفن میں پانچ کپڑے استعمال ہوتے ہیں۔ اگر نہ ہوں تو تین کپڑے بھی دے سکتے ہیں۔

کفن کے پانچ کپڑے یہ ہیں:

تین پٹیاں: کمر' پاؤں اور گردن کی جگہ کفن باندھنے کے لیے۔

- بڑی چادر پورے قد سے آدھ گز زیادہ تقریباً ساڑھے پانچ گز کپڑا۔
- تہ بند' اڑھائی گز۔
- کرتہ سامنے کی طرف سے اور پشت کی طرف سے برابر کاٹ لیں اور گریبان کے لیے اس طرح شگاف ڈالیں کہ حرف T بن جائے۔
- سینہ بند دو گز
- اوڑھنی' تقریباً سوا گز (تین سفید دستانے)

غسل کون دے؟

- قریبی رشتہ دار ہو۔
- علمِ دین رکھتا ہو' اگر نہیں تو کوئی بھی پرہیزگار۔
- خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو غسل دے سکتی ہے' بغیر کسی عذر کے۔ احناف کے نزدیک خاوند اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔
- غسل دینے والا امانتدار ہو' عیب جوئی کرنے والا نہ ہو۔
- غسل دینے والا بعد میں نہانا چاہے تو یہ پسندیدہ ہے۔ اگر وضو کر لے تو یہ بھی کافی ہے۔

غسل کے لیے تیاری:

- غسل کے لیے کھلی جگہ کا انتخاب کریں۔
- غسل کے لیے پھٹا' تخت پوش یا خوب تنی ہوئی چارپائی استعمال کریں۔

غسل کے لیے درکار اشیاء:

- غسل کے لیے تھوڑی سی روئی'
- کافور
- دو یا تین بالٹیاں
- بیری کے پتوں میں جوش دیا ہوا پانی
- دو مگ یا دو لوٹے

- رنگین اور صاف دو پرانی چادریں
- کپڑے کی تین تھیلیاں یا دستانے
- ڈسٹ بن اور قینچی

غسل کا آغاز:

میت کو چاروں طرف سے اُٹھا کر چادر سمیت پٹڑے پر لٹائیں پھر اندر سے کپڑے کاٹ کر اُتار دیں۔

- غسل میں شریک تین یا پانچ خواتین بسم اللہ سے آغاز کریں۔
- سب سے پہلے پیٹ دبا کر فضلہ وغیرہ خارج کریں۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ پر تھیلی پہن کر چادر کے نیچے سے استنجاء کرائیں اور تھیلی اُتار دیں۔ پھر دائیں ہاتھ پر دوسری صاف تھیلی پہن لیں۔
- اس کے بعد وضو کرائیں' ناک' کان اور منہ کے اندر پانی مت ڈالیں۔ بعد میں ان اعضاء کو روئی سے صاف کر کے صاف روئی سے ہی بند کر دیں۔
- غسل کا آغاز داہنی طرف سے کریں۔
- پہلے سر کے بال صابن یا شیمپو سے دھوئیں پھر بالوں کے تین حصے کر کے پیچھے کی طرف کر دیں' لمبے ہیں تو چٹیا بھی کر سکتے ہیں۔
- پھر آہستگی سے داہنی طرف تین بار پانی بہائیں' اگر ضرورت ہو تو صابن لگائیں۔ پھر دوسری طرف تین بار پانی بہائیں' اس سے زیادہ بھی بہا سکتے ہیں۔
- غسل میں طاق مرتبہ کا خیال رکھیں' یعنی تین' پانچ' سات مرتبہ۔
- آخری مرتبہ جو پانی ڈالیں اس میں کافور ڈالنا سنت ہے۔
- میت کے ناخن یا بال جسم کے کسی بھی حصہ سے مت کاٹیں۔
- غسل کے بعد خشک چادر میت پر پھیلائیں اور نیچے سے گیلی چادر نکال لیں۔

کفن پہنانے کا مرحلہ:

- جنازے والی چارپائی پر سب سے پہلے سر' کمر اور پاؤں والی جگہ پر پٹیاں پھیلا دیں۔
- پھر لمبی سفید چادر جسے کفن یا لفافہ کہتے ہیں' بچھا دیں۔
- اس کے بعد سرہانے کی طرف سے کرتے کی پشت والا حصہ پھیلا دیں۔
- کمر سے پاؤں تک تہ بند پھیلا دیں۔
- اب کمر والی طرف سینہ بند پھیلا دیں۔
- اب میت کو چارپائی پر چاروں طرف سے پکڑ کر لٹا دیں۔
- سب سے پہلے کرتہ ڈال کر پیروں تک پھیلا دیں۔ تاکہ خشک چادر اتاری جا سکے۔ سر پر اوڑھنی ڈال دیں۔
- اب تہ بند لپیٹیں۔
- پھر سینہ بند لپیٹیں۔
- پھر کفن یا لفافہ لپیٹ کر پاؤں سے پٹی کے ساتھ باندھیں' پھر کمر والی پٹی باندھیں' پھر سر سے اوپر والی لیکن ذرا ہلکی باندھ دیں تاکہ لوگ آسانی سے منہ دیکھ سکیں۔ پھر سب سے اوپر کوئی چادر ڈال دیں جو دفن کے وقت اتار لی جائے گی۔

نوٹ: کفن پہنانے کا کوئی طریقہ بھی اپنی سہولت کے مطابق اختیار کر سکتے ہیں۔

بعد کے مسائل:

- محرم اور نامحرم کا خیال موت کے بعد بھی رکھنا چاہیے۔ یعنی میت کو کسی نامحرم کو دیکھنا یا چھونا نہیں چاہیے۔
- عورتیں جنازے کے ساتھ نہ جائیں۔
- جب تک جنازہ پڑا ہوا ہو تو دعا کریں۔

ترجمہ: یا اللہ! اس میت کو بخش دے' ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا مرتبہ بلند فرما' اور اس کے پس ماندگان کی حفاظت فرما۔ یارب العالمین! ہم سب کو اور مرنے والے کو معاف فرما۔ میت کی قبر کشادہ کر دے اور اُسے نور سے بھر دے (آمین)

- میت کے گھر کھانا بھجوانا سنت ہے۔
- میت کے گھر تھوڑی دیر رکیں۔
- میت کی طرف سے قربانی کریں' اُسے ثواب ملتا ہے۔
- میت کے مندرجہ ذیل اعمال اس کے ثواب میں موت کے بعد بھی اضافہ کرتے رہتے ہیں۔
- علم جو اُس نے لوگوں کو پھیلایا۔
- نیک اولاد۔
- قرآنی تعلیم جو اُس نے دوسروں کو سکھائی۔
- مسجد کی تعمیر۔
- مسافر خانہ بنوانا۔
- صدقہ وغیرہ

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کا

رجوع الی القرآن کورس

☆ یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ پیش نظر یہ ہے کہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے —— تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

☆ کورس کا دورانیہ نو ماہ ہے۔

کورس میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ھیں:

❁ عربی صرف ونحو ❁ ترجمۂ قرآن (تقریباً پانچ پارے) ❁ آیات قرآنی کی صرفی و نحوی تحلیل (تقریباً دو پارے) ❁ قرآن حکیم کی فکری وعملی رہنمائی (منتخب دروسِ قرآن) ❁ تجوید وحفظ ❁ مطالعۂ حدیث ❁ اصطلاحاتِ حدیث ❁ اضافی محاضرات

ناظم برائے رجوع الی القرآن کورس

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور (فون: 5869501-03)

courses@tanzeem.org

اسلام اور موسیقی

خولہ عارف

اس مضمون کو پڑھنے سے پہلے آپ لوگ خلوصِ دل کے ساتھ یہ دعا کریں:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ

"اے اللہ! ہمارے لیے حق کا حق ہونا ثابت کردے اور ہمیں اس (حق بات) کے اتباع کی توفیق دے اور ہمیں باطل کو باطل کر کے دکھا دے اور اس سے بچنے کی توفیق دے"۔

ہر کلمہ گو مسلمان کا یہ فرض ہے کہ جس چیز کے بارے بھی اسے معلوم ہو جائے کہ اس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کیا حکم ہے تو وہ اس پر بلاچوں وچرا عمل شروع کردے۔ کسی چیز کے حرام ہونے کا ذکر ہمیں قرآن وسنت میں مل جائے اور اس کے بعد ہم اس کو حلال کرنے کے لیے اپنے جواز پیش کریں اور دلیلیں دیں' یہ انتہائی غلط طرزِ عمل ہے۔ کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد انسان کی تو یہ کیفیت ہونی چاہیے کہ ع "سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے"۔

اب ہم اپنے اصل مضمون کی طرف آتے ہیں کہ موسیقی کی اسلام میں حیثیت کیا ہے؟

گانا بجانا اور اسے سننا صریحاً برائی ہے اور شریعتِ اسلامیہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے آج گھروں' بازاروں' بسوں اور ویگنوں میں سرعام موسیقی کا رواج ہے' کسی بھی شریف آدمی کے لیے اس سے دامن بچائے رکھنا محال ہے۔ ہر شخص کے کانوں میں شیطانی آوازیں گونج رہی ہیں۔ مولانا تقی عثمانی اس بارے میں لکھتے ہیں:

"کسی شدید بیماری کا سب سے سنگین درجہ وہ ہوتا ہے جب بیمار اس کو بیماری تسلیم کرنے سے انکار کردے یا اس کے مرض ہونے کا احساس اس کے دل سے مٹ جائے۔ یہ قاعدہ جسمانی بیماریوں کے بارے میں جتنا درست ہے روحانی امراض یا گناہوں کے بارے میں بھی اتنا ہی سچا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بہت سی برائیاں ایسی رواج پا گئی ہیں کہ گھر گھر ان کا چلن دیکھ کر اب دلوں سے ان کے برائی ہونے کا احساس بھی مٹ رہا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ معاشرے کے دینی راہنما بھی تھک ہار کر ان کے بارے میں کہنا' سننا چھوڑتے جارہے ہیں۔ انہی برائیوں میں سے ایک برائی موسیقی بھی ہے جس کی آوازوں سے آج کانوں کو بچانا مشکل ہو چکا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ جو شخص گانے بجانے کا پیشہ اختیار کرتا تھا وہ "میراثی" کہلاتا تھا۔ معاشرے میں اسے کوئی باعزت مقام حاصل نہیں ہوتا تھا' لیکن آج اس پیشے کو اختیار کرنے والا "فنکار" ہے اور دولت وشہرت کے بامِ عروج تک جا پہنچتا ہے"۔

موسیقی کی حرمت کے دلائل

ذیل میں موسیقی کے حرام ہونے سے متعلق قرآن' سنت سے کچھ دلائل پیش کیے جارہے ہیں:

قرآنی دلائل

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ:

(1) ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ......﴾ (لقمان:6)

"اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ان باتوں کے خریدار ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں تاکہ وہ بے سوچے سمجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کریں"۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لہوالحدیث کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے:

((هُوَ وَاللّٰهِ الْغِنَاءُ))

"واللہ! اس سے مراد گانا ہی ہے"۔

دراصل لہوالحدیث کا مطلب یہی ہے کہ "غافل کردینے والی باتیں" یعنی اللہ کی یاد سے غافل کردینے والی ہر بات اور ہر کام اسی لہوالحدیث کے ہی ذیل میں آجائے گا۔

آلاتِ موسیقی کو ملاھی کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب بھی غافل کردینے والی چیزیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ چیزیں جن کے ذریعے انسان دین سے دور ہو اور عارضی دنیا کی لذتوں میں گم ہو کر باقی اور دائمی زندگی کے کاموں سے غافل ہو جائے' ملاھی کہلاتی ہیں۔

(2) ﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ......﴾ (بنی اسرائیل:64)

"اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اسے اپنی آواز سے بہکاتا رہ"۔

ابن جریر کے نزدیک "صوتك" سے مراد لہو اور گانا ہے۔ شیطان کی آواز کو ہم براہ راست تو نہیں سن سکتے لہٰذا یہ گانے' بینڈ باجے اور ہر طرح کی موسیقی شیطانی آوازیں ہی ہیں۔ اسی موسیقی کے ذریعے سے ہی شیطان انسان پر حاوی ہو جاتا ہے اور اسے اللہ سے دور کردیتا ہے۔

(3) ﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾﴾ (النجم)

"(اے منکرینِ خدا) کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوتا ہے اور ہنستے ہو' روتے نہیں اور تم غفلت میں پڑ رہے ہو"۔

ان آیات میں آخری لفظ "سَامِدُوْنَ" غور طلب ہے۔ امام ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ سَمُوْد گانے کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عکرمہؒ سے بھی یہی مروی ہے۔

(4) ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً......﴾ (الانفال: 35)

"اور ان کی نماز بیت اللہ کے پاس سیٹی اور تالی کے علاوہ کچھ نہیں"۔

سنت سے دلائل

اب ہم اُن دلائل کا مطالعہ کرتے ہیں جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ یوں تو سنت اور احادیث میں بہت سے مقامات پر گانے اور موسیقی کے حرام ہونے کا تذکرہ ملتا ہے لیکن یہاں پر مضمون کی طوالت کے پیش نظر چند ایک احادیث کا ذکر ہی کیا جائے گا۔

☆...... حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے زہد ابوعامر یا ابومالک اشعریؓ نے بتایا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے"۔ (صحیح البخاری)

☆...... حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب میری امت پندرہ چیزوں کی عادی ہو جائے گی تو اس پر مصائب نازل ہوں گے"۔ آپ ؐ نے ان پندرہ چیزوں میں ایک یہ بھی بتائی "جب مغنی عورتیں (گانے والی عورتیں) اور باجے تاشے رواج پکڑ جائیں"۔ (رواہ الترمذی)

☆......حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل دیں گے' ان کے سروں پر ناچ گانے ہوں گے' اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو خنزیر اور بندر بنا دے گا''۔(ابن ماجہ)

☆......حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شراب' جوئے اور طبل کو حرام کیا ہے''۔(احمد و ابوداؤد)

☆......حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''اس اُمت میں بھی زمین میں دھنسنے' صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہوں گے''۔ مسلمانوں میں سے کسی نے پوچھا: ''یارسول اللہؐ ایسا کب ہوگا؟'' حضور ﷺ نے جواب دیا: ''جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہو جائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی''۔(رواہ الترمذی)

☆......حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''گانا باجا سننا معصیت ہے' اس کے لیے بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لطف اندوزی کفر ہے''۔

☆......حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((بُعِثْتُ بِكَسْرِ الْمَزَامِيْرِ))

''میں بانسریاں (آلاتِ موسیقی) توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہوں''۔(الحدیث)

موسیقی کے بارے میں چاروں فقہاء کی رائے

چاروں بڑے فقہاء کرام (امام ابوحنیفہ' امام مالک' احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ) کے نزدیک موسیقی قطعی حرام ہے۔ نیز تمام آلاتِ موسیقی جو کہ طبیعت میں کیف و مستی پیدا کرتے ہوں بھی حرام ہیں۔ ذیل میں موسیقی کے بارے میں چاروں ائمہ کے اقوال دیے جا رہے ہیں:

امام ابو حنیفہؒ: ''خدائے رحمان کے بندے گانے باجوں کی محفل میں شریک نہیں ہوتے''۔

امام شافعیؒ: ''گانا ایک فضول اور مکروہ شغل ہے جو باطل سے مشابہت رکھتا ہے''۔

امام مالکؒ: ''ہمارے ہاں (مدینہ میں) بھی گانا بجانا فساق کا ہی مشغلہ ہے''۔

امام احمد بن حنبلؒ: ''گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور میں اسے ناپسند کرتا ہوں''۔

گانے کی شرائط

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے اسلام میں چونکہ خوشی کے مواقع پر گانے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بہت سی احادیث بھی مروی ہیں جو اس کے حرام ہونے کی قطعی دلیل ہیں۔ لہٰذا ائمہ کرام نے اسلام کے روشن اصولوں کو سامنے رکھ کر معتدل روش بتائی ہے کہ گانا اگر گایا جائے تو کن شرائط کو سامنے رکھ کر گایا جائے۔

☆ اشعار کے مضمون میں کوئی فحش یا حرام (شرکیہ) بات نہ ہو۔

☆ گانا پیشہ ور مغنیوں کی طرح نہ گایا جائے۔ اسی طرح قواعدِ موسیقی کا خیال رکھ کر گانا بھی صحیح نہیں ہے۔

☆ اسلام میں دف بجانے کی اجازت ہے باقی کسی قسم کے آلاتِ موسیقی (بانسری' طبلہ' ڈھول' گٹار......) جائز نہیں ہیں اور فقہ حنفی میں یہ ہے کہ اگر دف میں گھنگرو لگے ہوں تو وہ بھی حرام ہے۔

☆ گانے کو عادت نہ بنا لیا جائے' کبھی کبھار گانا صحیح ہے۔

☆ گانا گاتے ہوئے یہ سوچ لیا جائے کہ کہیں کوئی امر واجب اس کی وجہ سے تو ترک نہیں ہو رہا۔

☆ مرد کے لیے نامحرم عورت کے سامنے اور عورت کے لیے نامحرم مرد کے سامنے گانا حرام ہے۔

(اس مضمون کی تیاری میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کی تالیف ''اسلام اور موسیقی'' سے مدد لی گئی ہے)۔

طلاق کے اہم نکات

رفیقہ تنظیم اسلامی

طلاق کا مفہوم ہے آزاد کرنا۔ عقدِ نکاح عورت کے لیے ایک قید ہے جس کی وجہ سے وہ کہیں اور نکاح نہیں کر سکتی۔ طلاق کے بعد وہ اس قید سے آزاد ہو جاتی ہے۔

طلاق کے حوالے سے افراط و تفریط

یہود کے ہاں طلاق بہت آسان ہے اور اس کے بعد کوئی عدت نہیں۔ عیسائیوں میں کیتھولک فرقے میں طلاق کی اجازت نہیں۔ پروٹسٹنٹس کے ہاں طلاق دینے کے لیے بیوی پر بدکاری کا الزام ثابت کرنا ہوگا۔ اسی وجہ سے یورپ میں نکاح کی طرف رجحان ہی کم ہے۔

اسلام کی متوازن تعلیمات

1۔ اسلام میں نکاح کے لیے بہت ترغیب و تشویق دی گئی ہے اور اسے نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔ شوہر و بیوی کو باہم لباس کا درجہ دیا گیا ہے یعنی ایک دوسرے کے لیے اخلاقی حفاظت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

2۔ طلاق کو ''اَبْغَضُ الْحَلَالِ'' یعنی حلال اشیاء میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق کسی گھر کے اجڑنے سے شیطان بہت خوش ہوتا ہے۔ حکم دیا گیا کہ بیویوں کے ساتھ رہو موافقت کے ساتھ۔ بھلے طریقہ سے اور ان کے اندر خیر کے پہلو کو پیشِ نظر رکھو۔(النساء:19)

3۔ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان موافقت نہ ہو اور شوہر کو بیوی سے شکایت ہو تو اس صورتِ حال کے لیے ہدایت سورۂ نساء آیات:34-35 میں بیان کی گئی ہیں۔

4۔ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان موافقت نہ ہو اور بیوی کو شوہر سے شکایت ہو تو اس صورتِ حال کے لیے ہدایت سورۂ نساء آیت:128 میں بیان کی گئی ہے۔

5۔ اگر موافقت پیدا ہونے کی کوئی صورت نہ ہو تو پھر علیحدگی کی اجازت ہے جو طلاق یا خلع کے ذریعہ عمل میں آتی ہے۔(النساء:130)

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

شوہر کو زیادہ سے زیادہ تین طلاقیں دینے کا حق ہے۔ اگر زندگی میں کبھی ایک طلاق کے بعد رجوع کر لیا تھا تو اب بقیہ زندگی کے لیے دو طلاقوں کا حق ہی باقی رہے گا۔ ایک ساتھ تین طلاقیں نہیں دینی چاہئیں۔ بیوی اگر حالتِ حیض میں ہو تب بھی طلاق نہیں دینی چاہیے۔ ایک طہر میں ایک طلاق دینی چاہیے' دوسرے میں دوسری اور تیسری میں تیسری۔

طلاق کی اقسام

1۔طلاقِ رجعی:

ایک یا دو طلاقیں دی گئیں اور عدت مکمل ہونے سے پہلے ہی شوہر نے رجوع کر لیا تو یہ صورت طلاق رجعی کہلاتی ہے۔

2۔طلاقِ بائن:

ایک یا دو طلاقیں دی گئیں اور عدت پوری ہو گئی تو اب یہ

طلاقِ بائن یعنی علیحدہ کرنے والی طلاق ہے۔ بیوی اب آزاد ہے اور وہ کہیں اور نکاح کر سکتی ہے۔ البتہ اب بھی اس کا شوہر اس سے تعلق قائم کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ باہم رضامندی سے دوبارہ نکاح کر لیں۔

3۔ طلاقِ مغلظ

تین طلاقیں دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے جس کے بعد رجوع ممکن نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ شرعی حلالہ کی صورت اتفاقاً پیدا ہو جائے۔

شرعی حلالہ

اگر کسی طلاق یافتہ خاتون کو اُس کا دوسرا شوہر کسی وجہ سے طلاق دے دے تو اب وہ پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ البتہ اگر پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے تحت حلالہ کے لیے نکاح کرایا جائے تو فی الحقیقت یہ بدکاری ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت ہوتی ہے۔

خلع

شوہر اگر طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو بیوی کلی یا جزوی مہر چھوڑ کر یا کچھ دے دلا کر کسی تیسرے بااختیار فریق کے ذریعہ طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ یہ طلاق‘ طلاقِ بائن ہو گی۔ بعض فقہاء کے نزدیک خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ نکاح ہے۔

عدت

عدت وہ مدت ہے جس کی تکمیل تک طلاق یافتہ عورت نکاح نہیں کر سکتی۔ اس مدت کی حکمت یہ ہے کہ اگر طلاق دینے والے سے کوئی اولاد ہو تو وہ ظاہر ہو جائے۔ عدت کی مدت کی تفصیلات حسبِ ذیل:

1۔ عدت کی مدت تین حیض ہے۔ (بقرۃ:228)

2۔ اگر حیض نہ آیا ہو یا آنا رک گیا ہو تو عدت کی مدت تین ماہ ہے۔ (طلاق:4)

3۔ حاملہ خاتون کی عدت کی مدت وضع حمل تک ہے۔ (طلاق:4)

4۔ رخصتی نہیں ہوئی تو عدت نہیں ہے۔ (الاحزاب:49)

5۔ جس خاتون کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت 4 ماہ 10 دن ہے (البقرۃ:234)

ایلاء

شوہر اگر قسم کھا لے کہ بیوی کے پاس نہ جائے گا تو اسے ایلاء کہتے ہیں۔ ایلاء کی مدت زیادہ سے زیادہ چار ماہ ہے۔ اس دوران شوہر کو چاہیے کہ قسم توڑ دے‘ قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرے (دس مساکین کو کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے فراہم کرنا یا غلام آزاد کرنا اور اگر استطاعت نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔ المائدہ آیت:89) اور بیوی کے ساتھ تعلقات استوار کر لے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو چار ماہ گزرنے کے بعد ایک طلاق واقع ہو جائے گی جو کہ طلاقِ بائن ہو گی۔

ظِہار

شوہر کا بیوی کو اس طرح سے محترم قرار دینا جیسے اُس کی کوئی محرم رشتہ دار خاتون ہوتی ہے‘ ظہار کہلاتا ہے۔ ایسا کرنا بہت بڑا گناہ ہے‘ جس کا کفارہ ہے ایک غلام آزاد کرنا۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنا۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا (مجادلہ آیات 3-4)

بیک وقت تین طلاقیں دینا

فقہاء کے نزدیک صرف۔ ایک طلاق دینا‘ طلاقِ احسن کہلاتا ہے۔ اس سے زائد مزید ایک طلاق بھی دی جا سکتی ہے۔ تین طلاقیں دینا پسندیدہ نہیں ہے۔ بیک وقت تین طلاقیں دینا بہت بڑا گناہ ہے اور اس کو طلاقِ بدعت کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بعض اوقات ایسی طلاق کو نافذ کرایا اور بعض اوقات اسے صرف ایک ہی طلاق قرار دیا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں فیصلہ کیا گیا کہ تین طلاقیں بیک وقت دینے سے طلاقِ مغلظ واقع ہو جاتی ہے۔ البتہ ایسا کرنے والے کو کوڑے لگائے جاتے تھے۔ فقہ حنفی‘ مالکی‘ شافعی اور حنبلی کی رائے حضرت عمرؓ کے اسی فیصلے کے مطابق ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو۔ ابن تیمیہ اور ان کے فکر کے حاملین کے نزدیک ایک وقت میں خواہ کتنی ہی طلاقیں دی جائیں وہ ایک ہی شمار ہو گی۔ اس فقہی اختلاف کی وجہ سے بیک وقت تین طلاقیں دینے کا مسئلہ ایک نازک اور پیچیدہ صورت اختیار کر گیا ہے۔ مسئلے کا حل یہ ہے کہ نکاح فارم میں اندراج کیا جائے کہ آئندہ اس نکاح کے معاملات کس فقہ کے تحت طے کیے جائیں گے۔ مزید یہ کہ ایسے شخص کو برسرِ عام کوڑے لگائے جائیں جو بیک وقت تین طلاقیں دے۔

بے مثال خاتون

امۃ المغنی

چچی مرحومہ کی یاد میں

وہ ایک صبر ٖ رضا کا پیکر‘ وہ ایک خاتون بے مثل تھیں
وہ ایسی شمع تھیں جن کی ضو نے بہت سے چہروں کو روشنی دی
اپنی نسلوں میں‘ اپنے رشتوں میں‘ بے نیازی کے بیج بوئے
وہ داعیہ تھیں‘ وہ راعیہ تھیں‘ وہ خود شناس اور خود نگر تھیں
وہ اپنے شوہر کی اک متاع تھیں‘ جو خیر تھیں اور باوفا تھیں
وہ اپنے بچوں کی رہنما تھیں‘ اور سب کی وہ خیر خواہ تھیں
وہ پوتے‘ پوتی‘ نواسیوں اور نواسوں کے دل میں بھی بسی تھیں
ہماری گرچہ چچی تھیں لیکن‘ بہت ہی اچھی سی ماں بھی وہ تھیں
ہمارے مابین یوں وہ ہنستیں‘ وہ باتیں کرتیں کہ ہوں سہیلی
رفیقہ وہ تھیں نقیبہ وہ تھیں‘ وہ سمع وطاعت میں باشرع تھیں
وہ چار پھولوں کی ایسی ماں تھیں‘ وہ صاحبہ اقتدار بھی تھیں
بہشت میں جانے سے پہلے‘ جو ان کی آمد کے منتظر تھے
بقیہ اولاد اُن کے درجات کی بلندی کی ہو گی خوگر
جو نیکیاں وہ یہاں کرے گی وہ اُن کے پھل کھائیں گی وہاں پر
ہمارے وہ درمیان نہیں ہیں‘ اجل نے ہم سے جدا کیا ہے
مشیت ایزدی یہی ہے کہ راضی ہوں ہم رضائے رب پہ
ہو اُن کے درجات کی بلندی‘ ہو ان کی مرقد بھی خوب ٹھنڈی
خدایا! ہو جا تو ان سے راضی‘ وہ خود بھی تجھ سے تھیں خوب راضی
خدایا! ایماں اور عمل کا ہمیں بھی پابند تُو بنا دے
بنتِ اسرار کو بھی مولا‘ تو خود شعوری کا ڈھنگ دے دے

عورت کی مختلف حیثیتیں
(منتخب نظمیں)

قاضی عبدالقادر

خواتین کی معاشرے میں مختلف حیثیتیں ہیں، یعنی عورت، ماں، بہن، بیٹی اور بیوی وغیرہ۔ ان تمام حیثیتوں پر مختلف شعراء کی منتخب نظمیں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔ (ادارہ)

ایک عورت

سچے بول

ماہر القادری

عورت پہ یہ تہذیب کے ڈالے ہوئے گھیرے
کرگس کے ہیں چنگل میں ممولوں کے بسیرے
اب فلم کے نغموں سے ابھرتی ہیں شعاعیں
ہوتے تھے کسی وقت نمازوں میں سویرے
خاتونِ حرم کے لیے گوری ہی میں اماں ہے
جس دیس میں ہر سمت ہوں عصمت کے لٹیرے
ان اہلِ سیاست کے فریبوں میں نہ آنا
سانپوں کو لیے پھرتے ہیں جیبوں میں سپیرے
باتوں سے بھی بدلی ہے کسی قوم کی تقدیر
جگنوں کی چمک سے کہیں جاتے ہیں اندھیرے
اربابِ حکومت کے نہ وعدوں پہ لگا آس
اے دوست! یہ سائے تو نہ میرے ہیں نہ تیرے
تہذیب فرنگی کے یہ سفاک شکنجے!!
زلفوں کے بھی سائے نہیں ہوتے ہیں گھنیرے
اس دورِ پُر آشوب میں باطل کے مقابل
کچھ بھی ہو مگر ڈال دیئے ہم نے بھی ڈیرے

✿ ✿ ✿

ایک ماں

والدہ مرحومہ کی یاد میں

علامہ اقبال

کس کو اب ہوگا وطن میں آہ میرا انتظار؟
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار؟
خاکِ مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا!
اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا؟

....

تربیت سے میں تری انجم کا ہم قسمت ہوا!
گھر مرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا
جب تری گودی میں پلتی تھی وہ جانِ ناتواں
بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی اس کی زباں
اور اب چرچے ہیں اس کی شوخیٔ گفتار کے
بے بہا موتی ہیں اس کی چشم گوہر بار کے

....

علم کی سنجیدہ گفتاری، بڑھاپے کا شعور
دنیوی اعزاز کی رخصت، جوانی کا غرور
زندگی کی اوج گاہوں سے اتر آتے ہیں ہم
صحبتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم

....

وہ جواں قامت میں ہے، صورت سرو بلند
مجھ سے بڑھ کر تیری خدمت سے ہوا جو بہرہ مند
کاروبارِ زندگانی میں وہ ہم پہلو مرا
وہ محبت میں تری تصویر، وہ بازو مرا
تجھ کو مثلِ طفلکِ بے دست و پا روتا ہے وہ
صبر سے ناآشنا، صبح و مسا روتا ہے وہ
بیج جس کا تو ہماری کشتِ جاں میں بو گئی
شرکتِ غم سے وہ الفت اور محکم ہو گئی
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

✿ ✿ ✿

اور اب آئیے
دیکھتے ہیں کہ ایک شاعر اپنی ہمشیرہ کو سسرال رخصت کرتے وقت کرتے وقت کس طرح اپنی قلبی احساسات اور جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

الوداع

(ہمشیرہ کو سسرال رخصت کرتے ہوئے)

تیرے دم سے درخشندہ رہا ظلمت کدہ برسوں
تیری باتوں سے بہلا ہے دلِ حسرت زدہ برسوں
بزرگانِ محبت کیش کی لختِ جگر ہے تو
برادر کی نگاہوں کے لیے نورِ نظر ہے تو
تجھے پالا ہے ہم نے کس ادا سے کس محبت سے
مگر مجبور ہیں اب ہم بھی قانونِ قدرت سے
تجھے سسرال جانا ہے یہاں کی رونقیں لے کر
تجھے ہم الوداع کہتے ہیں سارے یہ دعا دے کر
خدا سارے جہاں کی راحتیں تجھ کو عطا کر دے
ترے دامانِ عفت کو گلِ امید سے بھر دے
سمٹ کر راحتیں ساری ترے دامن پہ آ جائیں
زمانے بھر کی خوشیاں تیرے ہی گھر میں اماں پائیں
تجھے سسرال جا کر اک نئی دنیا بسانا ہے
وہاں پر جو ہیں بیگانے انہیں اپنا بنانا ہے
ٹھہر جانا! مرا یہ آنسوؤں کا ہار لے جانا
ذرا خستہ جگر بھائی کا یہ بھی پیار لے جانا
مری ماں نے جو بخشا ہے سلیقہ تجھ کو ہمشیرہ
سکھایا ہے ادب کا جو طریقہ تجھ کو ہمشیرہ
اسے سسرال میں جا کر بروئے کار لے آنا
کہے کوئی برا بھی تو نہ ہرگز لب پہ اُف لانا
ادھر ہی چھوڑ جانا بچپنے کی تمکنت ساری
وہاں تو تیرے کام آئے گا اندازِ نگوں ساری
اطاعت اپنے شوہر کی سدا ملحوظِ خاطر ہو
ہر اک تلخی زمانے کی تجھے ملحوظِ خاطر ہو

✿ ✿ ✿

ایک بیٹی

ماں کا خط

ابوالمجاہد زاہد

تجھے سسرال میں حاصل ہے ہر راحت بآسانی
سنا کرتی ہوں سب کرتے ہیں تیری ہی ثناخوانی
مری دوری سے اے نورِ نظر کیوں ہے پریشانی
کوئی ماں اپنی بیٹی کو بھلا سکتی ہے دیوانی
نظر سے دور ہو لیکن، ہو دل کے پاس، اے بیٹی!
حیات غیر دینی ایک بے کنجی کا تالا ہے
تمدن مغربی اے جان جاں مکڑی کا جالا ہے

رواج بے حجابی خوشنما کانٹوں کی مالا ہے
نئی تہذیب سے ہشیار' یہ تاریک جالا ہے
نسائیت کا ہر لحظہ رہے احساس' اے بیٹی!
تری ہر چال سیدھی ہو' ترا ہر ڈھنگ پیارا ہو
محبت تیرا مسلک ہو' اطاعت تیرا شیوہ ہو
ترے اخلاق یوں چمکیں کہ گھر بھر میں اجالا ہو
ترے پیشِ نظر ہر دم حیات پاک زہراؓ ہو
جنابِ عائشہؓ کی تجھ میں ہو بو باس' اے بیٹی
طبیعت کو ہمیشہ خوگر صبر و رضا رکھنا
دلِ عشرت طلب میں ہر گھڑی خوفِ خدا رکھنا
حقوقِ زندگی کا دھیان ہر صبح و مسا رکھنا
ردائے عصمت و عفت' بچھونا اوڑھنا رکھنا
بہو سے ایک دن بننا ہے تجھ کو ساس' اے بیٹی
اسے آتا نہ تھا بے باک فقروں کو سمجھ لینا
سیہ برقعہ میں یہ ملبوس زندہ لاش تھی گویا
نہ باتوں میں لگاوٹ تھی' نہ چہرے پر تبسم تھا
نہ اس کا کوئی ساتھی تھا' نہ اس کا کوئی محرم تھا
نظر نیچی کیے اکثر گزر جاتی تھی راہوں سے
بھلا کب باخبر تھی گرم نظروں' سرد آہوں سے
بہت معصوم تھی کل تک' بہت نادان تھی کل تک

✿ ✿ ✿

<u>ایک بیوی</u>

''اگر میں چاہوں تو......''

نعیم صدیقی

تمہارے تن کو لباسِ حریر مل نہ سکا
اٹھارہ سال یونہی حسرتوں میں بیت گئے!
تمہارے واسطے ساٹن کا سوٹ سل نہ سکا
بساطِ زر پہ کئی لوگ کھیل جیت گئے!
گلہ کرو نہ کرو
یہ صبر و ضبط محبت بھرا تکلف ہے!
مری نظر میں تم اک شکوۂ مجسم ہو!
نہ کوئی ''آہ'' نہ ''وائے'' نہ ''حیف'' نے ''اُف'' ہی!
تم اپنے ذوق کا ایک مرثیہ ہو' ماتم ہو!
تمہارے چہرۂ تاباں سے صاف پڑھتا ہوں
تمہارے دل کی چھپی حسرتوں کی تحریریں!
تمہارے صفحۂ سیرت پہ دیکھ سکتا ہوں
تبسموں کے فریموں میں غم کی تصویریں!
پڑوسنوں کے تمہیں ٹھاٹھ چھیڑ جاتے ہیں!
سہیلیوں کے تمہیں چیچے ستاتے ہیں!
تمہارے دل میں جو اٹھتی ہیں رشک کی لہریں
تو کتنے ذوق ہیں جو پیچ و تاب کھاتے ہیں
یہ ساریاں! یہ غرارے! یہ سینڈلیں! یہ نقاب!
یہ انگیائیں! یہ موباف! اور یہ بنیانیں
یہ خوشبوؤں کے بگولے! یہ پوڈروں کے سراب!
کہاں سے آتے ہیں؟ کس مول؟ آپ کیا جانیں!
یہ ٹھاٹھ باٹھ امارت کے' کبریائی کے!
یہ رشوتیں ہیں جو رقصاں ہیں قصر وایواں میں!
گرہ کٹوں کی عفونت بھری کمائی کے!
مظاہرے ہیں جو پوری طرح سے عریاں ہیں
اگر میں چاہوں تو ظلم وستم کی منڈی سے!
میں کاٹ کاٹ کے افلاس وضعف کی جیبیں
حریم سادہ دلی میں نقب زنی کر کے
دماغ پاس ہے! اس کو کرائے پر دے کر
اگر میں چاہوں تو ہر جنبشِ قلم کے طفیل
ضمیر بیچ کے دولت کما کے لے آؤں!
تمہارے واسطے سکے اڑا کے لے آؤں!
ہزار عیش کے ساماں چُرا کے لے آؤں!
میں ایک جنتِ راحت سجا کے لے آؤں!
طلا وسیم کی نہریں بہا کے لے آؤں!
مگر یہ سوچ تو لو
مرے ضمیر کی جب روح کر گئی پرواز
تو ایک نعش کو بن ٹھن کے کیا دکھاؤ گی؟
مری خودی جو گنوا دے حیات کے انداز
تو کیسے پیکر لحمی سے دل لگاؤ گی؟
تم اک ذلیل سے سوداگرِ ہوس کے لیے
پھر احترام کا جذبہ کہاں سے لاؤ گی؟
وہ حق فروش جو گر جائے اپنی آنکھوں سے
تم اپنی آنکھوں پہ کیسے اسے بٹھاؤ گی؟

کتابتِ قرآن میں خواتین کا کردار

انتخاب: **فرید اللہ مروت**

ماضی میں نوجوان لڑکیوں نے قرآن مجید کو کتابت کے ذریعے محفوظ کرنے میں مردوں سے زیادہ نمایاں کردار ادا کیا۔ پہلے زمانے میں پرنٹنگ پریس تو نہیں ہوتے تھے اس لئے قرآن مجید کو ہاتھ سے لکھا جاتا تھا۔ اتنے کاتب مرد بھی نہیں ہوتے تھے جو ہزارون کی تعداد میں قرآن لکھتے اور ہر گھر میں قرآن مجید پہنچ جاتا۔ اس لئے اس زمانے میں یہ دستور بنا ہوا تھا کہ بچیاں دین کی تعلیم پاتیں اور اپنی لکھائی کو اچھا بناتیں اور جب تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے رشتہ کے انتظار میں گھر میں وقت گزارتیں تو ان لڑکیوں کا یہ معمول ہوتا تھا کہ گھر کے سارے کام کاج بھی کرتیں اور کام کاج کرنے کے بعد جو وقت فارغ ہوتا' اس وقت میں وہ کاغذ پر خوبصورت الفاظ میں خوش نویسی کے ساتھ اللہ کے قرآن کو باوضو ادب اور محبت کے ساتھ لکھنا شروع کر دیتیں۔ محبت سے بھرا ہوا ایک ایک لفظ لکھتے لکھتے سال دو سال میں وہ قرآن مجید کو مکمل کر لیتیں۔ پھر ماں باپ اس قرآن مجید پر سنہری جلد بنوا دیا کرتے تھے اور جب اس بچی کی شادی ہوتی تھی تو اس کو جہیز میں وہ سنہری قرآن ساتھ دیا جاتا تھا۔ یہ سسرال والوں کے لئے پیغام ہوتا تھا کہ میری بیٹی نے گھر میں ایسی پاکیزہ زندگی گزاری ہے کہ اس کا وقت بیہودہ باتوں میں نہیں گزرا بلکہ اللہ کے قرآن کی کتابت میں گزرا ہے۔ اس وقت ہر نوجوان لڑکی اپنے لئے قرآن لکھ کر جہیز میں ساتھ لے کر جاتی تھی۔ چنانچہ لاکھوں کی تعداد میں قرآن پاک لکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عورتوں کو بھی عطا کیا کہ قرآن مجید کی حفاظت میں انہوں نے کردار ادا کیا۔ کل قیامت کے دن قرآن مجید ان کی شفاعت کرے گا اور اللہ رب العزت کے ہاں ان کو بلند درجے ملیں گے۔

(ماخوذ: خواتین اور علوم قرآن)

کچن کارنر

انڈوں کا حلوہ

بنت خیر محمد پراچہ

اجزاء

دودھ	ایک کلو
انڈے	3 عدد
چینی	حسب ذائقہ
گھی	دو کھانے والے چمچ

ترکیب

دودھ کو اُبال کر ہلکی آنچ پر پکنے کے لیے رکھ دیں' جب وہ آدھا رہ جائے تو اُس میں چینی ڈال کر تین چار منٹ پکا لیں۔ پھر اس میں پھینٹے ہوئے انڈے آہستہ آہستہ ڈالتی جائیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد چمچ ہلاتی رہیں۔ جب دودھ خشک ہو جائے تو اُس میں گھی ڈال کر بھون لیں' اتنا بھونیں کہ ہلکا براؤن رنگ ہو جائے۔ پھر جب اس کی رنگت براؤن مائل ہو جائے اور گھی بھی نکلنے لگے تو اس کو چولہے سے اتار کر کسی ڈش میں پھیلا دیں۔ تھوڑا سا ٹھنڈا ہونے کے بعد اُسے فریج میں رکھ دیں۔ پندرہ منٹ رکھنے کے بعد نکال لیں اور چھری سے اپنی پسند کے ٹکڑے کاٹ لیں مزیدار حلوہ تیار ہے۔

قیمہ کی ٹکیاں

اجزاء

قیمہ	آدھ کلو
لال پسی ہوئی مرچ	حسب ضرورت
دھنیا پسا ہوا	ایک چائے کا چمچ
پسا ہوا گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ
باریک کٹا ہوا پیاز	آدھا کپ
ادرک باریک کٹی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
ہری مرچیں باریک کٹی ہوئیں	حسب ضرورت
انڈہ	ایک عدد
گھی	تلنے کے لیے

ترکیب

کچے قیمہ میں نمک' مرچ' پسا ہوا دھنیا' گرم مصالحہ' پیاز کٹی ہوئی' ادرک کٹی ہوئی' ہری مرچیں اور انڈے ڈال کر مکس کر لیں۔ جب اچھی طرح مکس ہو جائے تو تھوڑی دیر کے لیے ڈھک کر رکھ دیں اور پھر کھانے سے پندرہ منٹ پہلے توے پر تھوڑا سا گھی ڈال کر قیمہ کو ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر گول کر لیں یعنی چپٹے گول بنا کر توے پر فرائی کرتی جائیں۔ رنگت براؤن ہونے پر اُتارتی جائیں۔ لیجئے مزیدار قیمہ کی ٹکیاں تیار ہو گئیں۔

☆☆☆

Brownie Cake

ورده احمد

اجزاء

گھی	ایک کپ
انڈے	پانچ عدد
بیکنگ پاؤڈر	دو چائے کے چمچ
میدہ	ڈیڑھ کپ
چینی	ڈیڑھ کپ (پسی ہوئی)
Coco powder	تین کھانے کے چمچ

ترکیب

1- انڈوں کو electrical beater کی مدد سے اچھی طرح پھینٹ لیں' یہاں تک کہ جھاگ بن جائے۔
2- گھی اور چینی کو الگ برتن میں چمچ سے مکس کر لیں اور پھر اس آمیزے کو انڈوں میں ڈال کر یکجا کر لیں (چمچ کی مدد سے)۔
3- میدہ' کوکو پاؤڈر اور بیکنگ پاؤڈر کو الگ سے چھان کر ملا لیں اور پھر چمچ کی مدد سے انڈے اور چینی کے مذکورہ بالا آمیزے میں ملا لیں۔
4- اس آمیزے کو دو درمیانی سائز کے سانچوں میں ڈال کر اوون میں 160 ڈگری پر بیک کر لیں۔

☆☆☆

پیزا

رحمیٰ اسعد

اجزاء

میدہ	ساڑھے تین کپ
نمک	ایک چائے کا چمچ
خشک خمیر	گیارہ گرام والا ساشے
مکھن	ایک اونس یا تین کھانے کے چمچ
پسی ہوئی چینی	آدھا چائے کا چمچ

ترکیب

ان تمام چیزوں کو ملا کر گوندھ لیں' پھر کسی گرم جگہ پر ڈھک کر رکھ دیں۔ باہر دھوپ میں رکھنا بہتر ہے۔ بہرحال اس کو پھولنا چاہئے۔ یہ پھول کر اپنی اصل مقدار سے تقریباً دو گنا ہو جائے گا۔ اس کام میں آپ کو تین سے چار گھنٹے لگ سکتے ہیں۔ جب یہ اچھی طرح سے پھول جائے تو میدہ کی مدد سے اس کی دو درمیانی سائز کی روٹیاں بنا لیں۔ اگر آپ اس کو ابھی تیار کرنا چاہتی ہیں تو ان گوندھی ہوئی روٹیوں پر پیزا کا مصالحہ لگا کر ایک ہی مرتبہ آخر میں تقریباً 25 منٹ بیک کر لیں۔ لیکن اگر آپ ان کو بنا کر فریز کرنا چاہتی ہیں تو ان روٹیوں کو دس منٹ بیک کر کے نکال لیں اور لفافوں میں ڈال کر فریز کر دیں۔ یاد رہے کہ جب آپ اس کو اوون میں رکھنے لگیں تو اوون پہلے سے تیز گرم ہو۔ یعنی تقریباً آدھے گھنٹے سے چل رہا ہو۔

☆☆☆

سوجی کا سرخ حلوا

مسز فرید اللہ

اجزا:

سوجی	ایک پیالی
گھی	ایک پیالی
چینی	ایک پیالی
چھوٹی الائچی	سات عدد
بادام اور پستہ	باریک کٹا ہوا (حسب ضرورت)

ترکیب:

سوجی کو دودھ یا پانی میں آدھ گھنٹے کے لیے بھگو کر رکھ دیں۔ ایک کڑاہی میں گھی گرم کر کے اس میں الائچی ڈالیں۔ پھر چینی ڈال کر مسلسل چمچ ہلائیں۔ جب چینی کا رنگ بدل کر براؤن ہو جائے تو اس میں بھیگی ہوئی سوجی ڈال کر چمچ ہلاتی رہیں۔ سوجی کا رنگ بدل کر سرخ ہونے لگے اور گھی چھوڑ دے تو اس میں بادام اور پستہ ڈال دیں اور چولھے سے اتار لیں۔ دوسرے حلوے کی نسبت یہ حلوا بہت مزیدار ہو گا۔ ایک بار ضرور کوشش کریں پھر آئے روز یہی بننے لگے گا۔

رس ملائی

سمیہ ارشد

اجزاء

خشک دودھ	ایک کپ
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
میدہ	ایک چائے کا چمچ
انڈہ	ایک عدد
تازہ دودھ	ایک کلو
چینی	ایک کپ

ترکیب

سب سے پہلے ایک کلو تازہ دودھ میں چینی شامل کر کے ابال لیں اور پھر اُسے ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ خشک دودھ بیکنگ پاؤڈر اور میدہ کو انڈے کی مدد سے گوندھ لیں۔ اگر گوندھنے کے لیے انڈہ کم محسوس ہو تو باقی ضرورت دودھ یا پانی سے پوری کی جا سکتی ہے۔ اس آمیزے کی چھوٹی چھوٹی (گول یا بیضوی شکل کی) گولیاں بنا کر ابلتے دودھ میں ڈال دیں۔ تمام گولیاں ڈالنے کے بعد دس سے پندرہ منٹ تک پکائیں یہاں تک کہ دودھ مناسب گاڑھا ہو جائے۔ اب چولہا بند کر دیں۔ ٹھنڈا کر کے ڈش میں ڈالیں اور کٹی ہوئی سبز الائچی بادام پستہ اور چاندی کے ورق سے سجائیں۔ فریج میں خوب ٹھنڈا کر کے پیش کریں۔

Spanish Omelette

وردہ احمد

اجزاء:

انڈے	تین عدد۔ (زردی سفیدی الگ الگ)
آلو	دو عدد (چھوٹے سائز کے۔ ہلکا سا اُبال کر چھوٹے چھوٹے کاٹ لیں)
پنیر	ایک چوتھائی کپ (کدوکش کیا ہوا)
کالی مرچ (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
پیاز	دو عدد (درمیانی سائز کی۔ باریک کٹی ہوئی)
چکن	آدھ کپ (ابلا ہوا ریشہ شدہ)
دودھ	دو چائے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
آئل	فرائی کرنے کے لیے
دھنیا	تھوڑا سا کٹا ہوا۔

ترکیب

سب سے پہلے انڈوں کو خوب اچھی طرح پھینٹ لیں۔ زردی کو پھینٹ کر سوائے نمک اور پنیر کے باقی تمام چیزیں اس میں ملا دیں۔ ایک بڑے فرائنگ پین یا توے پر 22 کھانے کے چمچ آئل ڈال کر پھیلا دیں۔ جب ہلکا سا گرم ہو جائے تو پہلے سفیدی ڈال کر پھیلا دیں اور پھر فوراً ہی زردی میں ملی چیزیں پھیلا کر ڈال دیں۔ اوپر سے نمک اور پنیر ڈال دیں (پھیلا کر)۔ جب سک جائے تو دونوں طرف کے کنارے اٹھا کر رول بنا لیں۔ اور گرم گرم پیش کریں۔

☆☆☆

گلاب جامن

سمیہ ارشد

اجزاء

خشک دودھ	تیرہ کھانے کے چمچ
میدہ	آٹھ کھانے کے چمچ
گھی	دو کھانے کے چمچ
بیکنگ پاؤڈر	دو چائے کے چمچ

ترکیب

چاروں اشیاء اچھی طرح مکس کر کے دودھ سے گوندھ لیں۔ شیرے کے لیے دیگچی میں سوا کپ چینی اور اتنا ہی پانی لے کر ابالنے کے بعد ہلکی آنچ پر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ ساتھ ہی آمیزے کی گولیاں بنا کر گہرے تیل میں ہلکی آنچ پر تل لیں۔ گلاب جامن اندازاً آٹھ سے دس منٹ تک ضرور تلنے چاہئیں۔ ان کو گہرا براؤن کر کے آئل سے نکالیں اور فوراً شیرے میں ڈال کر ڈھکن دے دیں۔ ساتھ ہی شیرے کے نیچے لگی ہوئی آنچ بند کر دیں۔ دس منٹ بعد ڈھکن اٹھائیں۔ گرما گرم گلاب جامن تیار ہیں۔

شعبہ سمع و بصر کی پیشکش

"عالم اسلام پر دجالیت کا آخری حملہ"

محترم جناب **ڈاکٹر اسرار احمد** صاحب
کی اہم تقریر

اب 2ACDs' 2VCDs اور 1DVD میں دستیاب ہے

مکتبہ خدام القرآن

قرآن اکیڈمی' K-36 ماڈل ٹاؤن' لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

e-mail:maktaba@tanzeem.org